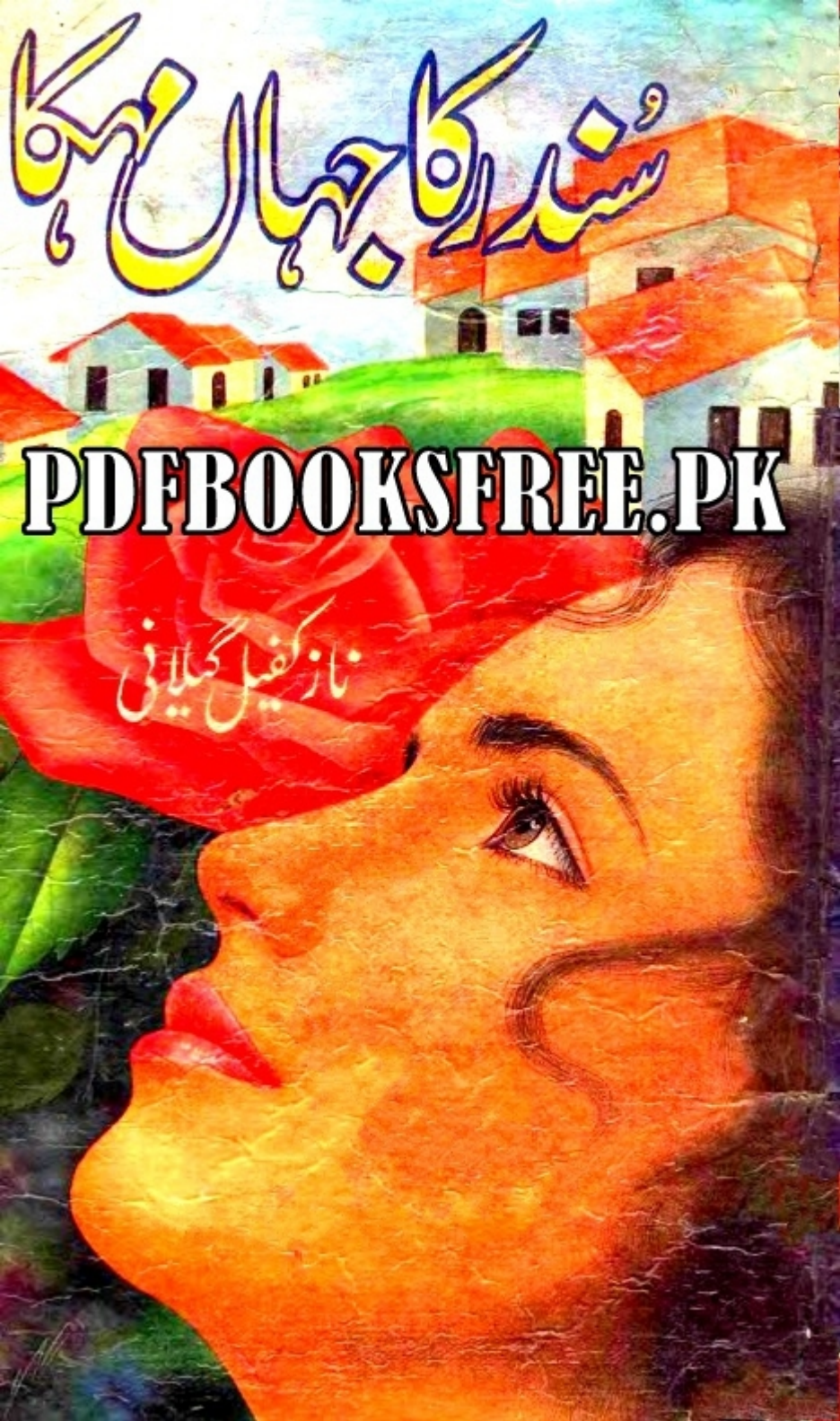

PDFBOOKSFREE.PK

انتساب

تمہاری ذات لطیف چھاؤں اور سجل و نرم چاند کی
طرح میرے وجود میں اور میری شخصیت پر چھائی ہے۔
تم بہت عظیم ہو ساتھی: کہ
تم برگ برگ۔ ریشم ریشم۔ پھول پھول
اور شبنم ہونے کے باوجود
میرے زخموں کا مرہم بنے۔
اللہ کرے تمہارے خلوص کی یہ شب کبھی بے چراغ نہ ہو۔

ناز کفیل گیلانی

آپ کے لیے:

میں نے متعدد کتابیں عزیز قارین کی خدمت میں پیش کیں۔ ہر کتاب کے لئے مجھے محبت بھرے ڈھیروں خطوط موصول ہوئے۔ ہر خط میں قارین نے بہت سراہا۔ اس محبت سے میرے خامہ نحیف میں تقویت سرایت ہوتی گئی اور میرا قلم نت نئی حقیقتیں تراشتا رہا۔ میری کتاب (آئنہ توڑ دو) جو حال ہی میں شائع ہو کر مارکیٹ میں آئی ہے۔ ایک زندہ حقیقت ہے۔ صرف کرداروں کے نام بدل دیئے گئے ہیں۔ جسے ہر نفوس نے دل و جان سے پسند کیا۔

یہی حوصلہ افزائی چودہ ۱۴ کتابوں کی تحریر لکھوانے میں کامیاب ہو گئی۔ آج آپ کی نذر ایک اور کتاب (سندر کا جہاں مہکا) بڑی امید سے پیش کر رہی ہوں۔ جس کا نام تلاش کرنے میں بڑی محنت شاقہ سے گزرنا پڑا۔ کئی دن اسی تگ و دو میں صرف ہو گئے۔ کہانی کے اعتبار سے کوئی مناسب نام فٹ نہ بیٹھ رہا تھا۔ چربہ سازی سے مجھے قسام ازل سے دشمنی ہے۔ یہی سوچ دامنگیر تھی کہ ایسا نام تلاش کروں جو کہیں اور نہ ہو۔ چنانچہ میرے معاون میرے مددگار سید افضل انجم بخاری نے میری اس مشکل کو آسان کر دیا۔ (سندر کا جہاں مہکا) انہیں کی سوچ کا ثمر ہے۔ آپ اعلیٰ پائے کے باذوق انسان ہیں ------ ادب لطیف سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ میں ان کی ممنون ہوں۔

ناز کفیل گیلانی

ساہیوال۔ 28 اگست جمعۃ المبارک 1992ء

شام کے سائے ڈھل چکے تھے۔ سارے دن کا تھکا ماندہ آفتاب خون آشام آکاش کے اس پار پناہ لینے کے لئے چل پڑا تھا------ اس کی لرزتی سسکتی دم توڑتی تھرکتی کرنیں اجالے کو الوداع کہہ رہی تھیں۔اجالا تاریکی کی گود میں چھپنے لگا تھا۔ آسمان پر قرمزی رنگ کے ستارے ابھر رہے تھے فضا میں ایک سناٹا سا چھایا ہوا تھا۔جب کبھی تیز ہوا کا جھونکا آتا تو فضا میں ایک ارتعاش سا پیدا ہو جاتا۔جیسے قصر احمر کے در و دیوار چیخ اٹھے ہوں۔جو رئیس احمد کے ذوق سلیم کا ترجمان تھا۔اس کے در و بام سے کسی آنے والے طوفان کی سنسناہٹ ابھر رہی تھی۔سناٹا بڑھتا جا رہا تھا۔اور ماحول کی خاموشی کسی کی ناکام حسرتوں کا جنازہ اٹھتے دیکھ رہی تھی۔کمرے میں نوجوان مریضہ کی نگاہیں اس کی بیکراں وسعتوں میں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔جیسے وہ کسی کی تلاش میں ہو ---- ۔اس نے خالی نظروں سے چاروں طرف دیکھا پھر سر کو کراہ کے ساتھ تکیے پر گرا لیا۔

آہ -----ڈاکٹر میں انجکشن نہیں لگاؤں گی۔مجھے سکون سے مرنے دو -- ڈاکٹر----

کمرے کی تاریک فضا میں اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

دل چیرتی ہوئی اس کراہ سے ماحول کا سکوت درہم برہم ہو گیا۔

بیگم صاحبہ ---- آپ کو باقاعدگی سے علاج کروانا چاہیے۔

ڈاکٹر سرنج صاف کرتے ہوئے بولا۔

آخر کب تک---- یہ سانس کی ڈوری ٹوٹتی کیوں نہیں ----- اتنی مضبوط بھی تو نہیں رہی ----

میری بچی ---- ایسا مت کہو---- تمہیں سے ساری رونقیں ہیں ----- خدا تمہیں زندہ رکھے گا۔بوڑھی عورت نے مریضہ کے ماتھے کو محبت بھرا بوسا دیا۔اور ایک طرف منہ کر کے آنسو صاف کئے۔

www.pdfbooksfree.pk

اماں ---- زندگی کی بددعا نہ دو---- مجھے- موت ---- کا ----
سکون چاہیے-اور ---------- اس سے پہلے کہ رضیہ بات کو مکمل کرتی اس کی آواز حلق میں ہی اٹک کر رہ گئی-

رضیہ ----------

رئیس-احمد مضطرب انداز میں رضیہ پر جھکے-

سرتاج ---- رضیہ بیگم نے ماحول پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی ---- قوت گویائی سلب ہو چکی تھی---- بے نور آنکھوں سے بار بار کچھ دیکھنے کی کوشش کی لیکن نگاہیں دید کو ترستی رہ گئیں-دھڑکن ساتھ چھوڑ گئی-رضیہ بیگم نے سفید اور زرد ہاتھ رئیس-احمد کی جانب بڑھایا ---- جسے بڑھ کر انہوں نے تھام لیا-ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ لبوں سے صرف ایک نام پھیلا ----

سندر ---- لیکن موت کا آہنی پنجہ انہیں اپنی گرفت میں لے چکا تھا ------ رضیہ کا اپنا ہی سر ڈھلک کر اس کے اپنے ہی شانوں پر گر گیا-----

رئیس-احمد کے ہاتھ میں پکڑا ہوا رضیہ کا ہاتھ کا تناؤ ڈھیلا ہو کر ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر بستر پر گر گیا ---- ایک ہچکی سی آئی ---- اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو گئی-رضیہ کا بے جان جسد خاکی بستر پر پڑا تھا ---- اور رئیس لاج کے مکیں تڑپ اٹھے-اور زبان حال سے ماتم کناں تھے-

یہ رئیس-لاج ---- جہاں وہ دلہن بن کر آئی تھی-شہنائی کی آواز میں در و دیوار گل رنگ نظارے پیش کر رہے تھے-ملازم اس قدر حسین اور سگھڑ سلیقہ شعار مالکہ کو دیکھ کر پھولے نہ سما رہے تھے-ہمدرد بھی ایسی کہ کسی ملازم کا پسینہ بہا دیکھتی تو تڑپ اٹھتی ----

آج انہیں در و دیوار نے رضیہ کو سفید کفن میں لپٹا ہوا بھی دیکھ لیا-وہ ہمیشہ کے لئے رئیس-احمد کو تنہا چھوڑ گئی ---- محل میں کہرام سا مچ گیا-رئیس-احمد کی دنیا لٹ گئی-

گھر کی ضعیف ملازمہ جس کی گود میں رئیس-احمد پل کر جوان ہوئے اس نے بھی بیٹے کا گھر جلتا دیکھ لیا ---- بجلیاں ایسی گریں. خرمن جلا کر راکھ کر گئیں---- وہ رضیہ بیگم کے سرہانے خون کے آنسو رو رہی تھی-چند لمحوں میں کیا سے کیا ہو گیا---- معصوم سندر اپنی پھوپھی ثروت جہاں کی گود میں حسرت و یاس کی تصویر بنی ستم ظریفی فلک دیکھتی رہی-وہ موت کے تصور سے بالکل نا آشنا تھی-بھلا دو ڈھائی سال کا بچہ موت کی سختی کیا سمجھ سکتا ہے-

آج رئیس-احمد کی دنیا لٹ گئی-حسرتوں کو پامال کر دیا گیا-موت نے بڑی بے نیازی سے رضیہ کی قیمتی زندگی سمیٹ لی تھی-چشم زدن میں رئیس-لاج حسرت و یاس کی تصویر بن گیا تھا وہ بہت جلد طوفانی تھپیڑوں میں گر چکا تھا-

ثروت جہاں روتے روتے ہلکان ہو رہی تھیں ---- رئیس-احمد پچھاڑیں کھا رہے تھے-رضیہ ان کو اس بھری دنیا میں تنہا چھوڑ گئی تھی-ایک بہن تھی جو ہفتے عشرے کے بعد اپنے گھر چلی جائے گی-پھر وہ اور سندر رہ جائیں گے ---- گھر کے ملازم ہوں گے-سندر ٹکر ٹکر عورتوں کو دیکھ رہی تھی-رحمت نے اسے سینے سے لگا لیا-

اسے باہر لان میں لے جاؤ اماں-

ثروت جہاں نے حکم دیا----یا ان کا انداز ہی ایسا تھا-

بہتر بی بی ----

اماں رحمت سندر کو اٹھائے کمرے سے باہر چلی گئی-

اماں رحمت نے کئی کھلونے اس کے سامنے ڈھیر کر دیے ----مگر آج سندر کو کوئی کھلونا نہ بھا رہا تھا---- وہ خاموش صرف اس ہنگامے کو دیکھ رہی تھی جو آج برپا تھا-

کھیلو بیٹی ---- میری جان----------

میری جان- رحمت نے محبت سے کہا-

www.pdfbooksfree.pk

نہیں کھیلوں گی ------ وہ دوسرے لمحے رحمت سے لپٹ گئی-

کیوں نہیں کھیلو گی میری بچی ------ یہ سب تمہارے ہیں ------ یہ دیکھ

---- جاپانی گڑیا-اماں رحمت نے حسین خوبصورت کپڑوں والی گڑیا سندر کے سامنے کی-

امی ------ کے پاس چلو------

سندر نے اماں رحمت کے گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے کہا-

تمہاری امی بیمار ہیں بیٹی ------ تمہیں ان کے پاس نہیں جانا چاہیے-

اماں رحمت نے بہانا بنایا-

مین ان کو کچھ نہیں کہوں گی-اماں ----- لے چلو نا ------

اماں رحمت کو اس ننھی سی جان پر بڑا رحم آیا ------ اس نے سندر کی سفید گرم پیشانی کو چوم لیا-

دوسری صبح رضیہ کو سپرد خاک کر دیا گیا-رئیس-احمد قبرستان سے لوٹ آئے جیسے جواری سب کچھ لٹا کرتہی دست لوٹ آئے-ان کے پاس کچھ نہیں تھا-وہ اس لٹیرے کی طرح تھے جو منزل کی تلاش میں متاع حیات کسی دو... کے سپرد کر دے-وہ ٹوٹے ٹوٹے پریشان حال بریدہ زلفیں اپنے کمرے میں گئے-ذہنی سکون کے لئے وہ خدا کے حضور جھک گئے-عافیت کا یہی ایک ... تھا-رضیہ تو انہیں چھوڑ کر دارلفانی سے دارلجاودانی کی طرف کوچ کر گئی اور ... احمد اس سانحہ ارتحال کو سہنے کے لئے زندہ بھی رہ گئے-اس بھری جوانی ... زندہ لاش کی طرح بن گئے تھے-خواہش زیست بالکل نہ تھی- وہ اپنے آپ ... بیگانے ہو چکے تھے-لباس اور کام سے لاپرواہ سارا دن اپنے کمرے میں رہتے-نہ کھانے کا ہوش نہ پہنے کا-محبوب بیوی کی جدائی کا غم ان کے لے لیوا ثابت ہو رہا تھا-وہ چند دنوں میں صدیوں کے بیمار لگ رہے تھے-ر... موت پر آئے ہوئے تمام مہمان رخصت ہو چکے تھے-صرف ثروت جہاں

عیال ابھی تک مقیم تھیں------اور نہ ہی ان کا جانے کا کوئی ارادہ نظر آرہا -

ملازم نے ڈائنگ ہال میں ناشتہ لگا دیا تھا-اس موقعہ پر بھی وہ اپنی مرضی کے ابق ناشتہ کرنے کی عادی تھیں-ملازم کو کہہ کر انہوں نے پوریاں اور بھنا ہوا ------وہی بڑے اور متعدد لوازمات-

ہر بچے کی پسند کا خاص خیال رکھا گیا تھا-

ناشتہ تیار ہے بیگم صاحبہ ------

ملازم نے ان کے کمرے میں آکر اطلاع دی-

بچوں کو اطلاع دو-ناشتہ کر لیں

وہ پلنگ سے اٹھتے ہوئے سلیپر پہنتے بولیں-

لیکن ڈائنگ ہال میں پہلے ہی تمام بچے موجود تھے-

سب اس طرح ناشتے پر ٹوٹے جیسے صدیوں کے بھوکے ہوں------ کسی کو ال نہ آیا کہ سندر بن ماں کی بچی نے بھی کچھ کھایا کہ نہیں------ وہ صرف ں رحمت کی مرضی تھی------یہ اسی کا ہی فرض تھا-اس نے کچن سے سندر کو دھ پلا دیا تھا------ وہ صبح سویرے صرف فیڈر دودھ پر ہی اکتفا کرتی تھی-

ارے بخشو------ رئیس-کو بلاؤ------وہ ناشتہ نہیں کریں گے-

اچانک بخشو کو دیکھ کر رئیس یاد آیا-

جی بہتر------

اور چند لمحوں میں بخشو نے اطلاع دی کہ وہ ناشتہ نہیں کریں گے-

اچھا------ وہ جوں کی توں کھانے میں مصروف رہیں-

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ کرسی دھکیل کر اٹھیں-

کہاں جا رہی ہیں-امی-

... نے ... پوچھا-

www.pdfbooksfree.pk

رئیس کی خبر لوں------تم لوگ جاؤ----- لان میں کھیلو----

بچوں کو نصیحت کرکے رئیس احمد کے کمرے میں چل دیں-

سبز روشنی میں کمرے کا ماحول افسردہ سا لگ رہا تھا-وہ دبیز ر

پردے سرکا کر اندر داخل ہو گئیں-

رئیس----

اندر آتے انہوں نے پکارا-

وہ تصویروں کا ڈھیر سامنے رکھے ماضی کو حال کے آئینے میں دیکھ رہے تھ

آپا---- آیئے----

وہ ایک دم چونک سے گئے ----چہرے پر حزن و ملال کے سائے

رہے تھے-

ثروت جہاں نے بغور تصویروں کو دیکھا-

یہ کیا تم نے حالت بنا رکھی ہے---- خدا کے سامنے انسان کا کوئ

نہیں-

انسان کا نہیں -----خدا کا لگایا ہوا ہر زخم برداشت کرنا پڑتا ہے-

وہ چاہتی تھیں کہ رئیس احمد اس غم کو فراموش کر دیں-

میرا زخم بڑا کاری ہے- آپا-

رئیس احمد بہن کی پلکیں بھیگ گئیں-

ٹھیک ہے---- تمہارا زخم بڑا کاری ہے----تو کیا اس زخم ک

سے لگائے عمر گزار دو گے-

ثروت جہاں جھک کر بولیں-ان کے انداز میں ترشی عود آئی تھی-

کوشش کروں گا-----بھلانے کی------ ------ ----

رئیس احمد بہن کا مطلب سمجھ چکے تھے-

مجھے تو یہ خوف ہے کہ اس غم میں تمہاری جوانی نہ جل جائے

ثروت جہاں نے بھائی کے خوبصورت چہرے کو بغور دیکھا-

اب جوانی کس کام کی-

رئیس احمد کے انداز میں مایوسی جھلک رہی تھی-

کیسی باتیں کر رہے ہو------دو تین ماہ گزر جائیں تو میں تمہاری شادی

کروں گی------تمہارا گھر بسے گا-

وہ کھڑی ہو گئیں-

اف اللہ آپا کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ------رضیہ سے بہتر کوئی عورت

نہیں زمانے میں -----پھر وہ میری سندر کی ماں ہے-

وہ جیسے سسک اٹھے-

بہت مل جائیں گی رضیہ سے بہتر------اس طرح تو کوئی عورت بھی جی

کو نہیں لگاتی----تم تو عورتوں سے بھی بڑھ گئے-

ثروت جہاں لاپرواہ سے انداز میں بولیں-

آپ کہنا کیا چاہتی ہیں-

رئیس احمد نے نظریں ثروت جہاں کے چہرے پر پھیلا دیں-

میں چاہتی ہوں کہ تمہاری شادی ہو جائے-----تمہاری برباد تنہایاں مجھ

سے دیکھی نہیں جاتیں-

ثروت جہاں کے انداز میں فرعونیت جھلک آئی-عورت عورت سے برہم

تھی-

یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں----- ابھی تو رضیہ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا-

میں شادی رچاتا اچھا لگوں گا-

رئیس احمد بہن کی باتوں سے رنجیدہ ہو گئے-

چلو----- جہنم میں جاؤ ----- بعد میں سہی-----

ثروت جہاں بڑی سادگی سے بولیں--------

www.pdfbooksfree.pk

اور ہاں مجھے یاد آیا------سندر کو میں اپنے ساتھ نہ لے جاؤں۔

ثروت جہاں نے جیسے وزنی نوکیلا خنجر رئیس احمد کے سینے میں گھونپ دیا ہو۔

جی------

وہ بری طرح چونک گئے۔زخم پر اک ٹھیس سی اٹھی۔

ہاں: میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔اماں رحمت میرے ہاں رہ لے گی------

وہاں سندر کی دیکھ بھال میں فرق بھی کوئی نہ آئے گا------بچوں میں اس کا دل بھی بہلا رہے گا۔

ثروت جہاں نے یہاں بھی خود غرضی کا دامن نہ چھوڑا۔

بچہ ہے-- دل تو کہیں بھی اس کا بہل جائے گا-----

وہ عالم افسردگی میں تکیے سے ٹیک لگا کر بولے۔

یہ بات نہیں۔مطلب یہ ہے کہ میری نگرانی میں رہے گی تو بہتر رہے گا۔

اماں رحمت بہت خیال رکھتی ہے اس کا---- ویسے بھی رحمت سے مانوس بھی بہت ہے۔

رئیس احمد بولے------ وہ اپنے جگر گوشے کو جدا کرنے کے لیے بالکل راضی نہ تھے۔

خیال تو رکھتی ہے-------- آخر تو نوکرانی ہے----- اور نوکروں کے بھروسے پر بچے کو چھوڑنا حماقت ہے۔

ثروت جہاں حسب عادت ہاتھ نچا کر بولیں ۔

وہ نوکرانی نہیں-----اس گھر کا فرد ہے آپا-----

لیکن اس بات سے انکار تو نہیں کہ آخر تو ملازمہ ہی ہے------جس نے تمہیں بھی پرورش کیا اور سندر کو بھی۔

مگر آپا---- میں سندر کے بغیر نہیں رہ سکتا۔وہ ہی میرے گزرے دنوں کی

بہار ہے۔سندر کو دیکھ کر میرا غم غلط ہو جاتا ہے----- میں اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرتا ہوں۔

وہ سامنے بڑی قد آدم تصویر جس میں رضیہ سندر اور خود رئیس احمد تھے۔بغور دیکھ کر بولے۔

اچھا تم چند دن اور سوچ لو----- میں تو تمہارا درد کم کرنا چاہتی ہوں۔وہ جاتے جاتے رئیس احمد کے شانے تھپتھپا کر بولیں۔

وہ آنکھیں بند کئے لیٹے رہے۔آنسوؤں کی لڑی نہ ٹوٹنے والی قطار کی صورت میں بہہ رہی تھی۔

بھائی کے آنسو دیکھ کر ان کا دل پسیجا۔

تم جتنا بیوی کا سوگ منا رہے ہو۔یوں تو کوئی نہیں کرتا----- میرے بھائی میرے تو ارمان بھی پورے نہیں ہوئے۔رضیہ سے حسین ہزاروں عورتیں تمہیں مل سکتی ہیں۔

ثروت جہاں کو غصہ بھی آگیا۔

میرا اب دوسری شادی سے کوئی سروکار نہیں۔صرف ایک ہی شادی کافی تھی۔

وہ تڑپ اٹھے۔

تو ساری جوانی یوں ہی کاٹ دے گا۔

ثروت جہاں چیخ کر بولیں۔

آپا جانے دیجئے---- دوسری شادی کا نام نہ لیجئے۔بات مکمل کرنا ان سے دوبھر ہو گیا---- ہاتھوں پر چہرا رکھے وہ زار و قطار رو دیے۔

ایک دم دروازہ کھلا---- سندر بھاگ کر رئیس احمد کے سینے سے چمٹ گئی۔

رئیس احمد نے گوہر نایاب کو گود میں اٹھا لیا۔

www.pdfbooksfree.pk

میرا بیٹا کہاں سے آیا ہے۔

بھولی بسری یادوں میں ایک پیکر سندر بھی تھا۔۔۔۔۔ جس کو دیکھ کر سارے غم غلط ہو جاتے تھے۔

ابو جی ۔۔۔۔۔ بھائی نے میری گڑیا کی ٹانگ توڑ دی ہے۔

وہ بڑی معصومیت سے شکایت لگاتے بولی۔

ثروت جہاں اور رئیس احمد کھل کھلا کر ہنس دیے۔

میں اپنے بیٹے کو اور گڑیا لا دوں گی۔

ثروت جہاں فوراً" بولیں۔

اب تو پھوپھی جان۔۔۔۔۔ اماں نے جوڑ دی ہے۔

وہ تنک کر بولی۔

پھر بھی میں اس کی مرمت کروں گی۔۔۔۔۔ کہ اس نے میری بچی کی گڑیا کو کیوں لنگڑا کر دیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی سب ہنس دیے۔

رئیس احمد نہال ہوتے جا رہے تھے۔ آخر کو وہ ان کی کائنات تھی۔

ماشاء اللہ۔۔۔۔۔ خدا کرے تم باپ کے سائے تلے پروان چڑھو۔

رئیس احمد نے سندر کی پیشانی کو چوم لیا۔۔۔۔ سندر بیٹی۔۔۔۔ تم تو باپ کی جان ہو۔

چند دن پھر گزر گئے۔۔۔۔ ثروت جہاں اب بھی جانے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ نہ جانے کونسا مشن تھا۔ جس کو مکمل کئے بغیر وہ جانا پسند نہ کرتی تھیں۔ لیکن انوار احمد کے خط پر خط۔ ہر روز ٹیلی فون کہ بچوں کی پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔ لوٹ آؤ اب۔

جواب یہی ملتا۔ چند دن اور ٹھہریے۔۔۔۔ ایک مسئلہ ہے جو حل نہیں ہو رہا۔ آخر مجبور ہو کر انوار احمد خود چلے آئے کہ دیکھوں کون سا مسئلہ ہے جو

نہیں ہو رہا۔

رئیس احمد گھر میں نہیں تھے۔۔۔۔ شاید قبرستان ہوں گے۔ انوار احمد نے راستہ صاف دیکھا تو ثروت جہاں کو جانے پر مجبور کیا۔ بلکہ برس ہی پڑے۔ ارے بھئی اب گھر کی خبر لو۔۔۔۔۔ دو ماہ ہو گئے تمہاری بھرجائی کا انتقال ہوئے کہ اب روز محشر تک یہیں رہنے کا ارادہ ہے۔

وہ طنزیہ طنز کئے جا رہے تھے۔ لیکن وہاں مرغ کی بس ایک ٹانگ۔

آپ سمجھتے کیوں نہیں میری بات کو۔۔۔۔۔ میں جو کچھ بھی کر رہی ہوں۔ آپ کی بھلائی کے لئے کر رہی ہوں۔

کون سی بھلائی ہے۔۔۔۔۔ پہیلی نہ بجھواؤ۔۔۔۔۔ کھل کے بات کرو۔۔۔۔ آخر بھائی کے گھر میں رہنے کا کیا مطلب ہے۔

انوار احمد حیرت زدہ تھے۔

میں چاہتی ہوں کہ سندر کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔۔۔۔ رحمت ساتھ جائے گی سنبھالنے کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ اس کی تعلیم اور اخراجات کی جو رقم میرے نام لگے گی۔۔۔۔۔ بات اس کی ہے۔

جب بھی بات کرنا اپنے نفع کی کرنا۔۔۔۔۔ رئیس احمد ایسا بھی بدھو نہیں ہے جو تمہیں بیٹی بھی دے اور تمہارے نام جائیداد بھی لگا دے۔

انوار احمد نے ثروت جہاں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔ پھر خاموش رہے کہ ان کی بیوی اپنی آسائش و آرام کی خاطر ایسا کر رہی ہے۔ ورنہ رئیس احمد سندر کے بنا ایک لمحہ بھی رہنا پسند نہیں کرتے۔

لان میں کرسیاں بچھی تھیں۔۔۔۔۔ ملازم درمیانی سنگ مرمر کی میز پر بڑی نفاست سے مع لوازمات کے چائے رکھ گیا تھا۔ سامنے ثروت جہاں ان کے دوسری طرف انوار احمد اور قریب ہی رئیس احمد بیٹھے تھے۔ کسی عام موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔۔۔۔۔ سامنے مخملی گھاس پر سندر اماں رحمت کے ساتھ

www.pdfbooksfree.pk

گیند سے کھیل رہی تھی۔

ثروت جہاں نے چائے بنا کر انوار احمد اور رئیس احمد کو دی اور ایک کپ خود لے کر بیٹھ گئیں---- پھر ثروت جہاں نے رئیس احمد کے موڈ کو بہتر دیکھ کر کہا۔اب مجھے رخصت کرو بھئی---- بہت دن ہو گئے مجھے آئے ہوئے۔

رئیس احمد ایک دم چونکے۔

آپا---- میں نے کب روکا ہے آپ کو ------- خدا آپ کو گھر میں آباد رکھے۔

انوار احمد بغور بیوی کی طرف دیکھتے رہے اور خاموش چائے کی چسکی بھی لیتے رہے۔

میرا مطلب ہے کہ سندر کو میرے ساتھ روانہ کر دو---- بن ماں کی بچی کیسے رہے گی۔

ثروت جہاں نے بات بڑے کرب سے کی----- جیسے واقعی وہ رضیہ کے لئے مر رہی ہوں۔ویسے اس وقت وہ سندر کے لیے جان وار رہی تھیں۔

آپا---- سندر میری رضیہ کی واحد نشانی ہے۔دل نہیں مانتا اسے جدا کروں۔

رئیس احمد پژمردہ ہو گئے۔

مردوں والی بات کرو رئیس۔ لاہور سے کراچی کوئی کوہ قاف تو ہے نہیں۔تم جب چاہو آسکتے ہو----- ڈرائیور بھی تمہارا گاڑی بھی تمہاری۔

ثروت جہاں بری طرح اصرار کر رہی تھیں۔آخر رئیس احمد نے بہن کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دیے-----

اور دو دن بعد اماں رحمت سندر کو ثروت جہاں کے ساتھ کراچی روانہ کر دیا۔

اور وہ اپنی تنہایاں رضیہ کی یادوں سے مہکانے لگے۔جوں جوں وقت گزر رہا

تھا۔رضیہ کی یادوں کے نقوش ان کے ذہن کی سلیٹ پر ثبت ہوتے جا رہے تھے۔ایک ہی کام تھا۔صبح نماز قرآن سے فارغ ہو کر ناشتہ کرنا اور دفتر----- پھر گھر----سب دوست احباب چھوٹ چکے تھے۔ان کی شرافت کی قسم تو پہلے بھی کھائی جا سکتی تھی---- لیکن اب تو بالکل ہی انہیں عورت نام سے ہی نفرت تھی---- گو بہت دوست احباب چاہتے تھے کہ رئیس احمد دوسری شادی کر لیں---- لیکن وہ صرف رضیہ کی یاد کو ہی اپنانا چاہتے تھے----- شادی سے انہیں چڑ تھی۔

نہ جانے وہ کونسی سوچوں میں مستغرق تھے کہ ایک دم کلاک نے چار بجا دیے۔وہ چونک گئے----- خوبصورت جاپانی کلاک کی سوئی ایک سیکنڈ کھسک گئی تھی۔

چار بج گئے-----

وہ ایک دم کھڑے ہوئے لیکن دوسری مرتبہ دروازے سے اندر آنے والے شخص نے انہیں بٹھا دیا۔

ارے -----انوار تم ------کب آئے-----

رئیس احمد ہنستے ہوئے انوار احمد کو دوسری کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

ابھی ابھی آیا ہوں----- بلکہ گھر بھی اطلاع نہیں کی ------

انوار احمد کچھ تھکے تھکے لگ رہے تھے۔

خیریت تو تھی----گھر میں خیریت ہے نا---- سندر ٹھیک ہے نا------

رئیس احمد کچھ پریشان ہو گئے۔

ہاں ہاں گھر میں سب خیریت ہے-----میں تو آفس سے ہی تمہارے پاس نکل آیا ہوں------

www.pdfbooksfree.pk

انوار احمد پریشان گھبرائی ہوئی گفتگو کر رہے تھے-لیکن اصل مدعا پر نہ آرہے تھے-

آخر بات کیا ہے-تم کھل کر بات کیوں نہیں کر رہے-

رئیس احمد تذبذب کے عالم میں بول رہے تھے-

بات تو سیدھی سادھی ہے----- البتہ آپ سے کہتا ہوا شرمسار ہوں-----

انوار احمد تکلف میں آگئے-

ارے یار سیدھی طرح کہو-----ہم دوست بھی ہیں-----اکھٹے پڑھتے رہے ہیں-----پھر جھجک کیسی؟-

رئیس احمد نے ہر طرح سے ان کی تسلی کرنی چاہی-

دراصل بات یہ ہے کہ میرا باس اپنی بیٹی کی شادی تم سے کرنا چاہتا ہے-

انوار احمد ایک دم کہہ گئے-

شادی مجھ سے-----لیکن انہیں کیسے پتہ چلا کہ مجھے شادی کی ضرورت ہے-

رئیس احمد حیران سے رہ گئے-

خیر بات پتہ لگنے سے رہتی نہیں-ویسے بھی ثروت جہاں کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے-باس کی بیوی اس کی گہری دوست ہے-

انوار احمد نے کرسی پر پہلو بدلا-

ہوں ------ ------ -

رئیس احمد نے صرف ہوں پر ہی اکتفا کیا-

انوار احمد خاموش بیٹھے رہے-یا اپنے سوال کا مثبت جواب چاہتے تھے-

میرا خیال ہے گھر چلتے تو بات ہوتی-

رئیس احمد نے کہا-

نہیں یار وہاں کون سی ہماری بھابی بیٹھی ہوئی ہے-

انوار احمد نے زخم کرید دیا-وہ رئیس احمد کو مائل کرنا چاہتے تھے-

یہ آپ نے کیا کہہ دیا------

رئیس احمد بڑے افسردہ ہو گئے-

اسی لئے تو میں چاہتا ہوں کہ شادی کر لو------کم از کم دروازہ تو کھلا رہے-

انوار احمد انہیں قائل کرنا چاہتے تھے-

تمہاری بات درست ہے-عورت سے ہی گھر کا دروازہ کھلا رہتا ہے-

تو پھر شادی کیوں نہیں کرتے-----باس-----فتح علی بہت اصرار کر رہا ہے-

وہ بے تکلف ہو گئے-

ارے بھئی میں شادی نہیں کرتا-----نفرت ہے مجھے شادی سے-----

رئیس احمد جھنجلا اٹھے-

خیر کوئی بات نہیں ------میں جا رہا ہوں ----- اس سلسلے میں تمہاری بہن بات کرے گی-

انوار احمد کھڑے ہو گئے-

ارے بیٹھو یار کھڑے کیوں ہو-----چائے تو پی لو------

وہ ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولے-

No Thank you ______

انوار احمد پلک جھپکتے ہی دروازے سے باہر نکل گئے-

عجیب مصیبت میں پھنس چکا ہوں-

وہ اپنے آپ کو گرداب میں پھنسا ہوا سمجھنے لگے-----نہ کنارا ملے نہ ڈوب سکیں-

www.pdfbooksfree.pk

چند دن یوں ہی گزر گئے----- عجیب عجیب سوچوں نے ان کے گھر کا راستہ دیکھ لیا تھا-اسی سوچ کے تحت وہ کراچی جانے کے لئے تیار ہو گئے-

2

آج موسم قدر آبر آلور تھا-

ٹھنڈی ٹھنڈی پھولوں سے مس ہوتی ہوئی ہوائیں چل رہی تھیں- آفتاب اور بادل آپس میں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے-کبھی بادل کا آوارہ شریر ٹکڑا آفتاب کے روشن چہرے کو ڈھانپ لیتا تو ساری کائنات حسین سرمئی رنگ میں ڈوب جاتی-فضا میں ایک نشہ سا طاری ہو جاتا-اگر آفتاب من مانی کرنے پر آجاتا تو بادلوں کی دبیز چادر ہٹا کر پوری دنیا کو منور کر دیتا ------ بے شک آفتاب کا بے نقاب ہونا برا نہیں لگتا تھا-----کیونکہ جاڑے کی آمد آمد تھی-موسمی تبدیلی شروع ہو چکی تھی-ثروت جہاں کئی دنوں سے صاحب فراش تھیں موسمی بخار' نزلہ زکام سے جسم ست ست لگ رہا تھا-لیکن بھائی کو دیکھ کر ان کی بیماری یکسر ختم ہو گئی-

ابو جی----- اماں رحمت کی گود سے اچھل کر نسندر رئیس احمد کے پاس آگئی-

میرا بچہ-----ٹھیک تو ہے-

سندر محبت سے رئیس احمد کے ساتھ لپٹ گئی-اور انہوں نے سندر کو ساتھ لپٹا لیا-

نصیب دشمناں آپا کیا بات ہے-----

وہ سندر کو لے کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے-----

ثروت جہاں نے کرسی پر بیٹھتے ہی رومال سے نصف چہرا چھپا لیا-اور سسکی

طرف منہ کر کے زور دار چھینک ماری-

بیگم کو کئی دنوں سے نزلہ زکام ہے-

انوار احمد مسکرا کر بولے-

تو کون سے ڈاکٹر بلوائے میرے لئے-----یہاں تو کسی کا کوئی احساس ہی نہیں-

وہ حسب عادت ہاتھ نچا کر بولیں-

منع کس نے کیا-----چلی جاتی نا کسی ڈاکٹر کے پاس-

انوار احمد بڑے نرم انداز سے بولے-

ایک دم زلزلہ آگیا----- بابر ہاتھ میں بیٹ لئے لان میں بھاگا آیا-

بوڑھا ملازم اس کے تعاقب میں تھا-

کیا بات ہے بابا-----

رئیس احمد بولے-

ہمارے ڈرائینگ روم کے شیشے توڑ دیے اس نے-بیگم صاحبہ-

بوڑھا بری طرح ہانپ رہا تھا-

انوار احمد سیخ پا ہو کر چلائے-----خبیث----- میں تیری خبر لیتا ہوں-

وہ تھپڑ مارنے کے لیے جھکے-

مگر رئیس احمد نے ہاتھ روک دیا-

ارے چھوڑو انوار----- بچے ہو کیا-----

دل چاہتا ہے اس لڑکے کی ہڈی پسلی ایک کر دوں-سارے محلے والوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے اس نے-

انوار احمد بڑے جھنجلائے ہوئے تھے-

بیٹے کی یوں بے قدری ہوتے دیکھ کر ثروت جہاں نے کرسی پہ پینترا بدلا اور تلخی سے بولیں-

www.pdfbooksfree.pk

شیشے توڑ دیے ہیں یا کسی کی ٹانگ توڑ دی ہے۔سارے محلے نے آسمان سر پر اٹھا لیا ہے۔

ثروت جہاں کو چلاتا ہوا دیکھ کر بوڑھا بڑی تیز رفتاری سے گیٹ سے نکل گیا۔

بس بھئی بس ---- ماحول خوفناک نہ بناؤ --- دونوں ہنس دو اب۔ رئیس احمد بڑی خوشدلی سے میاں بیوی میں صلح کروانے کے موڈ میں تھے۔ اور انوار احمد کچھ یاد کر کے ہنس دیے۔

ہم کہاں ناراض ہوتے ہیں --- بیگم کا موڈ خوامخواہ ہی بگڑ جاتا ہے۔

اجی بس کرو --- جانتی ہوں میں ---

ثروت جہاں ناک چڑھا کر بولیں۔

اس کے ساتھ ہی سب ہنس دیے۔

ارے ہاں ---- رئیس تم سے ایک بات کرنا تھی۔

ثروت جہاں کو کچھ یاد آگیا۔

جی ہاں کہیئے۔

رئیس احمد کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔

تمہارے لئے بہت اچھا رشتہ تلاش کیا ہے---- انکار نہیں کرنا۔

اچھا ---- فتح علی کا----

رئیس احمد مذاق کے موڈ میں تھے۔

ارے بھئی ان کا نہیں ---- ان کی بیٹی ہے---- مہ پارہ ----

انوار احمد فوراً بولے۔

نام تو کیا خوب ہے---- چاند کا ٹکڑا----

رئیس احمد بولے۔

اور واقعی وہ چاند کا ٹکڑا ہے---- رئیس تم دیکھو تو حیران رہ جاؤ۔

ثروت جہاں مسکہ لگا رہی تھیں۔

اچھا---- بہت خوبصورت ہے----

رئیس احمد بولے۔

ہاں بالکل بہت ہی---- اس کی تو آنکھ کا بھی جواب نہیں۔

ثروت جہاں نے پھر اور خوبی بیان کی۔

آپ اس مخمصے میں مت پڑیئے---- میں اب شادی نہیں کروں گا آپا۔

ہائے ہائے یہ کیسی بات کر رہے ہو---- ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے--

میں تو اپنے بھائی کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتی ہوں۔

وہ آخری فقرے پر آنکھوں میں آنسو لاتے بولیں۔

ہاں رئیس مان لو ہار ---- شادی کر لو-- بہت اچھا رہے گا---- خدا ہیں بیٹا دے ---- تمہاری نسل آگے بڑھے----

نسل بڑھا کر کیا کر لیں گے ہم لوگ ---- خوامخواہ آبادی میں اضافہ----

کونسے خدا کو تلاش کرتے ہیں جو ہماری نسل کا نام روشن کرے گی----

رئیس احمد ناگوار انداز میں بولے۔

تمہیں شوق نہیں آتا کہ تمہارا بھی بیٹا ہو۔

ثروت جہاں نے جیسے جوش دلایا۔

جی نہیں---- سندر مجھے کئی بیٹوں سے زیادہ عزیز ہے۔ ہم لوگ بیٹے کی ں میں ساری زندگی داؤ پر لگا دیتے ہیں---- اور جب بیٹا اپنے قدموں پر کھڑا تا ہے---- تو وہ باپ کو دقیانوس کہتا ہے---- ماڈرن دولت مند بیوی کے منے باپ تصور کرنے سے انکار کرتا ہے---- ماں کو گھر کی بوڑھی ملازمہ سمجھتا ---- بیٹی تو ایک نعمت ہے جو خداوند کریم نے دے دی ہے۔ سو خدا کا لاکھ ہے۔ اب کوئی شادی نہیں کرنا مجھے۔

وہ آرام کرسی پر ٹیک لگا کر آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔

www.pdfbooksfree.pk

انوار احمد اور ثروت جہاں نے معاملہ کسی اور وقت کے لئے چھوڑ دیا۔
لیکن ثروت جہاں جب تک بات کو مکمل نہ کر لیں انہیں چین کہاں
تھا۔ ابھی رئیس احمد یہیں تھے۔۔ ثروت جہاں جتنی جلدی ہو سکے سندر کو بابر
لئے مانگ لینا چاہتی تھیں۔ شام کی چائے کے بعد فوراً" وہ پھر رئیس احمد کے
پر سوار ہو گئیں۔ قریب ہی انوار احمد بیٹھے تھے۔ کسی غیر اہم موضوع پر بحث
رہی تھی۔

رئیس احمد ۔۔۔۔۔۔۔۔

ثروت جہاں قریب جا کر بولیں۔

آیئے آپا۔۔ بیٹھے۔

رئیس احمد پہلو بدل کر بولے۔

تم سے آج کسی اہم موضوع پر بات کرنی ہے۔

وہ قریب ہی بیٹھ گئیں۔ انوار احمد سمجھ گئے تھے کہ وہ کیا بات کریں گ
اس کے لئے انہیں منع بھی کر چکے تھے کہ ابھی اس بات کا موقعہ نہیں ہے
وہ ٹلنے والی کہاں۔۔۔۔ آج موقعہ ہاتھ آیا اور چلیں بات کرنے۔

کیسے آپا۔۔ ایسی کون سی بات ہے۔۔۔۔ جو اہم موضوع میں شامل ہو

رئیس احمد ہونٹوں کو تبسم کرتے بہن کی طرف رخ بدلتے ہوئے بو

بات سیدھی سادھی ہے سندر کو اب میری بیٹی ہی رہنے دو۔

ثروت جہاں نے تمہید باندھی۔

ایسی کوئی بات نہیں آپا۔ سندر آپ کی ہی بیٹی ہے۔

رئیس احمد دور جدید کے تعلیم یافتہ نوجوان تھے۔ وہ اس قسم کی دقیانو
کو جلد سمجھ نہ سکتے تھے۔

تم میری بات سمجھے ہی نہیں۔۔۔۔ یعنی کہ سندر میرے بابر کی
ہے۔۔۔۔

ثروت جہاں نے پورا زور لگا کر آگے جھکتے ہوئے کہا۔

جی ۔۔۔۔۔ کیا مطلب آپا۔۔۔۔

وہ حیرت زدہ سے انوار احمد کا چہرا تکنے لگے۔۔۔۔ جنہیں اپنی بیوی پر بہت
صہ آ رہا تھا۔

ارے بھئی میں نے سندر کو اپنے بابر کے لئے مانگ لیا ہے۔

ثروت جہاں نے اپنے شوہر انوار احمد کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر
داری کے تاثرات دیکھ کر وہ کھسیانی سی ہنسی ہنس دیں۔

بچپن میں ایسے فیصلے نادانی ہے آپا۔۔۔۔ اگر ان کے خیالات میں ہم آہنگی
ئی تو ٹھیک ہے۔

رئیس احمد خاموشی کے بعد بولے۔

بچوں کی ہم آہنگی والدین کے خیالات سے ہی بنتی ہے۔

جیسے ثروت جہاں نے رئیس احمد کو سمجھایا۔

بیگم صاحبہ۔ بعض اوقات والدین کے ارادے بچے خاک میں ملا دیتے ہیں۔

انوار احمد نے خود ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

اجی بس بھی کریں۔ کوئی نہ کوئی بات جلی ہوئی ضرور کرنا۔

ثروت جہاں کو شوہر کی بات پر غصہ آگیا۔

اچھا بھئی آپا۔۔۔۔ خاطر جمع رکھو۔ بچے جوان ہو جائیں گے تو دیکھا جائے

وہ دونوں میاں بیوی کو لڑتا جھگڑتا دیکھ کر اٹھ گئے۔

انوار احمد خاموش بیٹھے رہے۔

www.pdfbooksfree.pk

3

وقت دبے پاؤں گزرتا چلا گیا۔

موسموں کے تغیر و تبدل۔ اجالے کی روشنی۔ تاریکی کی تیرگی جوں کی تو
سلامت رہی۔ وہی بہاروں کی مدھر مدھر رم جھم اور وہی خزاں کی چیرا دستیار
کائنات کا نظام جوں کا توں رہا لیکن سندر نے بچپن سے قدم نکالا تو جوانی کی طر
بڑھایا۔ جوانی قیامت خیز آئی وہ اب پندرہ سال پہلے کی گول مٹول سندر نہ
بلکہ کلی بن چکی تھی۔ وہ ایسا پھول تھی جس کی خوشبو سونگھنے کے لئے ہر کوئی
تھا۔ اس کا تھرکتا ہوا کومل بدن جیسے بہتے دھارے کی طرح------

یا کوئی جھرنا پھوٹ پڑے۔ اس کا نکھرتا ہوا سفید رنگ۔ بڑی بڑی با
آنکھیں۔ پلکوں کی گھنی جھالروں میں ہمیشہ خواب آگیں رہتیں۔ ٹھوڑی کے
سیاہ تل۔ جیسے حسن پر دربان بٹھا رکھا ہو۔ نازک شانوں پر سیاہ زلفیں ج
ترتیب بکھری رہتیں۔ جن کے بارے میں وہ اکثر لاپرواہ رہتی۔

اماں رحمت اب بہت بوڑھی ہو چکی تھی۔ گو اس کا منہ دانت
گراں باری سے سبکدوشی حاصل کر چکا تھا۔ بالوں کی سیاہی خیرباد کہہ چکی
لیکن پھر بھی اتنی صحت مند تھیں کہ اپنا اور سندر کا کام خود کر سکتی تھیں۔
کے ناز اٹھانے والی صرف وہی ایک ہستی رہ گئی تھی۔ بے شک سندر
تربیت میں ثروت جہاں کی محبت کا بڑا ہاتھ تھا۔ سندر کو بڑی چاہت و محبت
پروان چڑھایا تھا۔ لیکن سندر کی بہتر تربیت کرنے میں اماں رحمت کا بھی
تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اماں رحمت ابھی تک سندر کے لئے زندہ تھی
جوں وقت گزرتا گیا------ اماں رحمت کے حقوق سندر پر مضبوط ہو
سندر کو بھی رحمت کی موجودگی میں ماں کی کمی محسوس نہ ہوئی۔ سندر
لڑکپن اور جوانی سب رحمت کے ہاتھوں پروان چڑھا تھا۔ سندر جو
محبت کرتی تھی------ اسی وجہ سے رئیس احمد نے اماں

سندر کے ساتھ ہی ثروت جہاں کے پاس بھیج دیا تھا۔

4

ہاتھ میں ریکٹ جھولاتا وہ کھٹ سے اندر داخل ہوا۔ ایک دم جیسے وہ سکتے
میں آگیا۔ سفید لباس میں وہ کوئی آسمانی مخلوق نظر آرہی تھی۔ آئینے کے سامنے
کھڑے ہو کر وہ تراشیدہ بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ سندر کس قدر حسین ہے۔

وہ سوچتا رہ گیا۔

اچانک آئینے میں ہی سندر ہی کی نظریں بابر سے ٹکرائیں۔

سندر نے ایک خفیف جھٹکے سے بالوں کو شانے پر گرایا۔

تم دستک دے کر کیوں نہیں آئے۔

سندر کو ناگوار سا لگا۔ کہ بہت دیر دہلیز پر کھڑا رہا۔

مگر اچانک آجانے میں کیا حرج ہے۔

وہ اور قریب آگیا۔

مجھے ایسی بے تکلفی پسند نہیں۔

سندر قریب کے صوفے پر بیٹھ گئی۔

جب ایک ساتھ رہیں گے تو بے تکلفی تو ہو گی۔

وہ بڑی بے باکی سے سندر کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

جی نہیں---- ایسی بے تکلفی مجھے بالکل پسند نہیں۔

وہ آنچل کے کونے کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے بولی۔

اچھا لان میں چلو------ بیڈ مٹن کھیلیں۔

وہ سندر کے سر پر ریکٹ کی جالی مارتا ہوا بولا۔

میں تو ریحانہ کے ہاں جا رہی ہوں۔

سندر سادگی سے بولی۔

www.pdfbooksfree.pk

یہ کوئی جانے کا وقت ہے---- بابر نے کہا۔

سندر اٹھتے ہوئے بولی۔

یہی تو وقت ہے۔

اچھا ---- جھپک کر بابر نے سندر کی کلائی پکڑی اور لان میں گھسیٹتا ہوا لے گیا۔

وہ چیختی رہی۔

لیکن بابر نے اس کی ایک نہ سنی۔

بالکونی کا زینہ اترتے ثروت جہاں نے بابر کو پکارا۔

اے ہے یہ کیا۔ لڑکے کیوں اسے گھسیٹے جا رہا ہے۔ کہیں چوٹ لگ نہ جائے میری بچی کو۔

وہ لان میں ہی اتر گئیں۔

کیا بات ہے---- کیوں تنگ کر رہا ہے میری بیٹی کو۔

میں اسے ریحانہ کے ہاں نہیں جانے دوں گا۔

بابر نے دونوں ہاتھوں کو کولہوں پر رکھا۔

ریحانہ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ کیوں نہ جاؤں اس کے گھر۔

سندر کو غصہ آ گیا۔

ثروت جہاں دونوں کی نوک جھونک سے بڑی خوش ہو رہی تھیں۔

اے بیٹا۔ ریحانہ اچھی لڑکی ہے۔

ثروت جہاں نے کہا۔

مجھے اس کا ماحول پسند نہیں۔

بابر نے شریر نظریں منہ بسورتی سندر پر ڈالیں۔

تمہیں اس سے کیا---- میں خود ذمہ دار ہوں اس بات کی---- اچھے برے کی مجھے تمیز ہے۔

سندر نے گردن اکڑ کر سر کو جنبش دی۔

بس بس ----- جو -------------

لیکن بابر کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ثروت جہاں غرارہ سنبھالتی وہاں سے چل دیں۔

تم دونوں کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ جو جی میں آئے کرو----

تم وجہ تو بتاؤ--- جانے میں کیا قباحت ہے۔

سندر نے کہا۔

وجہ صرف یہ ہے کہ جس گھر میں نوجوان لڑکے ہوں گے----- تم وہاں نہیں جاؤ گی۔

بابر نے صحیح طور پر دل کی بات کہہ دی۔

میرا وہ کیا بگاڑ لیں گے۔

بھولی بھالی ابھی بابر کے مطلب کو سمجھ ہی نہ پائی تھی۔

بگاڑ نہیں بگڑ جاتا ہے۔

بابر نے کہا۔

کیا مطلب؟

سندر نے یاقوتی ہونٹوں کو حیرانی سے کھولا۔

اچھا چھوڑو اس بحث کو ----- چلو کوٹ میں -----

بابر نے کہا۔

سندر بھی خاموش گراؤنڈ میں چل دی۔

شام تک وہ دونوں کھیلتے رہے۔

شام کے دھندلکے چھانے لگے تھے۔

سندر اور بابر اپنے اپنے کمروں میں لوٹ آئے تھے۔ وہ آج قدرے پژمردہ سی نظر آ رہی تھی۔--- بابر کی خوامخواہ مداخلت اس کی طبیعت پر گراں گزرتی

www.pdfbooksfree.pk

تھی۔۔۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بابر کا اس پر اس قدر اختیار ہو کہ وہ اپنی مرضی
بھی نہ کر سکے۔ چپ چاپ سی وہ اندر آتے ہی لیٹ گئی۔

بی بی کھانا تیار ہے۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔

سندر نے کہا۔

بھوک نہیں ہے۔۔۔ لیکن کیوں؟۔۔۔۔۔۔

اماں رحمت کمرے میں داخل ہوتے بولیں۔

ہاں اماں بھوک نہیں ہے۔

سندر نے کہا۔

لیکن بات کیا ہے۔۔۔۔۔ مجھے بھی کچھ پتہ چلے لڑکی ۔۔۔۔۔۔ کہ خود
جی جلاتی جائے گی۔

اماں رحمت کی پیار بھری گھرکی میں شدید پریشانی کا عنصر غالب تھا۔

پہلے یہ بتاؤ۔۔۔۔ ہم اپنے گھر کب جائیں گے۔

وہ بہت مضطرب لگ رہی تھی۔

ہیں۔۔۔۔ تمہیں ایک عرصہ بعد جانے کا خیال کیسے آگیا۔

ہاں اماں۔ میں تو ایک لمحہ رہنے کو تیار نہیں۔

وہ بڑی ناگواری سے بولی۔

بیٹی۔۔۔۔۔ میری جان۔۔۔۔۔

اماں رحمت اٹھ کر سندر کے پاس چلی گئی۔

بابر میری ہر بات میں ٹانگ اڑاتا ہے ۔۔۔۔ میں بالکل برداشت
کروں گی۔

ہوں؟ ۔۔۔۔۔۔

اماں رحمت نے صرف ہوں پر ہی اکتفا کیا۔ وہ تو ایک ملازمہ تھی

اندازی بھی معیوب تھی۔

بس میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔

سندر نے اٹل فیصلہ کیا۔

تمہاری مرضی ہے بیٹی ۔۔۔۔۔۔ جیسے تم چاہو۔

بس درست ہے۔۔ یہاں بات بات کی پابندی بہت بری لگتی ہے مجھے۔

ادھر ملازمہ نے کہہ دیا۔

سندر بی بی کو بھوک نہیں ہے۔

بابر ایک دم سے چونکا۔

بھوک نہیں ہے۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ثروت جہاں نے کہا۔

کچھ خفا سی لگ رہی تھیں سندر بی بی۔

ملازمہ نے کہا۔

یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔۔۔۔ تم نے اسے ریحانہ کے ہاں جانے سے
منع کیا تھا۔

ثروت جہاں نے بابر کی طرف آنکھیں نکالیں۔

تم کون ہوتے ہو اسے منع کرنے والے۔

انوار احمد کو بھی اچھا نہ لگا۔

میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنی دوستوں کے گھر جائے۔

بابر کھڑا ہو گیا۔

لیکن انوار احمد نے اس کی اس بات کا نوٹس ہی نہیں لیا۔

رئیس احمد اب ویسے بھی سندر کو لے جانا چاہتے ہیں۔

انوار احمد نے کہا۔

کیا کہا آپ نے۔

www.pdfbooksfree.pk

ثروت جہاں نے لقمہ نگل کر کہا۔

آج ان کا خط آیا ہے کہ سندر کو تیار کر دیں۔۔۔۔ کسی دن آکر اسے لے جائیں گے۔

ثروت جہاں پر جیسے بجلی گری ہو۔

میں تو چاہتی ہوں کہ بابر اور سندر کی منگنی ہو جائے۔

تمہیں جلدی کس بات کی ہے۔

انوار احمد زچ ہو کر بولے

سندر ویسے بھی بابر کی پسند ہے۔۔۔۔۔ خوبصورت ہے۔۔۔۔ اور بے شمار جائیداد کی مالک۔

ثروت جہاں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ دولت پرست تو وہ شروع سے تھیں۔ سندر تو ان کے لئے سونے کی چڑیا تھی۔۔۔۔۔ وہ ہاتھ آئی چڑیا کو کیسے چھوڑ سکتی تھیں۔

سندر بیٹی تم نے کھانا نہیں کھایا۔۔۔۔۔ چلو کھاؤ کھانا۔

ثروت جہاں ملازمہ کے ہاتھوں میں بڑی سی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئیں۔

انہیں دیکھ کر اماں رحمت اور سندر سیدھی بیٹھ گئیں۔

اماں تم بھی کھاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔ یہاں رکھ دو۔۔۔۔۔۔۔۔

ثروت جہاں نے ملازمہ سے کہا۔

ملازمہ نے کھانا درمیانی میز پر رکھ دیا۔ خود چلی گئی۔

ثروت جہاں کے کہنے پر سندر نے کھانا تناول کیا۔ اماں رحمت نے چند لقمے زہر مار کئے۔۔۔۔۔ وہ پریشان سی ہو گئی تھی۔

اماں تم بھی کھانا کھا لو۔۔۔۔۔

ثروت جہاں نے اٹھتے ہوئے کہا۔۔۔۔ اماں رحمت کو گھریلو فرد کی حیثیت

تھی۔

کھا لوں گی بیٹا۔

اماں رحمت نے تسبیح ایک طرف رکھ کر کہا۔

اور ثروت جہاں کمرے سے نکل گئیں۔

میری بچی ذہن کو فارغ کر۔۔۔۔۔ اس طرح غصے سے صحت خراب ہو جاتی ہے۔

اتنا اچھا پروگرام تھا جو اس بابر کی وجہ سے مس ہو گیا۔

وہ اپنے اندر محرومیت کا احساس جگائے بیٹھی تھی۔

کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ دل چھوٹا نہ کرو۔۔۔۔ پھر کبھی چلے جانا۔

اماں رحمت نے اس کے چہرے پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا۔۔۔۔۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور وہ حسب عادت اماں رحمت کی گود میں سر رکھے گہری نیند سو گئی۔

دوسری صبح وہ پھر کالج چلی گئی۔ کئی دن یوں ہی گزر گئے۔ بابر سے کم ہی بول چال تھی۔ اس کی عادات اسے پسند ہی نہیں تھیں۔ کالج میں اس نے ریحانہ سے معذرت کر لی اور دل کا بوجھ ہلکا کئے لوٹ آئی۔ آج بہت دن ہو گئے تھے۔ وہ کہیں باہر نہ گئی تھی۔۔۔۔۔ اور نہ اپنی کسی سہیلی سے ملی تھی۔ ویسے بھی بابر کی بے جا مداخلت نے اس کا دل اچاٹ کر دیا تھا۔ وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں رہنا پسند کرتی یا اماں رحمت کے ساتھ گفتگو کر لیتی۔

دوپہر ایک بجے کا ٹائم ہو گا۔ وہ کتابیں اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔ اماں رحمت موجود نہ تھی۔ اکثر وہ ہی اس کی کتابیں تھام لیتی تھی۔ وہ تھکی تھکی تپائی پر کتابیں رکھے پلنگ پر نیم دراز بیٹھ گئی۔ اور لیٹنے کے ہی انداز میں سر تکیے پر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔

بیٹی۔ میری بچی۔ کیا بات ہے۔۔۔۔ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری۔

اماں رحمت تشویش ناک انداز میں بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

ٹھیک ہوں۔ سر میں درد ہے۔

سندر نے کہا۔

چائے لاؤں۔

اماں رحمت نے کہا۔

نہیں اماں ------ بھوک بہت ہے۔ میرا خیال ہے کھانا تیار ہو گا۔

سندر نے کلاک کی طرف دیکھا۔

ہاں تیار ہو گا---- دو بجنے کو آئے ہیں----- میں دیکھتی ہوں -----

ایک تو اللہ مارا خانساماں دیر بہت لگاتا ہے۔

اماں رحمت کمرے سے باہر جاتے جاتے بولی۔

سندر نے مسکرا کر کروٹ لے لی۔

اماں رحمت کے جاتے ہی وہ چھڑی گھماتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

ایک تو تمہارے محافظ مجھے اچھے نہیں لگتے۔

وہ سندر کے قریب کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

تم بھی ان محافظوں میں شمار ہو۔ کیا خیال ہے اپنے بارے میں۔

سندر نے بڑا ترش لہجہ اپنا لیا تھا۔

میں تو ہوں تمہارا محافظ-------- اور میں ہمیشہ رہوں گا۔

بابر نے چھڑی گھما کر سینہ تان لیا۔

یہ وہم ہے تمہارا---- وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

سندر کو بابر کا انداز پسند نہ آیا۔

کیا جا رہی ہو----- بیٹھو نا ---------

بابر نے بے تکلف جھک کر سندر کا بازو تھام لیا۔

نازک کومل سی سندر بابر کی گود میں گرتے گرتے بچی---- لیکن اس نے فوراً" اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کیا کرو۔

وہ اس وقت ناراض لگ رہی تھی۔

قسم اللہ کی اس وقت کون کافر تمہیں نہ چاہے گا۔

عین اس وقت اماں رحمت اس کے لئے کھانا لئے آگئی۔

بری طرح سٹ پٹا کر بابر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

آؤ میری پیاری اماں ----- بہت اچھا کیا تم آگئیں۔

وہ بابر کو چھیڑتی ہوئی اماں رحمت سے بولی۔

اور وہ جل بھن کر راکھ ہو گیا۔

تم نے ڈائنگ روم میں کھانا کھانا کیوں چھوڑ دیا۔

بابر جھلا کر بولا۔

جہاں میری مرضی میں کھاؤں گی۔ مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔

وہ لاپرواہ سے سالن والے ڈونگے کا ڈھکنا اٹھاتے بولی۔

بیٹھو بیٹا---- کھانا کھا لو۔

اماں رحمت نے دیکھا کہ وہ جا رہا ہے۔

شکریہ۔

اور وہ کمرے سے نکل گیا۔

سندر نے بابر کے جانے کے بعد سکھ کا سانس لیا۔

کیا بات ہے بیٹی----- بہت گہرا سانس لیا تم نے۔

اماں رحمت نے تذبذب کے عالم میں سندر کو دیکھا۔

نہ جانے کیوں اب مجھے بابر کی عادتیں اچھی نہیں لگتیں۔

سندر ناگوار تاثرات چہرے پر ڈالتے ہوئے بولی۔

نہیں نہیں میری جان ----- بابر کے بارے میں ایسا خیال مت جی میں لاؤ۔

www.pdfbooksfree.pk

اماں رحمت دور بین نظر رکھتی تھی۔

کیوں۔؟

سندر نے منہ کھولا۔۔۔۔ جیسے بند کلی ایک دم چٹک گئی ہو۔

بیٹی مستقبل میں اس کی شادی تم سے ہو گی۔

بوڑھی اماں رحمت نے بے دھڑک کہہ دیا۔

اماں ۔۔۔۔۔۔ یہ تو سوچنا بھی نا ۔۔۔۔۔۔۔۔ جو شخص مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا ۔۔۔۔۔ اس سے زندگی بھر نباہ کیسے کر سکتی ہوں۔

وہ اداس ہو گئی۔

اچھا اچھا کھانا تو کھاؤ۔۔۔۔۔ پریشان نہ ہو ۔۔۔۔۔ میری زندگی رہی تو جو تو چاہے گی وہی ہو گا۔

اماں رحمت بڑے وثوق سے سندر کو تشفی دینے لگی۔

تمام رات یوں ہی گزر گئی۔ وہ کھانا کھا کر پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔

اور اماں رحمت برتن اٹھا کر لے گئی۔

اس نے بچپن لڑکپن اسی گھر میں گزارہ تھا۔ لیکن اب وہ اپنے گھر میں جانے کے لئے بضد تھی۔۔۔۔۔ جہاں وہ پیدا ہوئی تھی۔ جو اس کے باپ اور ماں کا گھر تھا۔

ابھی پوہ پھوٹی بھی نہ تھی۔ کہ ٹیلی فون کی آواز پر ثروت جہاں چونک گئیں۔

اللہ خیر کرے۔۔۔۔ اس وقت کس کا فون آگیا۔

وہ تسبیح کرتے کرتے بولیں۔

بیگم صاحبہ آپ کا فون ہے۔

عین ملازم نے اطلاع دی۔

اچھا۔

ہیلو ۔۔ ہیلو ۔۔۔۔ وہ بڑے مضطرب انداز میں منہ کو آگے کی طرف کرتے

بولیں۔

دوسری طرف رئیس احمد بول رہے تھے۔ وہ سندر کو لے جانے کے لے مصر تھے اچھا بھائی صاحب تم کہہ رہے ہو تو ۔۔۔۔۔ ہم کون ہوتے ہیں روکنے والے۔

ثروت جہاں نے دلگیر آواز میں کہا۔

آپ گھبرایئے نہیں۔۔۔۔۔ سندر ہفتے عشرے آپ سے مل جایا کرے گی۔

رئیس احمد نے کہا۔

دور رہ کر ایسا کون سوچتا ہے۔

ثروت جہاں نے کہا۔

میں اسی ہفتے کسی دن آجاؤں گا۔ اور اچانک لائن کٹ گئی۔

وہ افسردہ افسردہ سی واپس کمرے میں آگئیں۔

سولہ سترہ سال جس گھر میں بسر کئے تھے۔۔۔۔ ان کو اس کے جانے کا افسوس تو تھا۔ ثروت جہاں کو یہ دکھ تھا کہ کہیں سونے کی چڑیا ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ لیکن پھر انہیں بھائی پر مکمل اعتماد تھا۔

سندر کے جانے میں چند دن باقی تھے۔ اماں رحمت خود سمجھدار عورت تھی۔ ہر چیز سنبھالتی جا رہی تھی۔ تاکہ وقت مقررہ پر کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔اماں ۔۔۔۔۔۔۔۔ سندر نے رحمت کو پکارا۔

جی بیٹی۔

اماں رحمت الماری میں سے چیزیں نکالتے ہوئے بولی۔

یہ پینٹنگ لے نہ جاؤں۔

وہ سامنے اپنی بنی ہوئی تصویر کو بغور دیکھ کر بولیں۔

ضرور لے جاؤ بیٹی۔۔۔۔۔ اتنی محنت سے تو بنائی تھی تم نے۔

اماں رحمت نے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

کون سا کام ہے جو محنت سے نہیں ہوتا۔

اندر آتے ایک دم بابر بولا۔

ارے آپ ------ سندر ہنس دی----

بڑی خوش ہو ------

بابر نے طنزاً کہا۔

ہاں ---- بابر میں بہت خوش ہوں--

سندر نے دونوں ہاتھوں کو گود میں رکھ کر کہا۔ اس کے چہرے پر خوشیوں کے پھول کھل رہے تھے۔

تمہیں یہاں سے جانے کی خوشی ہے۔

بابر کا انداز سوالیہ تھا۔

ہاں۔ بہت خوشی ہے۔

وہ بغیر سوچے سمجھے کہہ گئی۔

ہماری محبتیں بے کار گئیں۔

بابر خفا سا ہو گیا۔

بابر تم خفا مت ہو جاؤ۔ اپنا آشیانہ تو پرندوں کو بھی اچھا لگتا ہے۔

وہ کھو سی گئی۔

بابر اداس نظر آرہا تھا۔

تم اداس ہو۔

سندر نے چونک کر کہا۔

ہاں ---- میں تمہیں بہت میس کروں گا۔

وہ اداس لہجے میں بولا۔

اس میں اداسی کی کوئی بات نہیں---- زندگی میں لوگ ملتے بھی ہیں اور بچھڑتے بھی۔

سندر کا انداز لاپرواہ سا تھا۔ محبت نام کی کوئی چیز اس کے اندر نہ تھی۔

لیکن میں تم سے بچھڑنا نہیں چاہتا۔

بابر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ ایک بجلی کوندی اور بابر کو جلا کر راکھ کر گئی۔ لیکن سندر کی بڑی بڑی آنکھوں میں بے اعتنائی اور لاپرواہی کی چمک پیدا ہو چکی تھی۔

تمہیں مجھ سے بچھڑنے کا غم نہیں۔

بابر نے غلط فہمی دور کرنا چاہی۔

تم سے جدائی کا کیا ہے-- مل لیا کریں گے ---- میں ابو سے اٹھارہ سال جدا نہیں رہی۔

وہ بابر کو سمجھانے کے موڈ میں تھی۔ لیکن وہ سمجھ چکا تھا کہ ان تلوں میں تیل نہیں---- سندر کے من میں اس کا بالکل دھیان نہیں۔

لیکن ایسی بھی کوئی بات نہیں---- سندر اسی کی ہے---- اس کے جیتے جی کوئی اور اس کا نہیں ہو سکتا۔

وہ محبت کی دوری اور نزدیکی کے گرداب میں غوطے کھاتا رہا۔

بابر ------ کیا سوچنے لگے----

وہ جھک کر بولی۔

تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔

بابر کسی طرح اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتا تھا----

میرے بارے میں تمہیں سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں ---- میں کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جو تمہیں کبھی نظر نہ آسکوں۔

سندر نے لاپرواہی سے دیوار پر لگی اپنی بنائی ہوئی پینٹنگ اتار لی۔

یہ بھی ساتھ لے جاؤ گی ---- دیوار کو برباد کر دیا تم نے۔

بابر چونک سا گیا---- وہ نہ جانے کیوں چاہتا تھا کہ سندر اپنی کوئی چیز نہ

www.pdfbooksfree.pk

لے کر جائے---- اٹھارہ برس کی یادوں کو جوں کا توں رہنے دے۔

میری بنی ہوئی ہے----

سندر نے کہا۔

تو کیا ہوا---- یہ اسی جگہ پر اچھی بجتی ہے۔

بابر نے تصویر پکڑ کر واپس اس کی جگہ پر لگا دی۔

سندر نے ضد نہ کی اور خاموش دوسری چیز کی طرف متوجہ ہو گئی۔

یہ بھی چند دن گزر گئے----

وہ آئی اور جھونکے کی طرح چلی بھی گئی۔ رئیس احمد سندر کو لے گئے تھے---- ثروت جہاں کو اس کے جانے کا بہت دکھ تھا۔ لیکن بھائی کے سامنے ان کی ایک نہ چلی---- وہ خاموش آنے والے وقت کے انتظار میں بیٹھ رہیں۔

5

اماں رحمت لان میں تخت پر بیٹھی تسبیح کرنے میں مصروف تھی۔ سندر اپنے گھر آئے ہوئے تقریباً ایک ماہ ہو گیا۔ اس نے بی اے میں داخلہ بھی لے لیا تھا۔ رئیس لاج کے مکیں بہت خوش تھے۔ سندر کی خوش طبع اور نرم طبیعت ـ کوئی ملازم اس سے دور نہیں تھا۔ بلکہ سب بہت محبت کرنے لگے۔

بیٹی سندر----

بابا رحمو چائے ہاتھ میں پکڑے سندر کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔

لیکن وہ مضطرب سی لان میں گھوم رہی تھی۔ رئیس احمد سیر کو نکل گئے تھے۔ بیٹی چائے لے لو۔

رحمو نے کپ سندر کے ہاتھوں میں تھما دیا۔

اور وہ بڑی عجلت میں رحیمو بابا کو پہلے کالج اور پھر آج کا تازہ اخبار لانے کو کہنے لگی۔

جلدی آنا---- بابا---- میں بہت پریشان ہوں۔

وہ اونچی آواز میں بولی'

اے بیٹی کس بات کی پریشانی ہے۔

اماں رحمت حیرت سے بولی۔

سندر اماں رحمت کے پاس تخت پر بیٹھ گئی۔

کیا ہوا میری بچی---- کاہے کی اداسی ہے تمہیں--

اماں رحمت نے پھر کہا۔

اماں آج رزلٹ ہے۔

وہ سادگی سے بولی۔

رزلٹ ہے تو کیا ہوا۔۔ اللہ پاس کرے گا۔

اماں رحمت نے دعا دی۔

سندر بغور گیٹ کی جانب تکنے لگی۔

دونوں چونک گئیں۔

کون ہے۔

اماں رحمت نے عینک کے شیشوں سے جھانکا۔

نجمہ ہے اماں----

اچھا۔

اماں رحمت پھر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئی۔

نجمہ سفید کپڑوں میں ملبوس متوسط طبقے کی شریف لڑکی تھی۔ جو سندر کے ساتھ ہی پڑھ رہی تھی۔ دونوں نے بی اے کا امتحان ایک ساتھ ہی دیا تھا۔

کچھ رزلٹ کا پتہ چلا۔

www.pdfbooksfree.pk

نجمہ نے آتے ہی کہا۔ وہ بہت پریشان نظر آ رہی تھی۔

رحیمو بابا گیا تو ہے۔

سندر نے کہا۔

دفعہ کرو اس نگوڑی پڑھائی کو---- نجمہ بیٹی کیسے زرد ہو رہی ہے---- صحت ہے تو جہان ہے۔

اماں رحمت پڑھائی کو کوسنے لگی۔

اماں رحمت کی باتوں سے سندر اور نجمہ ہنس دیں۔

میری ماں نے مجھے صرف قرآن پاک اور دین کی چند کتابیں پڑھا دیں----

اب دیکھ لو گزر ہو ہی گئی۔

اماں رحمت حسب عادت ہاتھ نچاتے کہہ رہی تھیں۔

اب ایسا نہیں ہے اماں۔ علم اچھی چیز ہے۔

سندر نے کہا۔

میرے بس میں ہوتا تو تمہیں صرف صرف پرائمری تک تعلیم دلواتی۔

اماں کی بات سے دونوں خوب ہنسیں۔

یعنی کہ پانچ جماعتیں ---- سندر ہنس کر بولی۔

اماں دعا کرو ---- ہم پاس ہو جائیں۔

نجمہ نے دلگیر آواز میں کہا۔

ہاں ہاں دعا کیوں نہ کروں گی ---- لیکن آگے ہرگز نہ پڑھنا---- سمجھی ---- میں تو سندر کو سلائی والے سکول ڈال دوں گی۔

جیسے سندر کے لئے اماں رحمت نے مصمم ارادہ کر لیا ہو۔

بس بس ---- بابا رحیمو آ رہا ہے---- اب خدا خیر ہی کرے۔

نجمہ اور سندر کے منہ سے یکبارگی نکلا۔

فیل ہو جاؤ گی تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ یہ بچے بھی عجیب ہیں۔ اماں رحمت کو تو فیل پاس کا احساس ہی نہ تھا۔

اماں تم کیا جانو---- ہار کیا اور جیت کیا۔

سندر نے کہا۔

اتنی دیر میں رحیمو قریب آ گیا تھا۔

ایک دم جھپٹ کر سندر نے رحیمو کے ہاتھ سے اخبار چھین لیا۔

ارے اے ---- کیا کر رہی ہو بیٹا۔

رحیمو ہکا بکا سا رہ گیا۔

اخبار کو گھاس پر پھیلا کر دونوں آنکھیں پھرانے لگیں ---- معمولی جدوجہد کے بعد سندر اور نجمہ آپس میں لپٹ گئیں۔

پاس ہو گئی ہو دونو ----

رحیمو بابا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

ہاں بابا ---- ہم دونوں پاس ہو گئی ہیں۔

سندر رحیمو بابا کے ساتھ لپٹ گئی۔

میری بچی ---- خدا تمہیں ہزاروں لاکھوں خوشیاں دے۔ کبھی تو غم نہ دیکھے۔

بوڑھے رحیمو نے سندر کے ریشمی بالوں پر بوسہ دیا۔

اب دونوں مٹھائی کھلاؤ۔

رئیس احمد بھی آن پہنچے تھے -- وہ اماں رحمت کے ایک طرف کرسی پر بیٹھ گئے۔ ایک عرصہ اس گھر کی خدمت کرنے اور نمک حلال ہونے کی وجہ سے رئیس احمد ان دونوں کو ملازمین میں شمار نہیں کرتے تھے۔ رحیمو بابا تو پھر بھی چائے بنا لیتا تھا یا بطور خانساماں دوسرے خانساماں کا ہاتھ بٹا لیتا تھا۔ لیکن اماں رحمت صرف بوجہ نقاہت گھر کی نگہبانی تک محدود رہ گئی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

ان دونوں کو گھر کے اعلیٰ افراد کے حقوق حاصل تھے۔

ہاں چچا خان ہم ضرور مٹھائی کھلائیں گے آپ کو۔

نجمہ نے کہا۔

سندر بھی ہنس دی۔

نجمہ بیٹی تم دونوں میں فسٹ ڈویژن کس کی ہے۔

یہ تو سندر کی ہے چچا جان۔ میں امی کی بیماری کی وجہ سے زیادہ محنت نہ کر سکی۔

نجمہ نے زرا خفت محسوس کی۔

کوئی بات نہیں بیٹی ------ اللہ کا شکر کرو بیٹی تم لوگ پاس ہو گئی ہو۔

وہ نجمہ کی دلجوئی کرنے لگے---- ان کو احساس ہوا کہ نجمہ کہیں دل میلا نہ کرے۔

صاحب ناشتہ تیار ہے۔

ملازم نے کہا۔

چلو ------ آؤ بچو------ آؤ اماں ------

وہ نجمہ اور سندر کو پیار سے کہتے ہوئے اماں رحمت کی طرف متوجہ ہوئے۔

سب نے مل کر ناشتہ کیا۔

اچھا ---- سندر میں اب چلی۔

نجمہ ایک دم سے کھڑی ہو گئی۔

بیٹی بیٹھو نا ------ ابھی تو تمہیں شام کی چائے پر مٹھائی کھلانا ہے۔

نجمہ ہنس دی۔

بیٹا ..... میں اپنی بچیوں کے پاس ہونے کی خوشی میں خود ایک شاندار دعوت کا اہتمام کر رہا ہوں۔

رئیس احمد نے نجمہ کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھا

ہاں ہاں نجمہ ابو دعوت دیں گے۔

سندر بھی قریب آگئی۔ نجمہ طبعاً" سنجیدہ واقع ہوئی تھی۔

جانے کو تیار ہو گئی۔

اچھا چچا جان ..... پھر آؤں گی ..... سندر خدا حافظ۔

خدا حافظ .....

سندر نے جاتی نجمہ کو ہاتھ ہلایا ..... اور باپ کے ساتھ پلٹ آئی۔

سرکار خط۔

ملازم پلیٹ میں خط لئے رئیس احمد کے پاس آگیا۔

رئیس احمد نے نیلے رنگ کے لفافے کو اٹھایا اور چاک کیا۔

مجھے تو پھوپھو کا لگ رہا ہے۔

سندر نے قیاس آزائی کی۔

واقعی ..... بیٹی تمہاری پھوپھو کا ہی ہے۔ لو پڑھ لو۔

رئیس احمد نے لفافہ سندر کی طرف بڑھایا۔

ٹھیک ہے ابو ..... آپ نے کہا میں نے سن لیا۔

سندر کے چہرے پر ناگوار تاثرات دیکھ کر رئیس احمد حیران سے ہو گئے۔

چہرے پر مسکراہٹ کیوں غائب ہو گئی ہے۔

کچھ نہیں ابو ..... میں جا رہی ہوں ..... کمرے میں .....

وہ اپنے کمرے میں چل دی۔

رئیس احمد نے تذبذب کے عالم میں سندر کے ناپسندیدہ انداز کے بارے میں سوچا۔

آسمان کے بے داغ سینے میں آفتاب چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تاہم اس کی کوشش بار آور ہوئی اور وہ کائنات کے مغربی گوشے میں روپوش ہو گیا۔ صرف اس کی سنہری کرنیں تھیں جو کائنات کی بے ثباتی کا یقین دلاتی رہیں۔

www.pdfbooksfree.pk

کوٹھی کے وسیع لان میں ملازمین کو ہدایات فراہم کر رہی تھیں ..... انوا
احمد قریب ہی بیٹھے تھے۔

بھائی کے پاس جا رہی ہیں۔ آپ۔ کہ ہمیشہ ہی جانے کا ارادہ ہے۔

انوار احمد کو ثروت جہاں کا اس طرح بہت دنوں کے لئے جانا اچھا نہیں لگ
تھا۔

اس طرح گھر کا سارا شیرازہ بکھر جاتا تھا ..... گھر گھر نہیں لگتا جیسے کو
سرائے ہو۔

جی ..... آپ تو چاہتے ہیں کہ میں ہمیشہ سے ہی نکل جاؤں آپ کی زند
سے۔

ثروت جہاں حسب عادت تنک کر بولیں۔

خدا نہ کرے ..... توبہ توبہ ..... یہ گھر تو آپ کے دم سے ہے------

انوار احمد موقع کی مناسبت سے کانوں کو ہاتھ لگاتے بولے۔

اجی چھوڑیے۔

ثروت جہاں نے دایاں ہاتھ زور سے جھٹکا ..... اور عین اس وقت ان
بیٹی فریال داخل ہوئی۔

سب تیاری ہو گئی امی جان۔

کتنے دن قیام ہے میری بیٹی .....

انوار احمد بولے۔

ابو ..... چند روز تو امی ہمارے ساتھ رہیں گی ..... پھر امی لوٹ آئیں گی۔
اور ہم ..... ساری چھٹیاں گزار کر آئیں گے۔

فریال نے مسرت بھرے انداز میں دونوں ہاتھوں کو ایک ساتھ جوڑ کر
خوشی کا اظہار کیا۔

بابر کہاں ہے۔

انوار احمد اخبار کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بولے۔

میرا خیال ہے دوستوں کے ساتھ کلب گیا ہو گا۔

ثروت جہاں نے کہا۔

اب اس نے کلب جانا بھی شروع کر دیا ہے ..... تعلیم ختم ہو گئی ہے۔
اس کی ..... اتنی عیاشی خطرناک ہے۔ تباہ ہو جائے گا .....

انوار احمد بڑی ترش روئی سے گویا ہوئے۔

ہر بات کا تاریک پہلو مت لیا کریں ..... ہر قسم کی بری بات میرے بچے کے
لئے رہ گئی ہے۔ ذرا طبیعت اکتا جاتی ہے تو باہر چلا جاتا ہے۔

کوئی قیامت تو نہیں .....

ثروت جہاں ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئیں۔

میں کہتا ہوں پہلے تعلیم تو ختم کر لے .....

انوار احمد زور سے چلائے۔

اللہ چپ ہو جایئے ..... ابو امی --------- وہ چلائی۔

فریال نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے .....

انوار احمد تو خاموش ہو گئے ..... اور ثروت جہاں نے کرسی دھکیلی اور اپنے
رے میں چل دیں۔

انوار احمد خود سر بیوی کو عینک کی اوٹ سے دیکھتے رہے ..... اور پھر سوچنے پر
ور ہو گئے کہ رئیس اسی عورت کا بھائی ہے۔ کس قدر حلیم خوش مزاج اور ضبط
تحمل کس قدر اس کے جذبات میں بھرا ہوا ہے ..... تلخی نام کی کوئی چیز شامل
ں ..... نہ جانے ثروت میں اس قدر زہر کیوں ہے ..... وہ اخبار کی آڑ میں
ت دیر تک سوچتے رہے۔

دوسرے دن آٹھ بجے کی ٹرین پر جانے کا ارادہ تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

فریال بیٹی .....

جی امی .....

فریال نے لان کا زینہ اترتے ہوئے کہا۔

بابر کو بلاؤ ..... بہت دیر ہو رہی ہے۔

ثروت جہاں نے کہا۔

فریال بھاگتی ہوئی بابر کے کمرے میں داخل ہوئی۔

بھائی .....

ارے آپ کیا سوچ رہے ہیں .....

بابر جیسی حساس طبیعت کے مالک لڑکے کے لئے سندر کا رویہ کوئی معمولی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اس نے آخری لمحات کے وقت سندر کی گفتگو کو گہری سوچ کے ساتھ پرکھا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ سندر اسے پسند ہی نہیں کرتی۔ اس نے اٹھارہ انیس سال اس کے ساتھ گزارے تھے ..... وہ اس کی طبیعت سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔ اس کی پسند ناپسند کا اسے پوری طرح علم تھا۔ پھر بھی اس سے اقرار محبت نہ کرتی تھی۔ وہ محبت نام سے ناواقف تو نہیں ..... لیکن مستقل اس کی یادوں میں کھویا ہوا تھا۔ سندر کے بغیر اس کی زندگی ادھوری تھی ..... وہ اس کے بغیر زندگی نامکمل سمجھتا تھا۔ وہ اسے حاصل کرے گا ..... آخر کمی ہے مجھ میں ..... جوان ہوں، صحت مند ہوں۔

ارے جناب اٹھ جائیے ..... وقت ہو رہا ہے۔

فریال نے بابر کا شانہ ہلایا۔

وہ ہڑبڑایا ..... فریال ..... تم ..... سامان تیار ہے ..... وہ عالم گھبراہٹ میں بوکھلا سا گیا۔

سب تیار ..... صرف آپ کی ضرورت ہے .....

فریال نے کہا۔

چلو ——————

دونوں بہن بھائی پورچ میں پہنچ گئے۔ اسٹیشن پر گاڑی تیار تھی۔ سوار ہوتے ہی گاڑی لاہور کی جانب گامزن ہو گئی۔

آفتاب نے چپکے سے نقاب الٹ دیا۔ اس کے تاباں چہرے نے ساری دنیا کو منور کر دیا۔ کائنات کی ہر شے زندگی کے احساس دلانے لگی۔ باوجود جون کی شدید گرمی کے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اچانک پلک جھپکتے ہی آفتاب بادلوں کی دبیز تہ میں چھپ گیا۔ موسم کی خوشگواری سے ماحول میں خوش کن تاثر پیدا ہو گیا۔

سرکار گاڑی پورچ میں کھڑی ہے۔

دین محمد جو ڈرائیور تھا۔ اس نے مودب کہا۔

تم خود ہی چلے جاؤ یار۔

وہ جیسے تھکے تھکے سے ہوں۔

مجھے اکیلے جانے میں تو کوئی انکار نہیں سرکار ..... لیکن —————— یہ کسی کو پہچانتا ہی نہیں ابو .....

سندر سفید ساڑھی میں ملبوس لان میں اتر آئی۔

پھر ..... میرا تو موڈ نہیں ہے —————— میں گھر میں رہنا چاہتا ہوں۔

رئیس احمد نے معذرت بھرے انداز میں کہا۔

چھوٹی بی بی ..... تم چلو نا ..... میرے ساتھ۔

میں تنہا .....

سندر چونک سی گئی۔

حیرانگی کی کوئی بات نہیں بی اے میں پڑھتی ہو بیٹی ..... پھر گاڑی ڈرائیور کرنا جانتی ہو۔

رئیس احمد کو کتنا بھروسا تھا سندر پر .....

www.pdfbooksfree.pk

ثروت پھوپھو بائے ایر کیوں نہیں آتیں ...... گاڑی میں تو بہت وقت ضائع ہوتا ہے۔

سندر نے کہا۔

معلوم نہیں بیٹا ...... میں تو کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں ...... ویسے بھی جہاز کا سفر آرام دہ ہے۔

رئیس احمد نے کہا۔

اچھا ابو ...... چلیں ہم ......

وہ محمد دین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

ہاں ہاں ...... وقت ہو رہا ہے ...... تم لوگوں کو جانا چاہئے۔

رئیس احمد نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔

محمد دین اور سندر نے پورچ میں آکر گاڑی کا جائزہ لیا ...... سندر نے کہا ......

گاڑی میں ڈرائیور کروں گی۔

بہتر جناب۔

چنانچہ سندر سٹیرنگ والی سیٹ پر بیٹھ گئی ...... اور محمد دین پچھلی سیٹ پر۔

اور بھاگا بھاگا ...... رحیمو بابا دھپ سے محمد دین کے ساتھ بیٹھ گیا۔

تمہیں کس نے کہا ہے۔

محمد دین کو جیسے رحیمو کا آنا پسند نہ آیا ہو۔

مجھے صاحب نے بھیجا ہے۔ سامان اٹھانے کے لئے۔

اور ایک دم سندر نے گاڑی سٹارٹ کر دی ...... بس پھر گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ رحیمو بابا کی تو جان نکل گئی۔

وہ آنکھیں بند کئے اپنی زندگی کی دعائیں مانگنے لگا۔ مگر رفتار میں کمی نہ ہوئی۔

وہ ہر بار ایکسیلیٹر دبا کر گاڑی تیز کر دیتی۔

پیشانی پر جھولتی آوارہ لٹیں کھڑکی سے آنے والی شریر ہوا سے کھیلنے لگتیں۔ الجھ کر وہ ایک ہاتھ ان کو ہٹاتی لیکن وہ خوبصورت پیشانی کا طوائف کرنے کو بضد تھیں۔

بی بی گاڑی آہستہ چلاؤ ...... میری جان ٹوٹنے لگی۔

رحیمو جب بری طرح محمد دین سے ٹکرایا تو خوفزدہ ہو کر بولا ......

محمد دین نے ہنس کر منہ دوسری طرف کر لیا۔

تو نے آب حیات کے دو گھونٹ پی لئے ہیں میرا خیال ہے۔

رحیمو کو محمد دین کی ہنسی بہت بری لگی۔

ایک زبردست موڑ کاٹنے کے بعد گاڑی ایک جھٹکے سے اسٹیشن کی حدود میں رکی۔

جاؤ محمد دین پلیٹ فارم لے آؤ۔

جا رہا ہوں بی بی۔

سندر کے کہنے پر محمد دین پلیٹ فارم لینے بھاگ گیا۔

گاڑی آنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آ جا رہے تھے۔ چند لمحے شور سا اٹھا۔ قلیوں اور سواریوں میں بھگدڑ سی مچ گئی۔

یہ کوئی اپنی منزل کی جانب آنے اور جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

فوراً ریل گاڑی منہ زور گھوڑے کی طرح پلیٹ فارم پر ایک زبردست چنگھاڑ کے ساتھ رکی۔

آپ یہیں رکیے سندر بیٹی ...... میں اور محمد دین لے آتے ہیں ان کو۔

سندر پلیٹ فارم پر ایک طرح ٹھہر گئی ...... اس قدر ہجوم میں تو وہ کچلی جا سکتی تھی۔ ہجوم بڑھتا جا رہا تھا اور اس کے گرد بھی ایک اژدھام تھا جو جمع ہو گیا تھا۔

اف اللہ ......

www.pdfbooksfree.pk

پیچھے ہٹتے ہوئے اس کا پاؤں کسی نے بری طرح کچل ڈالا تھا۔

بدتمیز.....

درد سے بے چین ہو کر اس کے منہ سے فوراً نکلا۔

معاف کیجئے گا ..... یہ فعل دانستہ نہیں ہے ..... سامنے لوگ پاگل آدمی کو دیکھ کر خوفزدہ ہیں اس لئے اڈے چلے آرہے ہیں .....

لیکن آپ کو تو دیکھائی نہیں دے رہا۔

وہ سیدھی کھڑے ہوئے بولی۔

دیکھائی ..... میں نے تو کائنات کے مخفی خزانوں کو بھی دیکھ لیا۔

وہ گہری نظروں سے بڑی دلچسپی سے اسے گھور رہا تھا۔

you shat up ..... وہ چلائی۔

thank you .....

نوجوان نے مسکرا کر صرف اتنا ہی کہا۔

بدتمیزی کے ساتھ ساتھ آپ ڈھیٹ بھی ہیں۔

وہ غصیلے انداز میں بولی۔

یہ آپکی مرضی ہے ..... جیسے بھی سمجھ لیں .....

وہ سندر کے سراپا پر دلچسپی سے نظریں ڈالتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

نوجوان کے جاتے ہی اس کو زرا ہوش آیا تو اس کو احساس ہوا کہ اس نے اس نادانستہ غلطی پر کسی قدر غلط رویہ اختیار کیا۔

وجیہ اور خوش پوش نوجوان گرد و غبار سے اٹے بادلوں کو جھاڑتا ہوا آگے نکل گیا۔

وہ اسی نوجوان کے بارے میں سوچتی ہوئی پلیٹ فارم سے باہر گاڑی کے پاس چلی گئی۔

اچھا ..... تو یہ گاڑی ہے آپ کی۔

نوجوان بالائے ناگہانی کی طرح جیسا اس کا تعاقب کر رہا ہو۔

جی .....

وہ طنزاً مسکرائی۔

کتنے آدمی موت کے گھاٹ اترتے ہیں روزانہ۔

نوجوان نے کہا۔

ابھی تو کوئی نہیں موت کے گھاٹ اترا ..... ہاں البتہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔

سندر نے برجستہ جواب دیا۔

میں تو اسی وقت موت کے گھاٹ اتر چکا تھا ..... جب آپ نے مجھے گالی دی۔

نوجوان جان بوجھ کے بات کو طول دے رہا تھا۔

گالی ..... کون سی گالی ..... آپ نے مجھے ..... بداخلاق سمجھ لیا۔

سندر روہانسی ہو کر بولی۔

بدتمیز ..... وہ گالی ہی تو تھی .....

نوجوان نے والہانہ نظریں سندر کے صبیح چہرے پر ڈالیں۔

آپ نے میرا پاؤں کچل دیا ..... دیکھیے اب بھی خون رس رہا ہے۔ میں آپ کو یہ بھی نہ کہتی۔

سندر کا لہجہ قدرے نرم پڑ گیا۔ لیکن الفاظ میں ترشی نمایاں تھی۔

او ہو ..... مجھے افسوس ہے ..... یہ لیجئے رومال ..... اچھا لائیے میں باندھ دیتا ہوں۔

نوجوان کو واقعی بہت دکھ ہوا کہ اس کا نرم و نازک پاؤں کافی زخمی تھا۔

نہیں ..... نہیں ..... رہنے دیجئے .....

وہ پاؤں کو پرے ہٹاتے بولی۔

ویسے آپ نے میرا دل بری طرح کچل دیا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ آگے بڑھ گیا۔

جی ----------

وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔ اور اس قدرت کے حسین شاہکار کو گھورتی رہ گئی۔

چونک کر سندر نے پچھلی طرف کا دروازہ کھول دیا۔

ثروت جہاں اور فریال نے ایک ساتھ اسے لپٹا لیا۔

بیٹی کیسی ہو ..... ثروت جہاں نے کہا۔

سندر چل ہٹ خط بھی نہیں لکھا تم نے فریال نے بڑی ادا سے کہا۔

اور وہ مسکرا دی۔

آپ بیٹھیں۔ باقی باتیں گھر چل کر ہوں گی۔

لیکن سٹیرنگ بابر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا ..... وہ جو چاہتا تھا وہ نہ ہو سکا۔

محمد دین اور رحیمو کو آگے ہی بیٹھنا پڑا ..... سندر کو فریال کے ساتھ جگہ مل گئی

بابر جل کر خاک ہو گیا ..... گاڑی ایک جھٹکے سے رئیس لاج کے سامنے رکی۔

ملازمین نے سامان اٹھایا۔

اور سب ڈرائنگ روم میں آگئے۔

رئیس احمد پہلے سے ہی منتظر تھے۔

6

سکینہ بیگم باوضع خاتون تھیں۔ ناک نقشہ بہت اچھا تھا۔ لیکن تلخی حیات نے چہرے پر پختگی لا دی تھی۔ تقسیم ہند کے وقت اپنی معصوم بچی کے کھو جانے سے اکثر افسردہ رہتیں۔ اور اسی غم کو سینے سے لگائے زندہ تھیں۔ شہباز اور نجمہ دو ہی تو ان کی زندگی کے سہارے تھے۔ اب وہ ان کی ہی بدولت زندہ تھیں۔

تنگ و تاریک محلے میں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں بڑی عزت کے ساتھ زندگی گزار رہی تھیں۔

محنت و مزدوری کر کے وہ اپنا اور بچوں کا پیٹ پال رہی تھیں ..... لیکن کسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلایا۔ یہی خود داری ان کا زیور تھی۔

صحن میں بچھی چارپائی کی پائنتی کستے ہوئے وہ نجمہ سے گویا ہوئیں۔

آج کیا تاریخ ہے بیٹی۔

پندرہ امی جان۔

نجمہ اندر سے بولی۔

خط میں آج ہی آنے کی تاریخ لکھی تھی شہباز نے۔

وہ چارپائی کو سیدھا کھڑا کرتے ہوئے بولیں۔

ہاں امی ..... آج ہی کی تاریخ ہے ..... آج پندرہ ہی ہے .....

نجمہ بھی باہر نکل آئی۔

اور ادھر کھٹ سے دروازہ کھلا اور شہباز آ نازل ہوا۔

امی .....

وہ بھاگ کر ماں سے لپٹ گیا۔

میرا بیٹا ..... میرا چاند .....

سکینہ بیگم نے ایک ننھے بچے کی طرح اسے ساتھ لگا لیا۔ بال اور ماتھا چوم کر

www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے کہا۔

بہت مہینوں کے بعد صورت دیکھائی تم نے بیٹا ......

اماں ...... کیسے یقین دلاؤں ...... کھانا کھانے کی بھی فرصت نہ تھی۔

بھیا میں تو آپ سے نہیں بولتی۔

نجمہ بھائی کی پشت سے لپٹتے ہوئے بولی۔

چل ہٹ ...... تم سے تو میں خود نہیں بولتا ...... تم نے میرے کسی خط
جواب دیا۔

شہباز نے بہن کے سر پر چپت رسید کی۔

بھیا کیا بتاؤں رزلٹ کے انتظار میں تو دیوانی ہوئی جا رہی تھی ...... اب
نے پاس کر دیا ہے۔

اچھا very Good ...... پھر تو مٹھائی کھائیں گے ۔ ناراضگی ختم ......

تم بتاؤ ...... تمہاری پڑھائی کا کیا بنا ...... امتحان ہو رہے تھے تیرے ......

وہ شہباز کی طرف متوجہ ہوئیں۔

ہاں امتحان تو دے دیا ...... آگے نتیجہ خدا کے سپرد ......

اچھے پرچے ہو گئے۔ ماں نے کہا۔

اللہ کے فضل و کرم سے پرچے تو اچھے ہو گئے۔

شہباز نے کہا۔

اچھا خدا تمہیں پاس کرے ...... اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ بیٹا ......

ماں نے دعا دی۔

اللہ بہتر کرے گا امی ...... آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو بہتر سے بہ
ہو گا۔

وہ ماں کے قریب بیٹھ گیا۔

سکینہ بیگم نے بڑی محبت سے اس کے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے سنوا

www.pdfbooksfree.pk

ہباز ان کی امنگوں اور اچھے دنوں کی آس تھی۔

امی ...... میں اب ملازمت تلاش کروں گا۔

تیری ماں مر گئی ہے کیا ...... میں زندہ ہوں بیٹے ——————

سکینہ بیگم بری طرح تڑپ اٹھیں ......

امی جان ...... میں بی ایس سی کا امتحان دے چکا ہوں ...... جب تک رزلٹ
یں اوٹ ہوتا ...... نوکری کرنے میں کیا حرج ہے۔

شہباز نے ماں کی جانب بڑی محبت سے دیکھا۔

نہیں ...... جب تک تعلیم مکمل نہ ہو ...... تم نوکری نہیں کرو گے۔

باقی رہا گھر کے اخراجات کا مسئلہ ...... تو وہ خدا پورا کر رہا ہے۔

سکینہ بیگم بڑے طوفاں انگیز انداز میں جیسے شہباز کو حکم دیا۔

اچھا ...... اب فارغ بیٹھ کر روٹیاں توڑوں گا۔

وہ مسکرایا۔

کوئی بات نہیں ...... میں تمہیں اعلیٰ عہدے پر فائز دیکھنا چاہتی ہوں۔

چند دن ملازمت نہ بھی کی تو کیا حرج ہے۔

اچھا ...... یہ دیکھیے ...... معاف کیجیے ......

وہ کھڑا ہو کر کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولا۔

نجمہ بیٹی ...... بھائی کے لئے کھانا تیار کرو ...... جب سے آیا ہے چائے کا
کپ بھی نہیں پیا۔

ہاں امی ...... میں بھی کام میں الجھ گئی۔

نجمہ شہباز کے لئے چائے بنانے چل دی۔

جاؤ بیٹا لباس تبدیل کر لو ...... چائے کے ساتھ کچھ کھا لینا ......
پھر کھانا تیار کرتی ہوں میں۔

سکینہ بیگم کپڑوں کے بنڈل جو وہ فیکٹری سے لا کر سیتی تھیں ...... ایک طرف

رکھتے ہوئے بولیں۔

وہ ہلکی سی جمائی لئے اپنے کمرے میں چل دیا۔

بدتمیز ...... بدتمیز ...... بستر پر لیٹتے ہی اس کے چاروں جانب وہ حسین اسے گھیرے میں لئے ہوئے تھی۔

حسین تصورات اس کے اردگرد رقص کناں تھے۔ وہ ایک لمحے میں اڑ لوٹ گئی تھی۔ یونیورسٹی میں کیوں کوئی لڑکی اس کا دل جیتنے میں کامیاب ن ہوئی۔ اس میں کیا بات ہے ...... نہ جانے وہ کون تھی اور کہاں سے آئی کہاں چلی گئی۔

خدا نے اسے کسی خاص دست و فن سے تراشا ہے۔ وہ قدرت کا ح شاہکار تھی۔ کیا نزاکت لالہ رخ میں ہو گی جو اس میں ہے...... مارگریٹ آنکھوں میں وہ مستی کہاں جو اس بت کافر میں تھی۔ وہ بہت دیر ان آنکھوں ڈوبا رہا۔ چند لمحے وہ اس حسین تصورات میں کھویا ہوا...... لیکن ایک دم اس ایک کرب کے ساتھ کروٹ لی۔ اس کے چہرے پر آئی ساری شگفتگی سے ما گئی۔ اس کی غربت کا احساس امارت پر غالب آگیا۔ وہ خاص رئیسانہ ٹھ رکھتی تھی۔ یہ آسمان اور زمین کا میل نہیں ہو سکتا۔ اس کے چہرے پر ج رعونیت اس بات کی غماز تھی کہ اس کا غربت سے کوسوں دور کا فاصلہ بھی ن ۔ بڑے مضطرب انداز میں اس نے قریب کی لکڑی کی میز پر سے کتاب اٹھا اور بڑی بے دلی سے مطالعہ کرنے لگا۔ لیکن وہ اجنبی لڑکی اس کے حواس پر چکی تھی۔ بہت کوشش کے باوجود بھی وہ اس سے پیچھا نہ چھڑا سکا۔ وہ جانتا تھ محبت کا انداز تباہ انگیز ہوتا ہے۔ لیکن وہ کھنچتا چلا گیا۔

اس نے کئی مرتبہ دوسرے تیسرے روز تلاش کرنے کی بھی کوشش کی۔

لیکن بے سود ...... محبوب کوئی بازاروں میں تھوڑے ہی ملتے ہیں
کو گھر لوٹ آتا۔

www.pdfbooksfree.pk

رئیس احمد بیٹی کے پاس ہونے کی خوشی میں ایک شاندار ڈنر کا اہتمام بڑے تزک و احتشام سے کرنا چاہتے تھے۔ پھر اتفاق سے ثروت جہاں بھی بال بچوں سمیت موجود تھیں۔

کارڈ بابر کی پسند کے چھپے تھے ...... اور وہ ہی سندر کے ساتھ تقسیم کر رہا تھا ۔ لیکن آج وہ نجمہ کے ہاں جانا چاہتی ہے ...... لیکن بابر کا ساتھ گوارہ نہ تھا ...... وہ تنہا ہی تیار ہو گئی ...... فروزی لباس میں وہ بلا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔ سفید کھلی کھلی سی رنگت تراشیدہ ریشمی بال شانوں پر پڑے ہوئے نازک بدن جیسے کومل گلاب کی ٹہنی ...... وہ جب چلتی تو فضا تھم سی جاتی ...... رکتی تو کائنات ٹھہر جاتی۔ وہ آنچل کو گلے میں ڈال کر باہر آگئی۔

کہاں......

بابر قریب آکر بولے۔

آپ گھر پہ رہیے ...... میں نجمہ کے ہاں جا رہی ہوں۔ اچھا ...... وہ مفلس غریب سی لڑکی ...... میں بھی چلوں۔

بابر نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔

نہیں ...... آپ ٹھہرے ......وہ جگہ آپ کے جانے کی نہیں سندر نے کہا۔

آسیب زدہ ہے۔

بابر نے بھی برجستہ جواب دیا۔

ایسا ہی مجھے ......

وہ آنچل کو انگلیوں پر لپیٹ کر بولی۔

کیا مطلب۔

بابر حیران رہ گیا۔

ارے جناب ...... وہ سادہ سے شریف سفید پوش لوگ ہیں ...... کسی حویلی

بنگلے میں نہیں رہتے۔

سندر نے اصل بات بابر کے گوش گزار کر دی کیونکہ واقعی اسے دولت
بہت محبت تھی۔

بابر...... بابر بیٹے ......

غلام گردش میں رئیس احمد بابر کو پکارتے سندر کے کمرے کی طرف ہی
دیے۔

جی ماموں ......

بابر بہت مودب انداز میں واپس پلٹا۔

میرے ساتھ چلو بیٹا ...... کریم بختاور کے ہاں جانا ہے ...... میں دو
طرف سے کچھ چیزیں بازار سے تمہیں دے دوں گا...... میں آگے نکل جاؤں

خدا تیرا شکر ہے۔

سندر نے دل ہی دل میں اللہ کا لاکھ شکر ادا کیا...... یہ بلائے ناگہانی ٹل
۔

جی بہتر......

بابر نے بادل نخواستہ کہا ...... اور رئیس احمد کے ساتھ چل دیا...... وہ
سے کبھی نظریں چراتی گاڑی میں سوار گیٹ سے نکل گئی ...... وہ نہیں چاہتی
کہ نجمہ کی غربت کا بھید ان دولت پرست لوگوں پر عیاں ہو۔

نجمہ اس کی گہری دوست تھی ...... دولت میں پلنے کے باوجود بھی ا
مفلسی کی کسمپرسی کا اندازہ تھا...... اس کی طبیعت میں تکبر و غرور کا معمولی ش
بھی نہ تھا وہ گاڑی کو سڑک پر روک کر زینہ چڑھ گئی۔

آخری زینہ پار کرتے وہ بری طرح ٹھٹھکی۔

وہی بدتمیز نوجوان ...... سفید پینٹ شرٹ میں لاپرواہ سا اپنے آپ سے
تھا۔ قدموں کی آہٹ محسوس کرتے ہی شہباز نے پلٹ کر دیکھا ...... اور دیکھ

۔ وہ بھی ساکن سی کھڑی رہی...... اسے دیکھ کر ماضی کے حسین لمحات فوراً
کی آنکھوں میں گھوم گئے۔

آیئے ...... کس سے ملنا ہے آپ نے۔

شہباز نے بڑی شائستگی سے کہا۔

وہ جان بوجھ کے سندر کے دایاں پاؤں کو گھورتا ہوا بولا۔ واقعی اس اب بھی
یہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔

سندر نے پاؤں کو دوسری طرف کرتے تبسم ہونٹ حسب عادت گول کئے
نجمہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

کہاں جا رہی ہیں آپ ...... ٹھہریئے تو سہی ......

وہ برق رفتاری سے سندر کے قریب پہنچ گیا۔

میں نے نجمہ سے ملنا ہے۔

کون نجمہ ......

وہ انجانا سا بن گیا۔

آپ سکینہ خالہ اور نجمہ کو نہیں جانتے...... اس مکان میں ...... سندر نے
بان کروانے کی کوشش کی۔

او ہاں ہاں ...... یہی میرے کرایہ دار ......

یہ مکان آپ کا ہے ......

سندر ورطہ حیرت میں ڈوب گئی۔

جی ...... ایک عرصہ سے ان ماں بیٹی نے میرا کرایہ ادا نہیں کیا ...... آج میں
نے انہیں نکل جانے کو کہا ہے ...... اگر شام تک کرایہ مل گیا تو ٹھیک ...... ورنہ
امان گلی میں پھینک دوں گا۔

شہباز نے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بھرپور دولت کا رعب جمایا اچھا...... بڑے
چھوٹے مالک مکان ہیں آپ ...... سندر کو غصہ آگیا۔

www.pdfbooksfree.pk

بڑے کیسے ہوتے ہیں۔

وہ قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا ذرا پرے ہو کر بات کیجیے ...... بے تکلفی مجھے پسند نہیں۔ سندر کو شہباز کا اس قدر قریب آنا اچھا نہ لگا۔

ارے واہ...... میں مالک مکان ہوں ...... مجھے ہر قسم کا اختیار ہے......

اشتیاق ڈاکو کمیانہ خاندان سے نہیں ہوں ...... جس نے اپنے بہنوئی شفقت تھانیدار سے ساز باز کر کے ایک شریف آدمی کے گھر کو لوٹا ...... بلکہ [illegible] سمیت اس کے گھر کی دیواریں رات کی تاریکی میں پھلانگیں ...... اور اس [illegible] دار کو جو باقائدگی سے کرایہ بھی ادا کرتا تھا...... اور میں تو ایک عرصے سے لوگوں سے کرایہ بھی نہیں لے رہا۔

اس تقریر کو سنتے ہی سندر سوچ میں پڑ گئی ...... ایک عرصہ ساہیوال [illegible] ایک آدمی ابو کے پاس آیا تھا ...... اس نے ساری داستان سنائی تو تھی۔ آ[illegible] کیسے پتہ ہے اس بات کا ...... یہ تو ساہیوال کا واقع ہے۔

سندر سنجیدہ ہو گئی۔

جی ہاں...... میرا ایک دوست کمیانا خاندان کو اچھی طرح جانتا ہے [illegible] اشتیاق کمیانا کی بیوی پی ٹی سی معلمہ ہے ...... اور حال ہی میں حج بھی کیا اُس [illegible] ...... لیکن کرتوت دیکھیں ...... فطرت نہیں بدلی ...... خدا کے گھر سے بھی [illegible] آیا ...... لیکن اس شریف آدمی کا سامان واپس نہیں کیا۔

شہباز کچھ نرم پڑ گیا ......

اچھا ...... آپ ان لوگوں کی طرح مت کیجیے گا ...... کتنا کرایہ بنتا ہے۔

سندر کی غیرت جوش میں آ گئی۔

بالکل ...... سکینہ خالا اور نجمہ کو اپنا سمجھتی ہوں ...... ان کی کسی [illegible] رسوائی برداشت نہیں کر سکتی۔

سندر نے مصمم ارادے سے تن کر کہا۔

ارے واہ...... دوست ہو تو ایسا......

شہباز ہنس دیا۔

اچھا...... میں چلتی ہوں......

کہاں ...... محترمہ ...... مجھے رقم چاہیے......

سندر کا پھر شہباز نے راستہ روک لیا۔

بڑے عجیب انسان ہیں آپ ...... یہاں رقم آسمان سے اترے گی آپکو......

سندر نے شہباز کا ہاتھ جھٹک دیا۔

ٹھہریئے ...... ان دونوں ماں بیٹی کا انتظار تو کرلیں آپ......

شہباز نے کہا......

دل کہاں چاہتا تھا کہ وہ اسے چھوڑ کر جائے ...... اسی لئے تو اس نے اتنی ہی داستاں کو حاصل واقع بنا دیا۔

اچانک زینہ چڑھنے کی آواز آئی۔

کس سے باتیں کررہا ہے۔

سکینہ بیگم نے نجمہ سے کہا۔

نجمہ نے کان کھڑے کئے......

دوسرے لمحے سندر کی نقرئی آواز گونجی ......

لیجیے آپ کے کرایہ دار آ گئے......

سندر نے کہا۔

کیا کہ رہی ہو بیٹی تم ......

سکینہ بیگم صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولیں ......

شہباز بہانے بہانے سے اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

ذرا رو کیے بھائی جان ...... کوئی چکر چلایا ہے آپ نے۔

نجمہ بھائی کی [illegible] سے واقف تھی اس نے بھاگ کر شہباز کو پشت

www.pdfbooksfree.pk

سے پکڑ لیا۔

ان لمحوں میں سندر معاملے کی تہ تک پہنچ چکی تھی کہ شہباز سکینہ بیگم

ہے

مجھے کام ہے ..... چھوڑو نا نجمہ کی بچی۔

وہ نا کام بازو چھڑاتا ہوا بولا۔

اف اللہ..... خالہ جان ..... یہ اپنے آپ کو مالک مکان بنا کر ..... مجھ

کئی سالوں کا کرایہ وصول کرنا چاہتے تھے۔

ارے بیٹی یہ تو شرارت کی پڑیا ہے ..... چلو معاف کردو..... سکینہ بیگم

دیں۔

اور شہباز بھی ہنس کر قریب ہی بیٹھ گیا۔

بیٹی یہ میرا بڑا ہی شریر بیٹا ہے..... ابھی ابھی بی ایس سی کا امتحان دے

آیا ہے۔

سکینہ بیگم نے محبت پاش نظروں سے شہباز کی طرف دیکھا۔

سندر ..... بھیا کی بات کا غصہ نہ کرنا.....

نجمہ نے بڑے معذرت خواہی کے انداز میں کہا۔

ارے نہیں نجمہ ..... غصہ کون کرتا ہے ..... مگر دھوکا دہی کے الزام

بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

وہ گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی ..... وہ بلا کا جاذب نظر اور سمارٹ تھا۔

ارے نہ بیٹی ..... ایسا نہ کرنا ..... دل کا برا نہیں ہے۔

سکینہ بیگم نے سچ مچ سمجھ لیا۔

کریں آپ کیس ..... میں چوری کے الزام میں پکڑوا سکتا ہوں۔

شہباز نے بھی کوئی بات تلاش کی۔

چوری .....

وہ چونک کر حیران کن نظریں شہباز کے چہرے پر ڈال کر رہ گئی ..... نظروں

نظریں ملیں ..... کس قدر طوفاں انگیز تصادم تھا ..... بجلی گری اور سکون

ب کو خاکستر کر گئی ..... نیند اڑا لے گئی ..... جذبات میں آگ سی لگ گئی .....

بڑے بے چین انداز میں سندر نے چہرے کا رخ بدل لیا

ارے ..... خالہ جان مجھے یاد آیا ..... لیجئے.....

سندر نے پرس میں سے کارڈ نکال کر سکینہ بیگم کے سامنے رکھ دیا۔

یہ کیا ہے بیٹی.....

سکینہ بیگم نے کارڈ کو پکڑتے ہوئے کہا۔

میری سالگرہ ہے

سندر نے کہا۔

دیکھائیے نا امی.....

شہباز نے ماں کے ہاتھ سے کارڈ پکڑنا چاہا.....

ہاں لو بیٹا۔

ماں نے کارڈ شہباز کو دے دیا۔

سندر صاحبہ نے پارٹی پر مدعو کیا ہے۔ آپ کو اور نجمہ کو ..... شہباز نے

ارڈ واپس رکھ دیا۔

آپ بھی آجائیے گا۔

سندر نے کہا۔

بن بلائے ہی۔

شہباز نے کھڑے ہوتے ہوئے بالوں کو سیدھا کرتے ہوئے کہا جو دوران

گفتگو پیشانی پر الجھ آئے تھے۔

آج کیا فرق پڑتا ہے ..... بلانے یا نہ بلانے کا.....

www.pdfbooksfree.pk

سندر اس کی شریر لاپرواہ طبیعت کے ناطے بولی۔

ہاں ..... بدتمیز جو ٹھہرے۔

شہباز نے جیسے اسے سب کچھ یاد کروا دیا

سندر مسکرا دی۔

لائیے ادھر.....

نجمہ نے کارڈ سندر کو دینا چاہا۔

.....

شہباز نے کارڈ پرے ہٹا دیا۔

لائیے نا اب نام لکھ دوں ..... آپ کا .....

سندر نے بڑھ کر کارڈ پکڑنا چاہا۔

لکھا گیا نام۔ وہ اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

شہباز نے زومعنی بات کہی تھی۔

بہت وقت گذر گیا..... باتوں باتوں میں وقت کا احساس ہی نہ رہا۔

شام کے دھندلکے چھانے لگے تھے۔

اجالا تاریکی کی گمنام راہوں کی جانب بڑھنے لگا۔

ادھر کھانے پر سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔

بیٹی بہت دیر کر دی تم نے .....

اماں رحمت گیٹ پر ہی کھڑی تھی ..... گاڑی نکلتے ہی اماں رحمت نے

لیا۔

نجمہ کے ہاں دیر ہو گئی اماں .....

سندر اماں رحمت کی گردن میں باہیں ڈال کر بولی۔

میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی..... آئندہ اتنی دیر نہ لگانا بیٹی۔

اماں رحمت کا انداز خاصہ پریشان کن تھا

نہیں اماں.....

وہ یوں ہی اماں رحمت کے ساتھ اندر چلی گئی۔

سب ڈائنگ حال میں بیٹھے تھے بابر کا چہرا خاصہ بگڑا ہوا تھا وہ شاید سندر کو

نئی جاگیر سمجھتا تھا۔

باہر جا کر تمہیں وقت کا احساس ہی نہیں رہتا۔

بابر کا انداز حد درجہ تلخ تھا۔

کیا مطلب۔

وہ چونک سی گئی۔

مطلب یہ کہ جب جاؤ تو پچھلوں کو مت بھولا کرو ..... آخر ہم بھی تمہارے

کچھ لگتے ہیں۔

بابر نے پھر وہی انداز اپنایا.....

تمہارا مطلب کہ میں تمہیں بھلانے کے لئے گئی تھی۔

سندر بھی خفا ہو گئی۔

یہی ظاہر ہوتا ہے۔

بابر نے کہا۔

اس خوش فہمی کو دل سے نکال دو کہ میں ہر وقت صرف تمہیں کو یاد رکھوں

گی۔

سندر بھی کسی سے دبنے والی نہ تھی .....

او ہو ..... بھئی کھانا کھاؤ ..... یہ کوئی بات ہے.....

فریال نے معاملہ بگڑتے دیکھ کر کہا۔

جاؤ رحیمو ..... ابو کو بلا لاؤ .....

سندر نے ملازم سے کہا۔

رحیمو چلا گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

اور چند لمحوں میں وہ آ گئے اور ثروت جہاں بھی ساتھ آ گئیں .....
ناخوشگوار ماحول میں کھانا ختم ہوا.....
سندر نے چند لقمے زہر مار کئے اور جلدی اٹھ گئی۔
بیٹی ..... بھوک نہیں ہے کیا ..... میرا خیال ہے نجمہ نے بہت کچھ دیا ہے میری بیٹی کو .....
وہ سندر کا بازو تھام کر بولے۔
نہیں ابو ..... ویسے ہی سر میں درد ہے۔
وہ بولی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی ..... لیکن فریال اور بابر کچھ بولے۔
ثروت جہاں بھی حیران تھیں ..... کہ آخر معاملہ کیا ہے..... لیکن رئیس احمد سمجھ چکے تھے کہ بابر کی کسی بدتمیزی کا اثر ہے۔
بالکل خاموشی کے ساتھ کھانا ختم ہوا..... ثروت جہاں اور رئیس خاموش اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔
بابر کو اور موقعہ ملا .....
وہ سیدھا سندر کے کمرے کی طرف چل دیا۔
اجازت ہے۔
وہ کمرے کے پردے سرکا کر مسکرایا۔
اب آپ آ ہی گئے ہیں تو اجازت کیسی ؟
وہ اب بھی خفا ہی لگ رہی تھی۔
ارے بھئی چھوڑو غصے کو یہ بتاؤ کافی چلے گی ..... وہ لاپرواہ سا اس کے قریب ہی صوفے پر براجمان ہو گیا۔
آپ چند منٹ بیٹھیں اور جائیں ..... میرا سٹڈی کا وقت ہو رہا ہے۔
سندر نے اسے گلے سے اتارنا چاہا۔

اچھا..... سٹڈی باقاعدگی سے کرتی ہو۔
تو اور کیا ..... اچھے نمبروں کے لئے پڑھنا پڑتا ہے۔
سندر نے کتابیں ایک طرف رکھ دیں۔
اچھا ..... ناراض کس بات پر ہوتی ہو۔
بابر نے جان بوجھ کے بات کو طویل کرنا چاہا۔
بس آپ میری کسی بات میں ٹانگ نہ اڑایا کریں ..... اس سے مجھے لوفت ہوتی ہے۔
سندر نے جھنجھلا کر کہا۔
یہ تو ہو گا.....
بابر نے اپنی اکڑ کو بدستور قائم رکھا۔
تو ہوتا رہے ..... مجھے بھی آپ کی پرواہ نہیں ہے۔
سندر نے شدید غصے کے عالم میں کتابیں اٹھائیں اور کمرے سے نکل گئی۔
اور پھر ڈرائنگ روم میں بہت دیر وہ پڑھتی رہی۔
لیکن آج اس کا دل پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا۔
شہباز نے اس کے دل کے تاروں کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ ایک عجیب سا تاثر تھا جسے وہ لے کر آئی تھی شہباز کی شخصیت ایسی نہ تھی جسے وہ محو کر سکتی۔ جو چیز اس نے اٹھارہ سال نہیں محسوس کی تھی۔ وہ اس نے چند لمحوں میں محسوس کر لی تھی کہ محبت کیا چیز ہے۔ اس کے سامنے دو پلڑے تھے..... لیکن نہ جانے کیوں شہباز کا پلڑا بھاری تھا۔ لیکن ایسی باتیں کرنا تو اس کی عادت ہے۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے بھی وہ اس کے خیالات سے مبرہ نہ ہو سکی۔
وہ حسین خیالات میں اترتی چلی گئی۔
وہ اس کے خیالات میں بار بار آتا۔ اور پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ اسے

www.pdfbooksfree.pk

7

ابو.....

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ بولی۔

آؤ بیٹی ..... کیا بات ہے۔

وہ آج صاحب فراش تھے ..... کئی دنوں سے طبیعت درست نہ تھی کارڈ سب لوگوں کو تقسیم کر دیئے تھے۔

سندر نے کہا۔

معلوم نہیں بیٹا ..... بابر سے معلوم کرو .....

وہ پلٹ گئی۔

بابر.....

وہ لان میں اتر گئی جہاں بابر فریال چائے پی رہے تھے۔

سندر آؤ نا ..... کہاں گم رہتی ہو تم .....

فریال نے اپنے قریب کی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

سٹڈی میں گم رہتی ہیں۔ محترمہ سندر صاحبہ .....

بابر نے کہا۔

آپکو طنز کے سوا کچھ اور بھی آتا ہے کہ نہیں۔

وہ حسب عادت تلخ ہو گئی۔

پھر غصہ..... چھوڑو سندر لو چائے پیو .....

فریال ہنس دی اور ایک کپ بنا کر سندر کے سامنے پیش کیا۔

اچھا ..... مجھ ناچیز کو کس لئے پکارا جا رہا تھا۔

بابر نے فوراً کہا۔

مجھے کارڈ چاہیے۔

سندر نے کہا۔

کیوں؟

دینا ہے کسی کو .....

سندر نے جان بوجھ کے بات چھپا دی۔

کون ہے ایسا خوش نصیب ..... جس کے لئے تم اس قدر پریشان ہو بابر نے ٹانگ ہلاتے ہوئے گہری نظریں سندر کے چہرے پر ڈالیں۔

تمہیں اس سے کیا ..... تمہارے پاس ہے کہ نہیں .....

وہ چڑ سی گئی۔

اب تو کوئی کارڈ نہیں ہے۔

بابر نے کہا۔

ٹھیک ہے .....

وہ جھنجھلائی ہوئی لوٹ گئی۔

وہ اپنے کمرے میں آئی .....

سندر بیٹی .....

اماں رحمت نے دروازے پر ہی آواز دی۔

جی اماں .....

یہ اپنے کاغذ لے لو بیٹی ..... ڈرائنگ روم میں چھوڑ آئی تھی۔

وہ پلٹی .....

او اماں ..... میری سویٹ اماں ..... ان کاغذوں کی تو مجھے بہت ضرورت تھی

یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ایک چھوڑ چار عدد کارڈ اس کے

بابر تھے

www.pdfbooksfree.pk

اس نے کارڈ لکھا ...... اور دوسرے دن نجمہ کے ہاں چل دی......

حسب عادت اس نے گلی میں گاڑی روک کر ہارن دیا۔

نجمہ نے چک اٹھا کر دیکھا۔

سندر ہے۔

نجمہ نے صحن میں بیٹھی سکینہ بیگم کو کہا۔

شہباز بھی باہر نکل آیا۔

اتنی دیر میں وہ زینہ پار کر کے اوپر آ چکی تھی۔

زہے نصیب ...... آپ ......

شہباز نے کہا۔

جی ہاں ...... یہ لیجیے ...... آپ کے لئے لائی ہوں۔

سندر نے کارڈ شہباز کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

ارے واہ ...... آپ نے یاد رکھا۔

شہباز نے گہری نظروں سے سندر کی آنکھوں میں جھانکا ...... تصادم جان لیوا تھا...... گھبرا کر وہ نجمہ کی طرف پلٹ گئی۔

سندر بیٹی ...... اس قدر تکلیف کی کیا ضرورت تھی ...... خالہ جان اگر کار ان کو نہ دیتی تو کس طرح آتے ......

وہ جان چکی تھی کہ شہباز حد درجہ ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔

لو ...... کیسے نہ آتا ...... میں تو سر کے بل چلا آتا...... شہباز سندر کی پش کے قریب آگیا......

غلط ہے اس دن تو آپ مان نہیں رہے تھے ...... وہ کچھ ناراض سی لگ ر تھی۔

شہباز نے اس کے روٹھے ہوئے معصوم چہرے کو دیکھ لیا۔ وہ کتنی پیاری آ رہی تھا ...... بڑی مقدس سی ...... اجلے پانیوں کی طرح اجلی اجلی ......

وہ اسے دیکھتا رہ گیا ...... دولت کا خمار۔ عیش و عشرت معمولی رمق بھی اس کی عادت میں شامل نہ تھی۔ یا اللہ یہ کیسے امیر لوگ ہیں۔

وہ انہی خیالات میں کھو گیا ......

نجمہ نے شہباز کے کمرے میں چائے لگا دی تھی۔

بھیا چائے بن گئی۔

وہ اندر ہی سے پکاری۔

آؤ اماں ......

شہباز نے سکینہ بیگم کے شانے کو تھام لیا۔

نہیں بیٹا تم لوگ پیو ...... مجھے تو معاف ہی رکھو ...... سکینہ بیگم چائے کی شوقین نہ تھیں۔

وہ نجمہ کے ساتھ اندر چلی گئی۔

بڑے ہی خوش گوار ماحول میں چائے ختم ہوئی۔ اور وہ کچھ دیر بیٹھ کر لوٹ آئی۔

آج حسین دن تھا ......

رئیس احمد نے دعوت کا اہتمام بڑے تزک و احتشام کے ساتھ کیا تھا۔

رئیس لاج کو بڑے دلکش طریقے سے آراستہ کیا گیا تھا۔ دیکھنے والا مالک کے ذوق سلیم کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ مہمانوں کی آمد آمد تھی ...... سب ہی مہمان آ چکے تھے ...... لیکن ہر بار اس کی نگاہیں ہال کے مرکزی دروازے پر ٹھہر کر لوٹ آتیں ...... اسے جس کا انتظار تھا ...... وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ نجمہ بھی اس کے ساتھ تھی ...... سبز ساڑھی میں ملبوس آراستہ پیراستہ وہ انوکھی چیز ہی لگ رہی تھی۔ آج بابر نے اس کے نوبہار دلکش چہرے کو دیکھ کر تہیہ کر لیا تھا کہ سندر اسی کی ہے ...... اور اسی کی رہے گی۔ وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھتی [illegible] لوٹ آتیں۔

www.pdfbooksfree.pk

سندر ..... کون ہے آنے والا .....

صبیحہ نے چھیڑا .....

نجمہ نہیں آئی ابھی تک۔

سندر نے بات چھپائی۔

یہ بے چینی ..... یہ اضطراب نجمہ کی وجہ سے نہیں ہے۔

ایک ساتھ قہقہ بلند ہوا.....

اور سندر جھنپ سی گئی۔

تم لوگوں کو تو بات کا بہانہ چاہیے۔

سندر نے پھر گیٹ کی طرف دیکھا۔

نجمہ کا انتظار ہے یا .....

صبیحہ بات کو بڑے شریر انداز میں گول کر گئی ..... ویسے بھی اس نے شہباز کو دیکھا ہوا تھا۔

ارے جا .....

سندر نے حجاب سے نظریں دوسری طرف کر لیں۔

صبیحہ بڑی ذہین تھی ..... وہ نجمہ کے روپ میں سندر کی بے کلی محسوس کر رہی تھی۔ایک دم سندر ساکن ہو گئی ..... وہ نجمہ کے ساتھ درمیانی دروازے سے نمودار ہوا.....

رئیس احمد اور بابر خود مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔

آداب چچا جان۔

نجمہ نے رئیس احمد کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

شہباز بڑے دلکش انداز میں قریب کھڑا مسکرا رہا تھا۔

ارے نجمہ بیٹی ..... بہت دیر کر دی تم نے ..... سندر تم سے ناراض ہو جائے گی۔ وہ نجمہ کے سر پر محبت سے چپت رسید کرتے بولے۔

ہمیں منانے کے بہت طریقے آتے ہیں چچا جان ..... وہ سندر کو دیکھ کر بولا

شہباز نے بے تکلف فقرہ چست کیا۔

جسے بابر نے چونک کر دیکھا ..... اور اسے شہباز کی بے تکلفی پسند نہ آئی۔

نجمہ اور اس کے قریب سندر ہنس دیں۔

چلو بیٹی مہمانوں کو لے چلو .....

رئیس احمد سندر سے بولے۔

آیئے ..... سندر نے نجمہ سے کہا۔

شہباز تم ٹھہرو یار .....

رئیس احمد نے شہباز کو اپنے قریب ایک بازو حمائل کر کے حصار میں لے لیا۔

وہ مسکرا اٹھا۔

اس قدر محبت اور خلوص کا وہ ایک عرصے سے خواہاں تھا۔

رئیس احمد کو نہ جانے پہلی نظر میں ہی شہباز دل کو بھا گیا۔

لیکن بابر کو اس کی قربت پسند نہ آئی۔

نجمہ اور سندر چلی گئیں اور وہ شہباز کے ساتھ ہی گیٹ پر کھڑے رہے نہ جانے کیوں شہباز کے روپ میں وہ کیا دیکھنا چاہتے تھے۔ انہیں کچھ یاد نہ آ رہا تھا کہ وہ شہباز کی صورت میں کیا دیکھنا چاہیئے۔یا وہ کس کی صورت تلاش کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

شہباز نے قریب آتے بابر سے مصافحہ کرنا چاہا ..... لیکن وہ دوسری طرف لان میں چلا گیا۔

سندر ..... مہمان آ گئے ..... جن کا انتظار تھا۔

نجمہ کو آتے دیکھ کر نور جہاں نے چوٹ کی۔

www.pdfbooksfree.pk

سندر نے بھی شوخی سے کہا ......

اتنی دیر میں شہباز بھی آن پہنچا تھا......

آداب......

شہباز نے بیٹھی نور جہاں جسے وہ جانتا تھا...... دوسری لڑکیوں کو دیکھ کر کہا۔

آداب ...... کیسے ہیں آپ ۔

نور جہاں نے کہا۔

خدا کا شکر ہے ...... زندہ ہیں......

شہباز نے سندر کی جانب دیکھا جو اس کی جانب دیکھ رہی تھی ۔

سندر آؤ نا ...... وقت ہو ......

فریال کی زبان رک گئی ......

وہ شہباز کو دیکھ کر ساکن ہی ہو گئی ......

آپ بات مکمل کریں ...... یہاں کوئی عجوبہ نہیں ہے......

شہباز نے حیرت زدہ فریال سے کہا۔

جی ...... وہ کھکھیا سی گئی ......

فریال نے پہلی نظر میں ایسا سمارٹ خوب رو نوجوان دیکھا تھا۔ شہباز کی شخصیت ایک انوکھی شخصیت تھی ۔ اس کے ہنسنے مسکرانے کا انداز نہایت دلکش تھا ...... فریال کھو سی گئی ...... دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا ۔ ساری جان میں شہباز کا اثر محسوس کر رہی تھی۔

سندر خود فریال کی ایسی حالت دیکھ کر حیران تھی ......

سندر بیٹی ...... آؤ نا ...... ادھر......

رئیس احمد نے کچھ فاصلے پر سے سندر سے کہا ۔

آئی ابو ......

چنانچہ سب لوگ ہال کے درمیانی حصے میں چلے گئے جہاں ایک بہت ہی

خوبصورت ٹرے میں بہت بڑا کیک رکھا تھا...... سندر درمیان میں ایک طرف قدرتی طور پر شہباز تھا اور دوسری طرف رئیس احمد اور فریال سامنے ثروت جہاں اور بابر کھڑے تھے۔

فریال نے موم بتیاں روشن کر دیں۔

سندر نے کیک کاٹ دیا۔

اور فضا مبارک و سلامت کی صداؤں سے گونج اٹھی ۔

ارے ......موم بتیوں کو روشن رہنے دو .... یہ ہمیشہ روشن رہیں بابر نے جو موم بتیاں بجھانے کے لئے جھکنا چاہا ..... شہباز کی مداخلت اسے اک آنکھ نہ بھائی۔ لیکن ماحول کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خاموش رہا لیکن وہ یہ دیکھ کر حد درجہ افسردہ تھا کہ سندر بہت زیادہ شہباز کی جانب جھک رہی تھی۔ وہ یہ کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کرتا کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی اور سندر سے مسکرا کے بات بھی کرے ......وہ ہمیشہ سے سندر پر زیادہ حق جتاتا تھا۔

مبارک ہو سالگرہ......

شہباز نے سندر کے کان میں سرگوشی کی۔

Thank you سندر نے آہستہ سے سر کو جنبش دی۔

بابر ایک دم چونک گیا ...... سندر کی نظریں تو سپاٹ تھیں البتہ شہباز کی نگاہیں کچھ کہہ رہی تھیں۔ وہ شہباز کے وجود کو اس جگہ پسند ہی نہیں کرتا تھا۔ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ چائے بھی دونوں نے ایک ساتھ پی تھی ...... جوں جوں وقت گذر رہا تھا...... رقابت کا جذبہ زیادہ سے زیادہ ہوتا گیا...... نہیں نہیں ...... شہباز میرے حق پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتا......

ارے بیٹا چائے پیو...... گر رہی ہے ...... کپڑے۔

قریب کھڑے اماں رحمت نے بابر سے کہا ...... جس کے کپ سے چائے گر رہی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

بابر نے چونک کر کپ سیدھا کر لیا۔

آہستہ آہستہ رئیس لاج کے مہمان پر تکلف دعوت سے فراغت پانے بعد رخصت ہو رہے تھے۔ چنانچہ سب ہی چلے گئے...... صرف نجمہ اور شہبا گئے۔ رئیس احمد کو شہباز بہت پسند آیا تھا...... وہ اس کی مہذب گفتگو اور م طرز مخاطب بہت پسند کرنے لگے تھے۔ اب انہوں نے کہا

شہباز بیٹے بیٹھو نا......

وہ قریب کھڑے شہباز سے بولے۔

اب تو اجازت ہی دے دیجئے تو بہتر ہے۔

شہباز نے کہا۔

کیوں کوئی خاص بات ہے۔

رئیس احمد نے کہا۔

ویسے ہی......

وہ مسکرا کر رہ گیا۔

چچا جان اجازت دیجئے۔

نجمہ نے کہا۔

اچھا بیٹی ...... جیسے تمہاری مرضی......

رئیس احمد نجمہ کے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے بولے۔

شہباز نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

جسے رئیس احمد نے بڑی محبت و چاہت سے تھام لیا۔

پلٹ کر شہباز نے بابر سے ہاتھ ملانا چاہا لیکن وہ جا چکا تھا۔

رئیس احمد سندر اور نجمہ نے ساکن نظریں جاتے ہوئے بابر کی پشـ ڈالیں۔

شہباز کو اس بداخلاقی کی توقع تو نہ تھی...... لیکن چپ رہا۔

Mind

بیٹا محسوس نہ کرنا......

رئیس احمد نے کہا۔

ایسی کوئی بات نہیں چچا جان ...... ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو میں محسوس نہیں کرتا۔

وہ بڑا فراغ دل لگ رہا تھا۔

گاڑی تیار ہے سرکار۔

ڈرائیور نے اطلاع دی۔

ٹھیک ہے۔

رئیس احمد نے کہا......

نجمہ اور شہباز سوار ہو کر گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

شہباز کے جانے کے بعد ماحول اداس سا ہو گیا تھا۔ سندرا اپنے کمرے میں چلی آئی۔

ملازم تحائف کا انبار لگا گیا تھا۔ لیکن وہ بہت تھک چکی تھی۔

سوائے لیٹنے کے وہ کچھ اور نہیں کر سکتی تھی۔

وہ تکیے پر سر رکھے خیالات کی حسین دنیا میں کھو سی گئی تھی۔ ہر دھڑکن کے ساتھ اسی کا ہی نام گونجتا تھا۔

اجازت ہے

اچانک بابر نے حسین خیالات کے تانے بانے کو الجھا سا دیا۔

وہ بڑی ناگواری سے سیدھی بیٹھ گئی۔

تھک گئی ہو......

بابر نے میز پر تحائف کا انبار دیکھ کر کہا۔

[illegible] زیادہ...... اٹھنے کی ہمت نہیں ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ سر کو پلنگ کی پشت پر ٹکاتے ہوئے بولی۔

اور وہ اس کے قریب صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

ارے یہ کیا چیز ہے۔

وہ جھکا اور سرخ رنگ میں لپٹی ننھی منھی سی ڈبیہ اٹھالی۔

معلوم نہیں۔

سندر نے بھی تشویش بھرے انداز میں بابر کے ہاتھوں میں ڈبیہ کو دیکھا۔

کھول لوں......

بابر نے کہا۔

ہاں ...... ضرور...... اس میں منع کرنے والی کونسی بات ہے۔

انجانے میں وہ سیدھی ہو کر دوبارہ بیٹھ گئی۔

اور بابر نے ڈبیا کا کاغذ اتار دیا...... اور ایک نہایت ہی نفیس خوبصورت م
سا تاج محل اس کی گود میں گر گیا ...... بابر نے جھک کر اٹھایا ایک کونے میں ٹک
چٹ پر نظر پڑی۔

شہباز

بابر کی نظریں وہیں کی وہیں جم گئیں۔ اس میں اتنی بھی سکت نہ رہی تھی ک
اٹھا کر سندر کو دیکھا دے۔

کون ہے۔

سندر نے جھک کر تاج محل کو پکڑ لیا۔

تمہارا پرستار۔

بابر نے بری طرح جل کر کہا۔

لیکن سندر نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی ......

کتنا پیارا ...... اس قدر حسین ...... محبت کی یادگار ...... وہ بے ساختہ کہہ
اٹھی۔

اتنا بے تکلف ہو چکا ہے وہ تم سے

بابر کے رگ رگ سے شعلے لپکنے لگے۔

کیا مطلب ......

سندر انجان بنی کہہ گئی۔

مطلب یہ کہ وہ اتنا بے تکلف ہو گیا ہے تم سے۔

بابر بڑا کرخت انداز میں بولا۔

بے تکلفی کی اس میں کونسی بات ہے ...... مہمان تھا ...... آیا اور تحفہ د
گیا۔

وہ لاپرواہ سی ناخن دیکھنے لگی۔

لیکن تاج محل کا اور بھی مطلب ہو سکتا ہے۔

بابر اصل کی طرف آنا چاہتا تھا۔

تم کیا مطلب لینا چاہتے ہو۔

سندر ایسی بھی کوڑھ مغز نہ تھی جو اس کی بحث کا مطلب نہ سمجھتی۔

میں تو یہی سمجھ رہا ہوں کہ وہ تمہیں پسند کرنے لگا ہے۔

بابر نے دل کی بات کہہ دی۔

کسی دوسرے کی پسند اور ناپسند کا یہاں کوئی سوال نہیں ...... مسئلہ تو یہ ہے
جسے میں چاہوں ......

سندر کہہ ہی گئی......

ہوں ...... تم کسے چاہتی ہو۔

بابر نے صوفے پر پہلو بولا۔

ابھی میں نے اس بارے میں سوچا نہیں۔

سندر بات کو ختم کرنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ تو چپک ہی گیا تھا۔

[illegible] کھول کر سن لو ...... میرے علاوہ کسی اور سے کوئی

www.pdfbooksfree.pk

ناطہ جوڑا تو سنگین انجام کی ذمہ دار تم ہوگی..... وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔
اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

ہنہ.....

سندر نے نفرت بھرے انداز میں بالوں کو جھٹکا اور لیٹ گئی..... وہ تمام شب عجیب عجیب خیالات کے تانے بانے بنتی رہی ..... لیکن کہیں بھی ڈوری سمجھ پائی.....

ایک چاہت تھی

لگن تھی

محبت کا انمٹ جذبہ۔

8

برسات جوبن پر تھی۔

پھول پودے رخت کہن اتار کر نئے سنہری لباس میں ملبوس تھے۔ کئی دنوں سے بادل گھر گھر کر آتے برس کر لوٹ جاتے ..... سرمئی بدلیاں آسماں کے شفاف سینے پر اکثر تھرکتی نظر آتیں ..... ٹھنڈی سرشار ہوا دل حزیں کی کلی چٹکا کر گزر جاتی۔ کائنات کی ہر شے پر نشہ طاری تھا۔ باغوں میں موگرہ ڈھاک گل لالہ پوری آب و تاب سے کھلے ہوئے تھے۔ ہر شے پر جوانی تھی ..... صبح سے ہی پھوہار پڑ رہی تھی۔ رم جھم بادل برس رہا تھا.....

اس وقت صبح دس کا وقت ہوگا کہ ایک سائیکل سوار بھیگا بھیگا سا عین غلام گردش کی پہلی سیڑھی پر رک گیا ..... جہاں فریال موسم کا لطف لے رہی تھی۔

ارے آپ ..... شہباز صاحب ..... کہاں سے آرہے ہیں ۔ فریال نے بڑی دلچسپی سے شہباز کو دیکھا ..... وہ سرخ قمیض اور سیاہ پینٹ میں خاصہ جاذب نظر لگ رہا تھا۔ اپنے گھر سر آرہا ہوں

شہباز نے شیڈ کے نیچے سائیکل کھڑی کرتے پاؤں جھاڑے۔ اور اس وقت آپ نے سندر سے بھی ملنا ہوگا۔

فریال نے بھی قیاس آرائی کی۔

جی بالکل ..... بڑی ذہین واقع ہوئی ہیں آپ۔ شہباز نے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی جانب سیدھا کیا لیکن کم بخت پھر پیشانی پر جھک آئے۔

فریال کا دل بری طرح دھڑکا ..... شہباز کے حسن و جمال نے اس کے اندر ایک برقی رو دوڑا دی تھی۔

ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر وہ پوری جان سے اس پر فدا ہو چکی تھی۔

اجازت۔

شہباز نے مسکرا کر کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

کہاں؟

فریال حیرت سے بولی۔

سندر کے کمرے کی طرف جا رہا ہوں.....

وہ قدم اٹھاتا ہوا بولا۔

چلیے میں بھی چلتی ہوں۔

(یہ ایک نئی مصیبت چپک گئی) وہ دل میں بدبدایا۔

آپ موسم کا لطف اٹھایئے۔

وہ جاتے جاتے بولا۔

کوئی بات نہیں .....

وہ شہباز کے ساتھ سندر کے کمرے کی جانب چل دی۔

خادم اجازت چاہتا ہے۔

شہباز نے اندر قدم رکھتے بڑے دلبرانہ انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا آ

..... اس موسم میں۔

وہ اپنے مطالعے میں مصروف تھی۔ ایک دم چونک گئی ..... لیکن فریا

دیکھ کر وہ ورطہ حیرت میں گم ہو گئی۔

اس موسم میں کتابیں .....

شہباز نے سندر کے سامنے سے کتاب اٹھالی۔

ارے بھئی میرے ٹسٹ میں ..... کیا کر رہے ہیں آپ۔

وہ ایک دم سے بولی۔

کوئی ٹسٹ ویسٹ نہیں ..... اٹھو ..... تمہیں لینے آیا ہوں۔

وہ بے تکلف بولا۔

کیوں؟

سندر مسکراتی ہوئی بولی۔

اور فریال اس کی بے تکلفی پر حیرت زدہ تھی ..... اور اندر ہی اندر سندر کے مقدر پر رشک بھی کر رہی تھی۔ فریال فطری طور پر حسن پرست تھی..... وہ شہباز کی وجاہت پر مرمٹی تھی۔

امی بلا رہی ہیں ..... پکوان پک رہے ہیں ..... مزا آجائے گا۔ شہباز اس کے بازو کو تھام کر برآمدے میں لے آیا..... اپنے وجود کو غیر ضروری محسوس کرتے آج پہلی مرتبہ فریال کو سندر پر رشک آنے کی بجائے حسد کی آگ نے سرتاپا جلا کے راکھ کر دیا۔

ہائے اللہ ..... ابو سے تو پوچھ لوں .....

وہ ٹیلی فون کی جانب لپکی۔

ارے بھئی یہ سب مسئلہ میں نے حل کر لیا ہے ..... میں آفس سے ہو کر آیا ہوں۔ وہ سندر کو اڑا کر لے جانا چاہتا تھا۔

کہاں جانے کی تیاری ہے۔

اچانک غلام گردش کے بغلی دروازے سے بابر نمودار ہوا۔

میں جا رہی ہوں نجمہ کے ہاں ..... شہباز مجھے لینے آئے ہیں۔ سندر نے شہباز کو کسی قسم کی خفت سے بچانا چاہا۔

شہباز نے بغور بابر کی طرف دیکھا ..... اس کے چہرے پر کرخت قسم کی سلوٹیں ابھر آئیں تھیں ..... پیشانی پر ناگواری کے تاثرات پھیل گئے تھے۔

وہاں جانے کی بجائے کیوں نا دریا پر چلیں .....

بابر نے کہا۔

بالکل درست ..... فریال خوش ہو کر بولی۔

اس بارش میں حماقت ہے جانا۔

شہباز کو بابر کی مداخلت پر غصہ آگیا۔

مراخیال ہے گھر سے نکلنا بھی حماقت ہوگی۔

www.pdfbooksfree.pk

بابر نے برجستہ جواب دیا۔

فریال نے مسرت بھرے انداز میں شہباز کی طرف دیکھا ...... لیکن شہباز سندر کو دیکھ رہا تھا۔

آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ بات ہوئی اور شہباز پلٹا۔

ٹھیک ہے ...... سندر ...... خدا حافظ......

وہ خاموش اسے جاتا دیکھتی رہی

وہ جلا بھنا ...... بھنبھناتا ہوا۔ ...... زینہ چڑھ کر صحن میں داخل ہوا......
ہوا ...... ماں نے کہا۔

سندر کے پہرے دار بہت پیدا ہو گئے ہیں۔

وہ دھپ سے چارپائی پر بیٹھ گیا۔

دوسری طرف سے نجمہ بھی نکل آئی۔

کیا بات ہے ...... بھیا ...... موڈ آف نظر آ رہا ہے۔

نجمہ نے شہباز کو خفا دیکھ کر کہا۔

سندر نہیں آ رہی ......

وہ اداس ہو گیا۔

اس نے انکار کر دیا ۔

نجمہ نے کہا۔

میں ...... اس کے پہرے دار اس کے محافظوں نے وہ جل کر بولا ۔

کون محافظ؟

ماں نے پکوان اتار کر چنگیر میں رکھے۔

وہی لکھنؤ کا بانکا...... بابر ......

شہباز نے کہا۔

اور نجمہ کھل کھلا کر ہنس دی۔

سامنے چولہے کے سامنے بیٹھی ماں بیٹے کی بے کلی اور اضطرابیت دیکھ رہی تھی ...... وہ زیادہ ہی سندر میں دلچسپی لے رہا تھا کوئی بات نہیں بیٹا ...... دل چھوٹا نہ کرو ...... پھر کسی دن بلا لینا ......

جب تک اس کے مہمان موجود ہیں ...... بلایا نہیں جا سکتا۔

وہ بہت ہی افسردہ لگ رہا تھا۔

نجمہ کا دل کٹ گیا ...... بھائی کی پریشانی وہ بالکل نہ دیکھ سکتی تھی۔ بابر خوامخواہ سندر پر روعب کیوں جماتا ہے۔

نجمہ نے کہا۔

بیٹی اس کا حق جو ہوا۔

ماں نے کہا۔

ہمارا کوئی حق نہیں اس پر۔

وہ اداس لہجے میں بولا۔

بیٹے وہ اس کا اپنا ہے ...... پھوپھی کا بیٹا ہے......

ماں کے الفاظ پر اس کا جگر پارہ پارہ ہو گیا......

کیا محبت و چاہت کا کوئی رشتہ نہیں ...... خلوص کا کوئی رشتہ نہیں لیکن وہ خاموش رہا ...... نہ جانے کیوں سندر کو اپنے وجود کا ایک حصہ تصور کرنے لگا تھا ...... وہ اسے اپنا کیوں سمجھ بیٹھا تھا۔ وہ اٹھا اور اپنے کمرے میں چل دیا۔

بیٹا لاؤں کھانے کے لئے۔

ماں نے بھی اس کو اداس دیکھ لیا تھا۔

دل نہیں چاہ رہا اماں۔

پردا اٹھا کر اندر چلا گیا۔

اچھا ......

ماں نے [illegible] نجمہ کو دیکھا ...... جو بھائی کے جذبات کو اچھی

www.pdfbooksfree.pk

طرح جانتی تھی۔

صبح سے شام تک شہباز نے کچھ بھی نہ کھایا ...... اس کی وجہ سے گو
ماحول بھی اداس رہا ...... پکوان کا کوئی مزا نہ آیا ...... بلکہ برسات نے اک آ
لگا دی ...... تن من ...... سب کچھ جلنے لگا ......

شام کو قدرے بادل تھے ...... چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں جیسے اپنوں کے پاس
رہے ہیں ...... گھونسلوں میں دبکے ہوئے پنچھی بھی خوبصورت موسم کا لط
اٹھانے کے لئے باہر نکل آئے تھے۔

ملازمین نے لان میں کرسیاں بچھا دی تھیں۔

درمیانی میز پر چائے معہ لوازمات کے پڑی تھی ...... صرف ثروت ب
رئیس احمد براجمان تھے۔

بچے کہاں ہیں۔

رئیس احمد نے قریب کھڑے ملازمین الفت سے کہا۔

اپنے کمروں میں سرکار۔

بلاؤ انہیں۔

جی بہتر۔

الفت بھاگ کر سب سے پہلے سندر کے کمرے میں داخل ہوا۔

چھوٹی بی بی ......

کیا بات ہے۔

وہ ڈرائینگ ٹیبل سے اٹھ کر پلنگ پر بیٹھتے بولی۔

صاحب بلا رہے ہیں۔

الفت نے کہا۔

اور کون ہے وہاں۔

اس کا مطلب بابر سے تھا۔

کوئی بھی نہیں صرف ثروت بی بی ہیں۔ اور بی بی فریال آ رہی تھیں۔ الفت نے کہا۔

اچھا ...... ایک کپ یہیں لے آؤ۔

بہت ......

ملازم چلا گیا۔

سندر نے بے دلی سے سر کو تکیے پر گرا لیا ...... بابر کی اجارہ داری بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ کیوں اپنے حکم کو مجھ پر مسلط کر رہا ہے۔ رات یوں ہی عالم پریشانی میں گزر گئی۔ دوسری صبح وہ کالج چلی گئی ...... گھر جانے کا پروگرام بنایا تو بابر بلائے ناگہانی کی طرح گیٹ پر پہلے ہی موجود تھا۔ تم مجھے مت لینے آیا کرو۔

وہ بڑی ناگواری سے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے بولی۔

آگے آجاؤ۔

بابر نے سٹرینگ کو پکڑتے ہوئے کہا۔

شکریہ ...... یہی جگہ مناسب ہے۔

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

بابر نے اس کا موڈ زبردست خراب دیکھ کر گاڑی رئیس لاج کی سٹارٹ کر دی ...... وہ جانتا تھا جب تک میں ہوں۔

شہباز سے ملاقات پر پابندی لگ سکتی ہے ...... لیکن جب وہ چلا جائے گا تو پھر سندر کو کھلی چھٹی ...... وہ کس طرح سندر کے پاس رہ سکتا ہے۔ وہ طرح طرح کے بہانے سوچنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رئیس احمد پاس ہی رہا ئے۔ اس سلسلے میں وہ اپنی ماں کو زیادہ مددگار ثابت کر رہا تھا۔

ایک دم گاڑی پورچ میں رکی اور وہ دروازہ کھول برق رفتاری سے اپنے کمرے میں چل دی۔

بابر نے [illegible] سندر کے نقش قدم کو دیکھا ...... پھر ہونٹوں کو گول کرتا سیٹی

www.pdfbooksfree.pk

بجاتا ثروت جہاں کے پاس روانہ ہو گیا۔ وہ کچن میں باورچی کو ہدایات دے رہی تھی امی

وہ آج بڑی لے میں نظر آرہا تھا۔

آگئے بیٹا ...... سندر کو لے آئے۔

جی ہاں۔

وہ مسکرایا۔

کیا بات ہے ...... آج بڑے خوش نظر آرہے ہو۔

ثروت جہاں اس کے ساتھ چلتے چلتے بولیں۔

کہیں بیٹھیں تو بہت ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔

بابر نے کہا۔

اچھا ...... ڈرائینگ روم میں چلتے ہیں۔

دونوں ماں بیٹا ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے ...... سامنے خوبصورت صوفے پر ثروت جہاں بیٹھ گئیں ...... اور ان کے قریب ہی بابر بیٹھ گیا۔

کہو ...... کیا بات ہے۔

وہ وسیع و عریض ڈرائینگ روم میں چاروں جانب نظریں گھماتے بولیں۔

میں چاہتا ہوں کہ ماموں کے پاس ہی نہ رہ جاؤں۔

بابر نے گہری نظروں سے ماں کو دیکھا۔

لیکن ثروت جہاں کے چہرے پر کوئی خاص قسم کے نقوش نہیں ابھرے

کس لئے۔

ثروت جہاں ہمہ تن گوش ہو گئیں۔

یہاں رہ کے پڑھائی اچھی ہو سکتی ہے۔

بابر نے کہا۔

ہوں ...... میں سب سمجھتی ہوں ...... اڑتی چڑیا کے پر گن لیتی ہوں

تمہیں نہیں جان سکتی ...... یہ مسلے سندر کے پاس رہنے کے ہیں ......

ٹھیک ہے نا ------------

وہ بڑے رمزیہ انداز میں بولیں۔

بابر بھی ہنس دیا......

ہاں امی ...... سندر کو تنہا چھوڑنا ...... خطرے سے خالی نہیں بابر آنے والے وقت سے خوفزدہ تھا۔

کیا ......

وہ کیا کو لمبا کرتے آگے کو جھکیں۔

آج کل شہباز سندر کے پیچھے لگا ہوا ہے ...... وہ محبت کا جال پھینک رہا ہے۔

بابر نے ماں کو خبردار کیا۔

شہباز کی ٹانگ نہ توڑ دوں ...... وہ کون ہوتا ہے اس گھر پر نظر رکھنے والا ...... سندر اور میرے بھائی کی دولت پر صرف میرے بیٹے کا حق ہے ...... صرف میرے بیٹے کا ------ وہ سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولیں۔

آپ کسی طرح ابو کو راضی کر لیں۔

بابر نے کہا۔

ابو کا تم فکر نہ کرو ...... یہ تو بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

ثروت جہاں مصمم ارادے سے بولیں...... استحکام اختیارات انہیں پورا بھروسہ تھا ...... وہ جانتیں تھیں کہ انوار احمد ان کی کسی بات کو ٹال نہیں سکتے ...... وہ بول سکتے ہیں جھگڑ سکتے ہیں لیکن ان سے الگ کوئی تجویز نہیں بنا سکتے۔ نہ ہی انوار احمد میں اتنی جرات تھی کہ وہ بیوی کے بغیر کوئی فیصلہ کر سکیں۔

ثروت جہاں نے بیٹے کی تجویز کو مانتے ہوئے رئیس احمد سے بات کرنا مناسب سمجھا۔

www.pdfbooksfree.pk

رئیس.....

آیئے آپا..... بیٹھئے

وہ سامنے کرسی کی طرف اشارہ کرتے بولے۔

تم سے ایک بات کرنا تھی..... اگر تم پسند کرو تو .....

ثروت جہاں نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

جو بات آپ کہیں گی ..... میں جانتا ہوں۔

رئیس احمد سمجھے کہ ثروت جہاں پھر رشتے کی بات کریں گی۔

ارے نہیں ..... جو تم کہہ رہے ہو ..... وہ بات نہیں ہے۔

ثروت جہاں ہنس کر بولیں۔

پھر کونسی بات ہے۔

رئیس احمد حیران رہ گئے۔

میں چاہتی ہوں کہ بابر تمہارے پاس ہی رہ جائے تو بہت ہے ..... یہاں تمہاری نگرانی میں تعلیم بھی حاصل کرے گا۔ اور ویسے بھی تم سے ڈرتا بھی ..... باپ کو تو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔

ثروت جہاں نے لمبی چوڑی تمہید باندھی۔

ٹھیک ہے ..... مجھے کوئی اعتراض نہیں ..... یہاں کالج میں داخلہ لے دو گا اسے۔

رئیس احمد راضی ہو گئے۔

اللہ تیرا شکر ہے ..... رئیس میں کس طرح تمہارا احسان اتاروں گی۔

بچھتی جا رہی تھیں۔

او ہو آپا ..... اس میں احسان کی کیا بات ہے ..... بابر میرا بھی بیٹا ہے۔ اور میں سندر اور بابر میں فرق نہیں سمجھتا۔ اور جب فریال کو یہ علم ہوا کہ مستقل یہیں رہ رہا ہے تو اس نے طوفان کھڑا کر دیا۔ وہ خود چاہتی تھی کہ

شہباز مقیم ہے وہ وہاں رہے۔

اگر بھیا ماموں کے پاس رہے گا تو میں کیوں نہیں رہ سکتی۔

وہ پاؤں پٹخ کر اپنی ضد کو منوانا چاہتی تھی۔

فریال بیٹی تم پاگل تو نہیں ہو گئی ..... تم دونوں کو گھر سے نکال کر میں اکیلی کیا کروں گی ..... اور پھر بابر کی تو مجبوری ہے۔۔۔۔۔ ثروت جہاں نے معذوری ظاہر کی۔

کیا مجبوری ہے ..... ممی ..... مجھے نہیں معلوم ..... میں ہرگز ہرگز یہاں سے نہیں جاؤں گی۔

وہ حتمی فیصلہ کرتے بولی۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ..... تمہیں معلوم نہیں کہ بابر یہاں رہ کر سدھر سکتا ہے ..... اور پھر ہم اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو سکتے ہیں ..... ثروت جہاں نے کہا ان کا انداز تشویش ناک تھا ..... وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ جسے ان کا بیٹا نگاہ نفرت سے دیکھا ہے ان کی حسن پرست بیٹی شہباز پر مرمٹی ہے۔

ثروت آپا ..... آپا۔۔۔۔۔

غلام گردش میں رئیس احمد کی آواز سن کر دونوں ماں بیٹی خاموش ہو گئیں۔

آؤ رئیس اندر آجاؤ۔

ثروت جہاں بھائی کی آمد پر کھڑی ہو گئیں۔ اور فریال بھی کھڑی ہو گئی۔

ارے رے آپا ..... گناہ گار مت کیا کرو ..... بیٹی بیٹھو تم وہ سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتے خود بھی بیٹھ گئے۔

فریال منہ بسورے خاموش بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات صاف نمایاں تھے۔

کیا بات ہے ..... فریال بیٹی خفا سی لگ رہی ہے۔

وہ گہری نظر سے فریال کی طرف دیکھ کر بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

ضد کر رہی ہے۔

ثروت جہاں بات شروع کرنا چاہتی تھیں۔

ضد ..... کیسی ضد۔۔۔

رئیس احمد چونکے۔..... یہی کہ بابر کے ساتھ فریال بھی آپ کے پاس رہ

چاہتی ہے۔

ثروت جہاں نے کہتے ہوئے رئیس احمد کے چہرے کی طرف بغور دیکھا با

یہاں رہ رہا ہے۔

رئیس احمد نے کہا۔

جی ہاں ماموں جان بھیا یہیں آپ کے پاس ہی پڑھیں گے ..... بھلا یہ

کیوں نہیں رہ سکتی .....

فریال نے منہ بسورا۔

ہاں بھئی ..... تم کیوں نہیں رہ سکتی ..... تم بھی ہماری بیٹی ہو۔ رئیس ا

نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی جذبات سے عاری چہرا لئے ماں بیٹی کی ہاں میں

ملا دی۔

ٹھیک ہے ماموں جان ..... مجھے بھی سندر کے کالج میں بی اے میں دا

کروا دیجئے۔

فریال کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

ثروت جہاں نے بڑی احسان مند نگاہوں سے رئیس احمد کی طرف د

رئیس بچوں کو تمہارے ساتھ اس قدر محبت ہے کہ یہاں سے جانے کے

باکل تیار نہیں ہیں ..... بابر کو تو میں چاہتی بھی یہی تھی کہ تمہارے پاس

اس کی عادات بہتر ہو جائیں۔

ہوں ..... آپ بے فکر رہیں ..... بابر اور فریال میرے پاس ہی رہیں

وہ بہن کی عادات سے اچھی طرح واقف تھے ..... وہ دولت کی زی

ہوس تھی ان کو۔

چنانچہ چند دنوں کے بعد ثروت جہاں بچوں سمیت اپنا ضروری سامان لے

آنے کے لئے اپنے ساتھ لے گئیں۔

یہ تم نے کیا کیا ..... فریال کو کیا ضرورت تھی وہاں رہنے کی۔

انوار احمد کو اچھا نہ لگا۔

کیا کرتی ..... وہ ضد پر اڑی ہوئی ہے ..... پھر رئیس بھی کہنے لگے کہ ٹھیک

رہنے دو ..... دونوں بہن بھائی میرے پاس رہیں گے۔ ناخواستہ انوار احمد بیوی

کے شور و غوغا سے خاموش ہو گئے آج تک ان کی کوئی بات ثروت جہاں نے مانی

بھی تھی ..... وہ اپنی من مانی کرنے والی عورت تھی .....

لیکن ادھر رئیس احمد نے بابر اور فریال کے رہنے کا اقرار تو کر لیا ..... لیکن

دوسری صبح جب اس نے ناشتے پر یہ سنا۔

الفت .....

جی صاحب.....

اوپر والے دونوں کمرے اچھی طرح درست کر کے ضرورت کی ہر چیز رکھ دینا

۔ رئیس احمد نے الفت کو تاکید کی۔

کیا مطلب ابو۔۔۔۔

سندر کی چھٹی حس بیدار ہو چکی تھی۔

تمہیں نہیں معلوم۔

رئیس احمد انجان سے بن گئے۔

نہیں ابو ..... مجھے تو کچھ علم نہیں ..... ہاں یہ معلوم ہے کہ کل پھوپھو جان

کہہ گئی ہیں کہ اچھا بیٹی جلد تم سے ملاقات ہو گی۔

دراصل بیٹی ..... وہ فریال اور بابر کو یہیں رکھنے پر مند ہیں۔

جی۔۔۔

www.pdfbooksfree.pk

سندر کا یا قوتی دہانہ کھلا ہی رہ گیا۔

ہاں بیٹی بابر اور فریال یہاں رہیں گے ..... چلو اس بہانے تمہاری بوریت بھی دور ہو جائے گی ..... تنہا تھی نا تم ..... رئیس احمد نے گھورتے ہوئے سندر کو دیکھا۔

یہ آپ نے کیا کیا ..... میری بوریت میں تو اور اضافہ ہو گیا وہ اٹھتے ہو بولی۔

کالج کا وقت ہو گیا۔

وہ کلاک کی طرف دیکھ کر بولے۔

جی ابو.....

وہ باہر نکل گئی۔

کالج میں نہ جانے کس طرح اس نے وقت پورا کیا۔ فوراً گاڑی کا رخ کے گھر کی طرف موڑ لیا۔ آخری زینہ پار کر کے وہ سیدھی سامنے کمرے داخل ہوئی۔

او زہے نصیب ..... کیسے ٹپک پڑیں آج آپ ..... اپنے محافظ سے اجا نامے پر دستخط کروا لئے تھے۔

اس کی پشت سے شہباز نے زبردست چوٹ کی۔

اف اللہ ڈرا ہی دیا آپ نے

وہ مسکرا کر پلٹی ..... ویسے بھی اس کے خاصے قریب ہو گئی تھی۔ شہبا اس کے سراپا کو بغور دیکھا ..... وہ واقعی چاہے جانے کے قابل تھی۔

میں بااختیار ہوں ..... اجازت کیوں لوں کسی سے۔ سندر نے ہنس کر کہ تمہیں اتنا احساس ہے کہ تم بااختیار ہو۔

شہباز نے بے ساختہ سندر کے دونوں شانے تھام لئے۔

بالکل .....

وہ مسکرا دی۔

تو اتنے دن ادھر کا رخ نہیں کیا ..... میں نے کتنا تمہارا انتظار کیا۔ وہ شہباز کی والہانہ گفتگو سے خود موم کی طرح پگھل گئی۔ اس کی مدھ بھری آنکھوں میں محبت کی چمک برق بن کر اس کی ہستی کو جلا رہی تھی ..... وہ اسے دل و جان سے چاہنے لگی تھی۔

شہباز .....

سندر نے اپنے ہاتھوں کو اس کے سینے پر رکھ دیا۔

سندر ---------- جان شہباز ----------

بے چین مضطرب انداز میں شہباز نے سندر کی خوبصورت پیشانی کو چوم لیا۔ سندر کا چہرا اب بھی شہباز کے ہاتھوں پر تھا جیسے کنول کے پھول پر شبنم کی بارات۔ یہ آپ نے کیا کیا۔

وہ لاج سے دوہری ہو گئی ..... شرم و حجاب سے بدن تھرتھرانے لگا اور وہ نرم و نازک کومل سندر جھکی پھول کی ٹہنی کی طرح گرتے گرتے بچی ---------- جسے فوراً شہباز نے تھام لیا ..... تم میری ہو ..... تم میری ہو ----------

سندر نے نظریں اٹھائیں ..... کسمسا کر اس نے فوراً جھکا لیں۔

شہباز کی آنکھوں میں محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

سندر ..... میں تمہیں پیار کرتا ہوں۔

شہباز نے یوں کہا جیسے وہ اس کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہو۔

اچانک قدموں کی چاپ پر چونکتے ہوئے شہباز قریب کی کرسی پر بیٹھ گیا

ارے ..... سندر کی بچی تم ..... کب آئیں.....

نجمہ خوش ہو گئی۔ اور چائے کا کپ شہباز کو تھما دیا .....

www.pdfbooksfree.pk

بہت دیر ہو گئی ہے ...... سندر تو کب کی آئی ہوئی ہے۔

شہباز نے شریر انداز میں سندر کی بات کاٹ کر شرارت کی۔

اف اللہ ...... نجمہ ...... شہباز جھوٹ بولتے ہیں ...... میں تو ابھی آئی ؛

سندر خفیف سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

نجمہ بھی ہنس دی۔

اچھا میں چائے لاؤں تمہارے لئے۔

اچھا میں چائے لاؤں تمہارے لئے

نجمہ ہنستے ہوئے باہر نکل گئی۔

آپ بڑے وہ ہیں ...... جھوٹ کیوں بولا۔-----

وہ بڑے دلبرانا انداز میں بولی۔

اب تو میری جان اکثر جھوٹ بولنا پڑے گا۔---

کیوں؟......

سندر جانے کے موڈ میں تھی۔

دستور محبت ہے ......

شہباز نے جھک کر اس کا بازو تھام لیا......

نجمہ چائے لے کر آچکی تھی لیکن وہ جوں کا توں ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔ ل

سندر چائے پیو۔----

نجمہ پیالی سندر کو پکڑاتے ہوئے بولی۔---

سندر نے ایک ہاتھ سے کپ تھام لیا۔

چلو بیٹھو...... امی سے ملے بغیر نہیں جانا ...... وہ اکثر تمہارے بارے پوچھتی رہتی ہیں۔

نجمہ بھائی کی دلی کیفیت جان چکی تھی۔

سندر خاموش سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

اچھا بھئی تم لوگ تو باتیں کرو ...... میں ہانڈی کا بندوبست کر لوں۔

نجمہ تو کہتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

سندر خاموش چائے پیتی رہی ......

سندر ...... کیا سوچ رہی ہو۔

شہباز اس کے قریب کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

آپ نے کس مشکل میں ڈال دیا ہے ...... یہ محبت کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔

سندر واقعی گھبرا رہی تھی۔

لیکن میں تمہیں اس مشکل میں ڈالنا چاہتا ہوں۔

شہباز نے محبت بھرے اندازمیں سندر کے چہرے پر آئے بالوں کو ہٹا دیا ......

کتنی چاہت۔

کتنا خلوص۔

وقت کے ساتھ ساتھ دونوں کی محبت مستحکم ہوتی گئی۔ دونوں ایک ہی منزل کی جانب بڑھ رہے تھے ...... ایک دوسرے کو پالنے کا شوق۔

ولولہ

لگن۔

اور چاہتوں کا انبار۔

9

...نام کی کوئی بد... تھی۔ ان کی محبت میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا

www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا رہا تھا۔ ..... وہ محبت و چاہت کی وادیوں میں اترتے جا رہے تھے۔

شام پانچ کا عمل ہوگا ..... لان میں کرسیاں بچھی تھیں ..... ملازم چائے کے لوازمات کے چھوڑ گیا تھا سندر بیٹی .....

جی ابو۔

سندر چونک کر بولی.....

بابر اور فریال کے کمرے درست کروا دیئے ہیں۔

رئیس احمد بیٹی کی طرف بغور دیکھ رہے تھے۔

جی ابو ..... سب کچھ درست کروا دیا ہے .....

آداب چچا جان .....

شہباز اچانک نمودار ہوا .....

ارے واہ بیٹا ..... اتنی مدت کہاں غائب رہے ..... رئیس احمد بہت خوش ہو کر بولے۔

بس یونہی .....

شہباز نے ایک نظر سندر پر ڈالی۔

چائے بناؤ بیٹی شہباز کے لئے۔

سندر فوراً جھکی اور خوبصورت سے کپ میں چائے بنا کر شہباز کے سامنے رکھ دی۔

Thank you

شہباز نے کہا۔

اور سندر مسکرا دی۔

آپ کا فون ہے سرکار۔

ملازم نے رئیس احمد سے کہا۔

وہ فوراً کپ اٹھا کر واپس رکھتے ہی بولے۔

جانا نہیں ..... میں ابھی آیا۔

وہ کرسی سے اٹھ کر ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئے.....

چھوٹی بی بی ..... ان کمروں کی تو وائرنگ خراب ہے۔

برکت نے آکر کہا۔

کسی الیکٹریشن کو بلانا پڑے گا۔

سندر نے کہا۔

کونسے کمرے .....

شہباز نے حیران کن انداز میں پوچھا۔

ارے بھئی آپ کو نہیں معلوم ..... مستقل مہمان اس گھر میں رہنے کے لئے آرہے ہیں۔

وہ جھلا کر بولی۔

مستقل مہمان ..... میں سمجھا نہیں .....

شہباز چونک سا گیا۔

ابو کی تنہائی دور کرنے کے لئے بابر اور باتوں کی پوٹ فریال اب یہیں تعلیم مکمل کریں گے۔

اچھا ------ تو یہ بات ہے ..... بابر نے جگہ بنا ہی لی۔ شہباز کچھ افسردہ سا ہو گیا۔

آپ کو افسردہ ہونے کی کیا ضرورت ہے ..... یہ گھر میرا ہے ..... یہاں پر آنے والا میری مرضی سے آئے گا۔

سندر نے سینہ تان کر کہا۔

ٹھیک ہے سندر صاحبہ ..... آپ کی مرضی تو چلے گی ..... لیکن جب وہ آپ کے قابو آئے گا.....

www.pdfbooksfree.pk

شہباز نے بامعنی بات کہہ دی تھی ...... واقعی وہ سندر کی مرضی چلنے ہی کر دیتا تھا ...... اور فریال تھی تو وہ شہباز پر مر رہی تھی۔ دونوں بہن بھائی ہاتھ دھو شہباز کے پیچھے پڑ گئے تھے۔

چند لمحوں میں رئیس احمد بھی آ گئے ......

ہاں بھئی ...... بیٹا پھر کوئی نوکری ووکری ملی کہ نہیں۔

وہ بے تکلف بولے۔

ابھی تو کچھ معلوم نہیں ہوا چچا جان ...... میں اپنی تعلیم کے لحاظ سے اچھی نوکری کرنا چاہتا ہوں ...... لیکن امی کی مرضی ہے کہ میں اور پڑھوں ......

شہباز ماں کی خواہش کو بھی رد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو تمہاری والدہ کا بہت اچھا ارادہ ہے ...... واقعی تمہیں ماں کی امیدوں پر پورا اترنا چاہیے۔

کوشش تو میری یہی ہے۔

شہباز نے کہا۔

کس کا فون تھا ابو......

سندر نے کہا۔

تمہاری پھوپھو کا بیٹی ...... پرسوں کی سیٹ بک کر دی ہے شام پانچ بجے آ جائیں گے دونوں بہنیں بھائی۔

سندر خاموش رہی ...... شہباز چائے پیتا رہا۔ رئیس احمد بیٹی کے جذبات سے بخوبی واقف تھے۔

لیکن خاموش رہے ...... وہ جانتے تھے کہ بیٹی بابر کو پسند نہیں کرتی۔ بہن کی عادت نے انہیں شدید الجھن کا شکار بنا دیا تھا۔ جو وہ بات کہتی منوا چھوڑتی تھیں۔ وہ کیا کرتے بابر اور فریال یہاں رہنے پر مصر تھے۔ تو وہ مجبور گئے۔

بہت دیر باتیں ہوتی رہیں ......

اجازت دیجئے۔۔

شہباز کھڑا ہو گیا۔

بیٹھو بیٹا ...... جا کہاں رہے ہو ...... کھانا کھا کے جانا بیٹا۔ شہباز مسکرا دیا۔

...

امی انتظار کر رہی ہوں گی۔

رک جایئے نا ...... ابو کہہ رہے ہیں ......

سندر کو بھی موقعہ ملا۔

نہیں سندر مجھے جلد پہنچنا ہے ...... اجازت چاہتا ہوں چچا جان۔ اچھا تمہاری مرضی ...... ویسے پرسوں دوپہر کا کھانا اور شام کی چائے ہمارے ساتھ ...... رئیس احمد نے حکم صادر فرما دیا۔

کوشش کروں گا۔

وہ بابر کی موجودگی سے خائف بھی تھا۔

کوشش نہیں ...... تمہیں پرسوں گیارہ بجے یہاں پہنچنا ہے۔

بہتر......

اور وہ چل دیا۔

سندر اور رئیس احمد بیٹھ گئے۔

بیٹی۔

رئیس احمد بولے

جی ابو ------

سندر نے ...۔

بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ میرے اس اقدام سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے۔

کیسا اقدام ابو ...... وہ جان گئی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

وہ سب سمجھ گئی تھی ...... لیکن انجان بن گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

یہی بیٹا کہ بابر کو تم پسند نہیں کرتی نا ......

رئیس احمد کہہ ہی گئے۔

ابو ۔۔۔۔۔۔۔۔ پسند کی بات نہیں ہے۔ اس کی عادات نہیں پسند ..
وہ کیسے اوچھی اوچھی باتیں کرتے ہیں

سندر نے کہا ...... وہ سچ بات کہنے کی ویسے بھی عادی تھی۔ اچھا بیٹی ..
اب تو گزران کرنا پڑے گی ...... آپا ثروت کی مرضی ہی اسی میں تھی کہ دونو
بچے میرے پاس رہیں ...... میں انکار نہ کر سکا۔

رئیس احمد کو بیٹی کا بھی بہت خیال تھا۔

آپ فکر نہ کریں ابو ...... انشاء اللہ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

میری بچی ...... خدا تمہیں خوش رکھے ...... میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ ا
ایسی بات نہ ہو ...... ان کا دل نہیں رکھتا ......

سندر ہنس دی۔

رئیس احمد مطمئن انداز میں چائے پیتے رہے۔ یونہی وقت گزر گیا ...
دھندلکے پھیلنے لگے تھے...... وہ نماز کی تیاری کے لیے اٹھ گئے تھے۔ وہ مغ
اور عشیاء کی نماز سے فارغ ہو کر ہی کھانا کھاتے تھے ....۔

ادھر ثروت جہاں کے لیے یہ بڑا سنگین مسلہ تھا بابر کی عادت کچھ اس ق
بگڑی ہوئی تھیں کہ انوار احمد نے دو دن سمجھانے نے بجھانے میں صرف کیئے۔

یعنی کہ رات کو جلدی گھر لوٹنا ۔۔۔۔۔ پڑھائی کی طرف توجہ دینا .....
کسی مہمان کے ساتھ بدتمیزی نہ کرنا .... اور سب سے بڑی بات ماموں کا
حکم ماننا نہ سر کھپاؤ .... کر لے گا اپنی مرضی یہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ انور
قریب کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

باپ کی بات سن کر بابر تلملا اٹھا ۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن اس وقت خام
رہا چھوڑ بیٹے بھی .... ایسا بھی برا نہیں ہے ....

نزاکت کو سمجھے گا۔

ثروت جہاں نے بیٹے کی طرف داری کی۔

فریال بیٹی .... ہو گئی سب تیاری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ثروت جہاں نے کہا۔

جی امی جان .... بالکل میری تیاری ہو گئی .... بلکہ بھائی کے بھی
تمام کپڑے اور ضروری چیزیں رکھ دی ہیں۔

فریال باپ کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

شاباش میری بچی ....

اور دوسرے دن وہ لاہور کی فلائٹ پر روانہ ہو گئے۔

10

ٹرن ٹرن .... ٹرن ....

لیٹے لیٹے .... سندر نے ریسور کان کو لگایا۔

خادم آداب کہتا ہے ....

دوسری طرف سے آواز آئی۔

اچھا .... شہباز .... کہاں سے بول رہے ہیں آپ وہ فوراً شہباز کی
آواز پہچان گئی۔

بہت جلد پہچان لیا تم نے ....

شہباز نے کہا۔

ہزاروں مین کیا لاکھوں میں پہچان جاؤں .... کیا سمجھتے ہیں آپ سندر
نے ہنستے ہوئے اپنی محبت کا احساس دلایا۔

خدا مان لیا ....

شہباز نے کہا۔

بالکل ...... قائم و دوائم ہے ... .

www.pdfbooksfree.pk

سینئے ....

فرمائیے ....

شہباز نے کہا۔

کل شام چار بجے تشریف لائیے ذرا ———————.

سندر نے کہا۔

اور وہ آپ کے نائب قاصد ———————

شہباز نے کہا۔

نائب قاصد تو اب ہمیشہ ہی رہیں گے .... آپ آنا نا بھولیے گا۔

سندر نے تاکید کی۔

Yer Sir ....

غلام حاضر ہے۔

سہباز نے خادمانہ انداز میں کہا۔

نقرئی قہقے کی آواز سے شہباز خود بھی ہنس دیا ....

شرارت سے باز نہیں آئیں گے آپ ....

سندر بڑی خوش ہو رہی تھی'

یہ سب تمہاری وجہ سے ہے ....

شہباز نے کہا ....

کیا مطلب'

سندر نے کہا۔

مطلب یہ کہ میری خوشی .... میری شرارت .... میرا سکون تمہاری وجہ سے ہے۔

ایک دم سندر چونک گئی .... بابر کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔

اب اجازت ....

ایک دم سندر نے ریسور رکھ دیا.........

کون ایسا ہے نصیبوں والا .... جس سے اجازت طلب کی جا رہی ہے۔

بابر قریب کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

آپ سوئے نہیں ابھی ....

سندر اس بات کو ختم ہی کر دینا چاہتی تھی۔

نہیں .... نیند کہاں ——————— جب تم جاگ رہی ہو ——————— بابر کا انداز کچھ اچھا نہ تھا۔

میں تو عادی ہوں ——————— دیر تک پڑھتی رہتی ہوں ———————

عادت بنا لیں گے ہم بھی ——————— بابر نے کمرے میں آتی فریال کو دیکھ کر کہا۔

کون سی عادت .... بھیا ———————

فریال سندر کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

ارے بھئی دیر تک جاگنے کی ———————

بابر کا انداز طنزیہ تھا۔

توبہ کیجئے .... آپ کبھی دیر تک نہیں جاگ سکتے .... یہ تو سندر کا ہی کام ہے۔

فریال نے بغیر کسی لگاوٹ کے بات کی .... جسے سندر نے مسکرا کر ٹال دیا۔

سندر ———————

بابر نے کہا۔

فرمائیے۔ ———————

سندر نے نگاہیں کتاب سے اٹھائیں ....

www.pdfbooksfree.pk

جب تک کالج میں داخلہ نہیں ہوتا ------- صبح راوی کنارے نا
جائے۔

بابر نے کہا ....

آپ کا داخلہ نہیں ...... میں تو کالج جاتی ہوں ...... میں وقت کا زیاں پ
نہیں کرتی۔

سندر نے دو ٹوک بات کہہ دی .... ویسے بھی کھری بات کہنے کی ا
عادت تھی۔

ارے نہیں سندر ...... دیکھو نا نجمہ کے ہاں ضرور چلیں گے ------
بہت عرصہ ہوا اس سے ملے ہوئے۔

کیا ------------ سندر کی حیرت کی انتہا تک پہنچ گئی ....؟

فریال کو نجمہ غریب میں کیا دلچسپی نظر آئی ...... خیر -----------

سندر چپ سی ہو گئی۔

تمہیں نجمہ کے ہاں جانے کی کیا ضرورت ہے ....

بابر کا انداز درشت سا ہو گیا ....

دل چاہتا تھا کہ کسی کے گھر جایا جائے .... اگر نہیں تو پھر کبھی
......

فریال نے بھائی کو موجودگی میں اپنے تشنہ جذبات کو دبا ہی لیا۔

بہانہ تو نجمہ کا تھا لیکن اس کے پیچھے شہباز کی چاہت بام عروج تک پہنچ
تھی۔ وہ وقت کے ساتھ ساتھ شہباز پر مرنے لگی تھی .... لیکن شہباز
تعلقی سے وہ ہر مرتبہ ہار مان جاتی .... اور بات کرنے کی کوشش ہی نہ
.... لیکن اب تو اس نے حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کسی طرح سے شہباز
محبت واضح کر دے گی۔

ماحول چند لمحے پر سکون رہا .... لیکن پھر خاموشی کو بالآخر فریال نے ہی

کریں نا فیصلہ کہاں جانا ہے۔

اور کلاک نے ٹن سے شب کے بارہ بجا دیئے۔

او ہو ---------- اب سونا پڑے گا ---------- صبح کالج بھی جانا
ہے۔

سندر نے کتاب بند کر کے قریبی میز پر رکھ دی۔

سندر بیٹی ...... سو جاؤ اب -------- رات بہت ہو چکی ---------

اماں رحمت بغلی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

اچھا اماں -------- آپ جاگ رہی ہیں اب تک -------

ہاں بیٹی ..... جب تک تو سو نہ جائے میں نہیں سو سکتی ----------

اماں رحمت نے لان والی کھڑکی کھول کر پردا درست کرتے ہوئے کہا۔

سب کو سلا کے سوتی ہیں آپ۔

بابر کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

سوائے سندر کے مجھے کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے ..... بیٹا .... کوئی
سوئے یا نہ سوئے۔

اماں رحمت نے اپنی لے میں بات کہہ دی ----------- اور بابر کے تن
رن میں غصے کی رو دوڑ گئی ......

بڑی گستاخ نوکرانی ہے ---------

بابر نے کہا ....

لیکن اماں جا چکی تھی .... یا بڑھاپے کی وجہ سے وہ کانوں سے بہری ہو
چکی تھی۔

بابر ---------- اماں رحمت کے بارے میں ایسے الفاظ میں ہرگز
نہیں سنوں گی ......

ایک دم سندر کو طیش آ گیا .... ۔

www.pdfbooksfree.pk

I am Sorey ...... (مجھے افسوس ہے) تمہیں محسوس ہوا ...... ؟

خیال رکھوں گا۔

فریال نے بھی بابر کو گھورا۔

ہاں آئندہ خیال رہے۔

سندر خفگی کے عالم میں بیٹھ گئی ......

ماحول گڑ بڑ سا ہو گیا تھا ...... فریال کے اشارہ پر بابر اور فریال کے ساتھ گیا۔

لیکن وہ تمام شب نہ سو سکی ...... بابر اس کے حواس پر سوار ہو چکا تھا اس کا سکون غارت کر دیا تھا ان لوگوں نے ...... اسے ہر سوچ کے رئیس احمد پر بھی غصہ آنے لگا تھا کہ ابو کو کیا مصیبت پڑی تھی ان لوگوں کو رکھنے کی ------

یہی سوچتے سوچتے وہ نیند کی پر سکون وادیوں میں اتر گئی۔

11

برکت ......

جی صاحب۔

رئیس احمد کی آواز پر برکت لپک کر اس کے پاس آیا۔

بچے گھر پر ہیں۔

جی نہیں ابھی تو کوئی کالج سے واپس نہیں آیا۔

ہوں ------

وہ بڑے ہال میں ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔

اور حکم سرکار ------

بس ...... سندر آئے تو اسے میرے پاس بھیجنا۔

جی بہتر۔

برکت پلٹ گیا ......

اور وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

ابو ------

چند لمحے نہ گزرے تھے کے سندر کی پیاری آواز سے وہ چونک گئے۔

او میرا بیٹا آگیا۔

انہوں نے ہاتھ پھیلا دیے ...... اور سندر باپ کے سینے سے لگ گئی۔

وہ محسوس کر رہے تھے۔ جیسے کئی ہفتوں سے وہ سندر کو فراموش کر رہے تھے۔

رضیہ کی اس انمول نشانی کو دوسروں کی خوشیوں کی بھینٹ چڑھا رہے ہوں ------

ابو جانی ...... کیا سوچنے لگے۔

www.pdfbooksfree.pk

سندر نے دونوں ہاتھوں سے رئیس کے شفیق چہرے کو تھام کر کہا۔

کچھ نہیں بیٹا ——— آؤ بیٹھو ——— باپ بیٹی باتیں کرتے رہیں۔

وہ سندر کو اپنے قریب بیٹھنے کے لیے کہنے لگے۔

جی ابو ——— میں زرا چائے کا کہہ آؤں ———

وہ دروازے کی طرف جاتے جاتے بولی۔

بالکل درست ..... واقعی اس وقت چائے کی بڑی طلب ہو رہی ہے۔

رئیس احمد خوشی کا اظہار کرتے بولے۔

اور وہ جاتے ہوئے برکت کو کہہ کر پلٹ آئی۔

فریال نہیں آئی تمہارے ساتھ۔

رئیس احمد ایک دم چونک گئے .....

نہیں ابو ..... وہ ایک بجے آئیگی ..... میرے پریڈ فری Free تھے۔

اس لیے چلی آئی ..... سوچا کیا کرنا ہے فارغ بیٹھ کر .....

نجمہ آ رہی ہے کالج۔

وہ سندر کی افسردگی محسوس کرتے بولے۔

وہ تو سب لوگ شادی پر گئے ہوئے ہیں ..... خالہ سکینہ کے دور کے ء ہیں .....

جو خود آئے تھے لینے کے لیے ——— ویسے آج آنے کی اطلاع ——— ہاں بیٹی ..... سکینہ بہن بڑی اچھی عورت ہے ..... ورنہ کسی کا اتنا دم بھرتا ہے۔

دونوں چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئے ..... پھر اچانک رئیس احمد خوبصورت کمرے کے ماحول کو منتشر کر دیا .....

ایک بات کہوں بیٹی ——— وہ جیسے اجازت طلب کر رہے ہوں

ہاں ابو بات کریں آپ ..... کوئی ایسی ویسی بات ہے ———

سندر پریشان سی ہو گئی۔

سندر۔

نہیں بیٹے ——— ایسی بات نہیں ہے ..... تم سے ویسے بھی مشورہ لینا ضروری سمجھتا ہوں۔

رئیس احمد نے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا ——— اور سنہری رنگ کی چابی لہرائی ——— چابی ——— کس کی گاڑی ہے ابو ———

سندر نے ہاتھ سے چابی پکڑی ———

یہ تمہاری مرضی ہے بیٹی ——— چاہے خود لے لو ——— چاہے بابر کو دے دو ——— وہ کئی دنوں سے گاڑی کی فرمائش کر رہا تھا ....

لیکن میرے پاس تو ہے گاڑی ———

وہ باپ کے جذبات کو سمجھتی تھی کہ وہ گاڑی دراصل بابر کے لیے ہی لائے ہوں گے ——— لیکن بیٹی کی رضامندی ضروری تھی۔

اگر تم چاہو تو اپنی گاڑی اسے دے دو ——— نئی خود لے لو ———

رئیس احمد کسی قیمت پر بھی سندر کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے۔

نہیں ابو جانی ——— آپ بابر کو ہی دے دیں ——— میری گاڑی تو ابھی بالکل نیو New ہے ——— ویسے بھی مجھے وہ اچھی لگتی ہے ———

سندر نے رئیس احمد کی تسلی کر دی۔

اچھا جیسے تمہاری مرضی ———

وہ پرسکون سے ہو گئے ———

سندر نے چابی درمیانی میز پر رکھ دی ———

ٹرن ٹرن .....

فون کی گھنٹی بجی ——— رئیس احمد قریب ہی بیٹھے تھے ——— انہوں

www.pdfbooksfree.pk

نے ریسور کان کو لگایا ———— ہیلو ———— دوسری طرف سے ہیلو کی آواز سن کر وہ ایک دم خوش ہو گئے ————

شہباز بیٹا ———— کہاں سے بول رہے ہو تم ———— کسی دوست کے ہاں سے آداب چچا جان ———— کیسے ہیں آپ ...... سندر کیسی ہے۔

وہ سندر کی خیریت پوچھنے کے لیے تو بیتاب تھا ————

سب ٹھیک ہے ———— تم جلدی سے یہاں چلے آؤ ———— میں تمہارا منتظر ہوں۔

رئیس احمد نے ریسور رکھ دیا ......

اور سٹپٹا کر شہباز نے ریسور رکھا ......

کیا ہوا ———— فہد نے کہا ......

ارے یار بات تو سندر سے کرنا تھی ————

اور ہو گئی اس کے ڈیڈی سے ......

فہد مزاحیہ طبیعت کا مالک تھا ———— یہی ایک دوست تھا جو اس قدر دولت مند ہونے کے ساتھ نہایت نفیس آدمی تھا ...... تکبر و غرور تو پورے خاندان میں نام کو نہ تھا۔

ہاں یار ———— وہ بھی بڑے نائس Nice آدمی ہیں ———— اچھا میں چلا ———— شہباز نے کہا۔

کہاں ————

فہد نے بھی صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

ارے بھئی ......بلا رہے ہیں ———— ضرور ملاقات کروں گا ان سے ..... شہباز نے کہا..... خدا حافظ ———— کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا......

سائیکل کی رفتار تیز کئے سیدھا رئیس لاج پہنچ گیا ————

آیئے آیئے شہباز بابو ———— بڑے دنوں کے بعد صورت

دکھائی۔

گیٹ پر خان چوکیدار نے کہا۔

مصروف رہا ہوں خان بابا ———— تم بتاؤ ٹھیک ٹھاک ———— وہ بڑے شریر انداز سے خان بابا سے ہاتھ ملاتے سائیکل گیٹ کے پاس ہی ایک درخت کے سائے میں کھڑی کرکے ڈرائنگ روم کی طرف ہی آ گیا ————

ادھر ڈائنگ ہال میں سب کھانے پر بیٹھے تھے۔

صاحب جی ———— شہباز صاحب آئے ہیں ....

ملازمہ رئیس احمد سے بولی۔

شہباز ———— اسے یہیں لے آؤ ———— کھانا کھا لے ———— بابر نے ایک دم سے چمچ روک لیا .... شہباز کی موجودگی اسے خار گزرتی تھی۔ لیکن فریال کی باچھیں کھل اٹھیں ———— البتہ سندر کا چہرا کسی قسم کے تاثرات سے مبرا تھا۔

صاحب جی ———— بڑے صاحب بتلا رہے ہیں ———— کھانے پر ————

ملازمہ نے کہا۔

میں کھانا کھا کے آیا ہوں ———— تم ...... سندر بی بی کو بیھو ......

نجمہ کا پیغام دینا ہے .... شہباز نے بہانہ بنایا ————

جی بہتر ———— ملازمہ چلی گئی ————

چھوٹی بی بی آپ کو بلا رہے ہیں ———— کہہ رہے ہیں کوئی پیغام دینا ہے۔

ملازمہ نے کہا۔

ہاں ..... ہاں بیٹی جاؤ ———— بانو بی بی کا کھانا وہیں لے جاؤ۔

رئیس احمد بولے۔

اور فریال کھڑی ہو گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

نہیں ابو ——— میں نے کھا لیا ہے ——— ضرورت نہیں

———

اور فریال بیٹی تم ———

رئیس احمد نے کہا ———

میں بھی کھا چکی ——— وہ جاتے جاتے بولی ———

معلوم نہیں یہ آج کل کی لڑکیاں کرتی کیا ہیں ——— کچھ بھی تو نہیں کھاتیں۔

اماں رحمت نے دلیہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

آداب ......

فریال داخل ہوتے ہی بولی۔

ارے ——— آپ فریال ———

وہ سندر سمجھ کر ایک دم سے کھڑا ہو گیا۔

جی ہاں ——— آج ہی موقعہ تھا آپ سے بات کرنے کا

———

فریال بے تکلف سامنے بیٹھ گئی۔

کوئی پابندی ہے یہاں۔

شہباز نے کہا۔

جی نہیں پابندی تو نہیں .... البتہ میں بھائی سے خائف ہوں۔

فریال نے جل بھن کر کہا۔

بابر سے .... آپ ماشاللہ سمجھ دار ہیں ——— ان کو ویسا ہونا تو نہیں چاہیے۔

شہباز نے دروازے سے باہر دیکھا ——— فریال اس کی آنکھوں میں چاہت کے چراغ جلتے دیکھ چکا تھا۔ من مندر کا دیوتا تو شہباز اس کا بھی تھا۔ لیکن

اس کے کسی بھی رد عمل سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ وہ اسے چاہتا بھی ہے .... اس کی تو تشنگی صرف اس وقت بجھتی جب سندر اس کے سامنے ہوتی ....

لیکن وہ اپنے مشن میں کامیاب ہونا چاہتی تھی۔

کیا سوچ رہی ہیں آپ ...... فریال صاحبہ ———

شہباز نے جھک کر کہا۔

آپ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

فریال آج دل کی بات کہہ ہی دینا چاہتی تھی۔

میرے بارے میں ——— میں تو کوئی اہم شخصیت نہیں ہوں ———

شہباز نے بڑی سادگی سے کہا۔

صرف اہم شخصیت کے بارے میں نہیں سوچا جاتا۔

فریال نے کہا۔

عین سندر لوازمات سے بھری ٹرالی چائے سمیت ملازمہ کے ساتھ داخل ہوئی۔

اداب ———

شہباز نے کہا۔

بیٹھیے ——— پہلے یہ بتائیے ——— اتنے دن کہاں رہے آپ ——— سندر نے ٹرالی فریال کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

شادی پہ ——— اور آج ہی لوٹ آیا .... نجمہ تمہیں بلا رہی ———

وہ جان بوجھ کے جھوٹ بول گیا ....

آؤ گی ——— بہت دن ہو گئے ہیں اس سے ملے ہوئے

www.pdfbooksfree.pk

سندر نے کہا۔

فریال چائے بناؤ ——————

فریال کو کیا چاہیئے تھا —————— لیکن جو وہ چاہتی تھی ....
اس کی خواہش پوری نہیں ہو رہی تھی .... وہ تنہائی میں شہباز سے ملاقا
کرکے دل کے روگ کو عیاں کرنا چاہتی تھی .... وہ بتانا چاہتی تھی۔ کہ تم
میں کتنا پسند کرتی ہوں ——————

رئیس احمد بھی ڈرائنگ روم داخل ہوئے۔

اداب۔

وہ کھڑا ہو گیا .... تہذیب اور شائستگی ان کے گھر کی نوکرانی تھی ...... وہ
وقت سفید پتلون اور سیاہ قمیض میں ملبوس تھا اور بلا کا دلکش نظر آ رہا تھا۔

ارے —————— برکت بابر کو بلا لاؤ ——————

وہ قریب کھڑے برکت سے بولے۔

وہ کہیں باہر چلے گئے ہیں۔

برکت نے کہا۔

رئیس احمد ہنس دیے .... گاڑی اس کے نیچے ہے .... جا
چاہے جائے ....

چند لمحے بیٹھنے کے بعد وہ کھڑا ہو گیا ——————

اجازت دیجئے —————— (ضرور کل آنا) نظروں ہی
میں کئی باتیں اس نے سندر سے کر ڈالیں۔

سندر نے بڑی بری پلک چھپکائیں .... اور وہ رئیس احمد سے
کرکے گیٹ سے باہر نکل آیا ....

کس قدر سمارٹ ہے شہباز —————— دل کو کھینچ لیا ا
....

فریال کے دل سے ہوک سی اٹھی .... آج بھی وہ تشنہ رہی ...... وہ
باز سے ملاقات نہ کر سکی .... وہ تنہائی میں جتنا اس ملنا چاہتی تھی ....
ہی وہ اس سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ اگر کالج سے نکلتی تو سندر .... اگر
ے نکلے تو بابر لیکن سندر کو ان باتوں کا کوئی خوف نہیں تھا ....

لیکن فریال اس کے ساتھ بری طرح چپکی ہوئی تھی .... آج ویسے بھی
نے ملنے کا وعدہ کیا تھا ....

شام چار کا عمل ہو گا — سیاہ سرخ پرنٹ کے لباس کو زیب تن کئے وہ باپ
پاس آئی۔

ابو جانی ....

جی بیٹے ——————

وہ بھی اس وقت دفتری فائلوں میں الجھے ہوئے تھے۔

نجمہ کے ہاں چلی جاؤں ....

چلی جاؤ بیٹی ...... نجمہ آ گئی ہو گی شادی سے۔

جی ہاں ابو آ گئی ہے۔

نہ جانتے ہوئے بھی اس نے کہہ دیا۔

Thank you ابو ——————

وہ پلٹی ——————

اگر دیر ہو جائے تو اکیلی مت آنا —————— شہباز کو ساتھ لیتی آنا

ے ابو ——————

وہ باہر نکل آئی۔

فریال سو رہی ہے۔

اس نے راستے میں بانو ملازمہ سے کہا۔ جو فریال کی خدمت میں زیادہ معمور

www.pdfbooksfree.pk

جی ہاں بی بی۔

ٹھیک ہے .... وہ دبے قدموں گاڑی سٹارٹ کئے گیٹ کی طرف

انجن کی آواز پر چونکتے ہوئے بابر بالکونی پر سے جھانکا .... مگر اس کی

گیٹ سے نکل چکی تھی۔

غصے اور جھنجلاہٹ میں بابر نے دائیں ہاتھ کا مکہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی

______ اور خون بھری آنکھوں سے فریال کے کمرے میں آیا۔

فریال .... فریال ____________

کیا بات ہے بھائی۔

فریال چونکتے ہوئے اٹھی۔ سندر کہاں گئی ہے۔

مجھے کیا معلوم۔ گاڑی میں گئی ہے۔ کیا۔

فریال کی گھبراہٹ بری طرح عیاں تھی۔

ہاں۔

بابر گرنے والے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔

لیکن بھائی تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔

فریال جانتی بھی تھی کہ بابر سندر کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ لیکن

طرف سے ابھی تک کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا تھا۔

یہ پریشانی ہے۔ بہت بڑی پریشانی۔

بابر جوش سے بولا۔

کیسی پریشانی ہے۔

فریال نے انجان بنتے کہا۔

وہ شہباز میں دلچسپی لے رہی ہے۔ میں نے خود شہباز کی نظروں

طوفان ٹھاٹھیں مارتا دیکھا ہے۔

نہیں ____ یہ نہیں ہو سکتا ____ سندر بھی شہباز [illegible]

فریال کا دل دھک سے رہ گیا۔

لیکن کیا معلوم ___ کون کس کا ہے ___ اور کون کس کا نہیں

گاڑی حسب عادت سڑک پر روک کر وہ زینہ چڑھ آئی ________

نجمہ ________ ...... نجمہ ________

دو مرتبہ پکار کر وہ سامنے کمرے میں آ گئی ___ نجمہ کا کمرہ خالی

گھر میں کوئی بھی نہیں ________

وہ خود سے بڑبڑائی ________

ارے واہ ______ کوئی کیوں نہیں ______ گھر میں پوری کائنات اتر

ہے ________

اس کی پشت سے شہباز آتے بولا۔

آپ اکیلے ہیں ________

سراسیمگی کے عالم میں سندر بولی۔

نہیں تو ______

وہ باہر والے زینے کا دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔

نجمہ اور خالہ جان کہاں ہیں۔

سندر نے کہا۔

وہ دروازے کی چٹخنی چڑھا کر پلٹا ________

آؤ ____ شہباز سندر کا بازو پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گیا۔

کیا کر رہے ہیں آپ ________ چھوڑیے مجھے __________

وہ [illegible] بولی ____ لیکن اس کی گرفت مضبوط تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

یہاں بیٹھیے جناب۔

شہباز نے دونوں شانے تھام کر سندر کو اپنے سامنے بٹھا دیا اور خود کرسی پر بیٹھ گیا۔

آپ نے مجھ سے دھوکا تو نہیں کیا۔

وہ خفگی سے بولی۔

کس بات کا ———

شہباز محبت پاش نظریں اس کے صبیح چہرے پر ڈالے ہوئے بولا۔

گھر میں کوئی بھی نہیں ——— اور آپ نے بلا لیا۔

سندر نے خفا خفا سا انداز اپنا لیا۔

کیا میرے وجود کو کوئی اہمیت نہیں دو گی۔

وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے رخساروں کو چھونے ہی والا تھا کہ سندر نے

دیا۔

ہوش میں تو ہیں آپ۔

تمہیں دیکھ کر کون ہوش میں رہ سکتا ہے ———

شہباز نے کہا۔

یہ سب گھسے پٹے جملے ہیں۔

سندر نے چہرا دوسری طرف کر لیا۔

ارے نہیں سندر ——— خفا مت ہونا ——— میں تمہیں ملنے کے بے چین تھا ——— تم سے تنہا ملاقات کرنا چاہتا تھا' شہباز نے بغور سندر ——— جو اکڑی بیٹھی تھی ——— وہ اس وقت سادہ سپاٹ چہرا لئے ہوئے تھے

بس ہو گئی نا ملاقات ——— جانے دیجئے ———

وہ اٹھتے اٹھتے بولی ———

اب کون کافر جانے دے گا ——— دل کی پیاس بجھنے تک تو

پڑے گا ———

جانے بھی دیجئے ——— آج کل کے نوجوانوں کی پیاس نہیں بجھتی۔

وہ بڑی لاپرواہی سے بولی۔

سندر ——— مجھے عام نوجوانوں میں شمار مت کرو ——— میں تمہارا شیدائی ہوں ——— تمہارا گھر میرے دل میں ہے۔

وہ محبت سے سندر کے دونوں ہاتھ تھام کر بولا۔

کہ اچانک دستک ہوئی۔

مروا دیا نا آپ نے ———

ایک دم سندر نے ہاتھ کھینچ لیا ——— دیکھتا ہوں ———

وہ برق رفتاری سے دروازے کی طرف بڑھا ——— اماں نصین کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔

کیا بات ہے۔ اماں ———

سکینہ نہیں آئی ۔

نصین نے صحن میں نظریں گھمائیں ———

نہیں ——— وہ کل آئیں گی ——— میں تو پہلے آگیا ———

شہباز نے کہا۔

اچھا ——— پھر میں جاتی ہوں ———

وہ پلٹی ——— اور شہباز نے کنڈی لگانے کی کی ———

اگر اس عورت کو علم ہو جاتا کہ آپ نے ایک مظلوم لڑکی کو اندر بند کیا ہوا ہے تو کتنی رسوائی ہوتی ———

یہ اماں کی سہیلی ہے ——— اور محبت میں رسوائی تو ہوتی ہے ———

شہباز نے سندر سے کہا۔

جی نہیں ——— میں اس رسوائی کی قائل نہیں ہوں ——— اور نہ

www.pdfbooksfree.pk

ہی میرا باپ اس ذلت کا متحمل ہو سکتا ہے۔

سندر نے بچے تلے الفاظ میں کہا۔

سندر کے ترش الفاظ سن کر وہ چند ثانئے خاموش رہا ------ پھر اس

خود ہی اس سکوت کو پاش پاش کیا------

تم مجھے اچھا انسان نہیں سمجھتی ---- اس لئے کہ میرے دامن

دولت نہیں ہے --- میں غریب قلاش عاشق نوکری کے لئے جوتیاں چٹخاتے

ہوں --- نوکری نہیں ملتی ------ تمہیں خوشیاں نہیں دے سکتا ---

یہی ہے نا میری اوقات۔

سندر نے بغور اس کے معصوم چہرے کی طرف دیکھا ------ وہ کس

افسردہ نظر آرہا تھا------

دھک سے رہ گئی ------ ایسا اچھا صاف ستھرا انسان جس نے آج

بدتمیزی نہیں کی میرے ساتھ------

ارے آپ تو واقعی افسردہ ہو گئے ---- ایکٹنگ کر رہے ہیں۔

سندر نے دونوں ہاتھوں سے شہباز کے چہرے کو تھام لیا------

جو مرضی سمجھ لو------

شہباز نے مایوس نظریں سندر کے چہرے پر ڈالیں ------ اس کے ہاتھوں کا لمس اسے بلندیوں پر پرواز کی مانند محسوس ہوا۔ جیسے وہ بادلوں کے اڑ رہا ہو۔

سندر میرا بس نہیں چلتا ---- اس محبت پر پہرا نہیں بٹھ

------ گو دولت مند نہیں ہوں ---- پھر بھی تمہاری چاہت م

رات سرگرداں رہتا ہوں ------ تمہیں پیار کرتا ہوں ------ بہ

کرتا ہوں------

اس کے ساتھ ہی شہباز نے جھک کر سندر کے ہاتھ کو چوم لیا

www.pdfbooksfree.pk

وہ محبت کی دیوی کے حضور جھکا --- نذرانہ الفت ادا کرنے اور بے تاب د

بے کل ہو کر سندر نے اپنا چہرا اس کے جھکے سر پر رکھ دیا ------

اپنے اور میرے بیچ دولت کو مت لائیے ------ شہباز ------

سندر نے شہباز کے جھکے سر کو اوپر اٹھایا

اور بڑھ کر بے قرار و مضطرب شہباز کی روشن پیشانی کو چوم لیا ------

لیکن وہ اب ٹھہر نہ سکی------

سندر ------ وہ پکارتا رہ گیا------

بڑی تیزی سے اٹھی ------ اور زینہ اتر گئی ------ بیرونی چک اٹھا کر

باز نے دیکھا------

رم و حجاب کی بند کلی جھکی اٹھی اور ایک لمحے میں مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کر

ا------

وہ مدہوش نشئی سا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے وہ سیدھی اپنے کمرے میں آگئی۔

کہاں سے تشریف آوری ہوئی ہے---

پردہ اٹھاتے اسے اپنے کمرے میں بابر نظر آیا------

کیا مطلب؟ ------

وہ پرسکون ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی۔

کلاک کی طرف دیکھو ------ پانچ بج رہے ہیں------

تم سارا دن گھر سے غائب ------ شہباز کے ہاں گئی تھی------

بابر نے کہا---

ہاں ------

وہ چونکی ------ لیکن اس نے جھوٹ نہیں بولا۔

کون کون تھا گھر میں ------

بابر نے کہا------

اگر میں کہہ دوں کہ شہباز ہی تھا ------- تو پھر------

سندر بیباک انداز میں بولی------

سندر ------ ہوش کی دوا کرو ------- میں اس کا نام تمہاری زبان سے بھی نہیں سننا چاہتا------

وہ چلایا------

آپ کو کس نے حق دیا ہے کہ میری زبان پر پہرا بیٹھانے کا------

وہ چلا کر بولی------

میری چاہت نے ------ میری امنگوں نے --- میری آرزوؤں نے------

وہ سینے پر ہاتھ مار کر بولا ------ جیسے تشنہ جذبات کی تلافی کرنا چاہتا ہو۔

یہ سب کچھ بے معنی ہے --- میرا آپ کے کسی قسم کے جذبات سے کو تعلق نہیں ہے۔

کیا میں تمہیں پسند نہ کروں ------ میرا تم پر کوئی حق نہیں------

بابر نے کہا ------ جیسے اجازت چاہتا ہو۔

نہیں ------ صرف آپ میرے پھوپھی زاد ہیں۔

وہ گاڑی کی چابیاں پلنگ پر پھینک کر واپس نکل گئی۔

12

سنا تم نے ------ وہ کیسے خیالات رکھتی ہے میرے بارے میں۔

بابر ہارے ہوئے جواری کی طرح فریال کے کمرے میں داخل ہوا۔

بابر بھائی --- اف خدایا --- کیا ہو گیا ہے آپ کو ------ وقت تو نے دیں ------ پھر دیکھیں گے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

فریال نے بابر کو بازو سے پکڑ کر اپنے قریب بیٹھاتے ہوئے کہا۔ اور خود اس نظروں میں شہباز کی تصویر گھوم گئی --- لیکن شومئی تقدیر ابھی تک ملاقات ں ہو سکی ------

سانپ کو بانسی سے نکلتے ہی کچل دینا چاہیے --- اگر یوں ہی میں اس کی ورفت دیکھتا رہا تو وہ ایک دن سندر کو لے اڑے گا۔

بابر اظہار تاسف کے ساتھ ہاتھ ملتا رہا۔

یہ آپ کی خام خیالی ہے--- شہباز کبھی سندر کا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی دل جان یہ پسند کریں گے۔

اگر یہ ہو گیا تو ------

بابر نے کہا۔

نہیں ہو گا ------ میں کبھی سندر کو شہباز کی نہ ہونے دوں گی۔

سندر میرے بھائی کی امانت ہے ------ شہباز کا کوئی حق نہیں ہے۔

وہ بڑے وثوق سے ہاتھ کی ہتھیلی پر مکہ مارتے بولی --- جیسے ایک مصمم دہ کر لیا ہو ------

اچھا --- میں باہر جا رہا ہوں---

وہ اٹھتا ہوا بولا۔

کہاں ------ دوست کے ہاں جاؤں گا --- طبیعت گھبرا رہی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

ٹھیک ہے ------

فریال نے کہا------

بابر گاڑی میں سوار گیٹ سے باہر نکل گیا۔

وہ ابھی پلٹی ہی تھی کہ موٹر سائیکل کی آواز پر وہ پلٹی۔

شہباز ------

موٹر سائیکل پر شہباز کو گیٹ کے اندر آتے اس کی خوشی کی کوئی ا

رہی۔

اس وقت کوئی بھی تو گھر پر نہیں تھا --- محبت جتانے کا یہ بہت اچ

ہے۔

وہ غلام گردش کے زینے پر کھڑی رہی ------

آداب ------

وہ زینہ اتر کر شہباز کے قریب چلی گئی۔

فریال نے شہباز کو سر سے پاؤں تک دیکھا --- وہ مردانیت کے تما

سے مزین تھا۔ بالکل ایک مکمل تاج محل------

کیسی ہیں آپ۔

شہباز نے موٹر سائیکل پر بیٹھے بیٹھے یوں ہی کہا۔

بالکل ٹھیک ------ آپ کیسے ہیں۔

فریال نے شہباز کی نظروں سے نظریں ملانا چاہیں۔

خدا کا شکر ہے۔ زندہ ہیں آپ کی نگری میں۔

شہباز نے بڑی خوش مزاجی سے جواب دیا۔

سندر نہیں ہے۔

شہباز نے پوچھا۔

نہیں تو ------ وہ ابھی کالج سے ہی نہیں آئی۔

فریال حیرت زدہ سی بولی۔

کالج میں تو وہ نہیں ہے ------ کالج تو بند ہے۔

شہباز کو تشویش ہوئی۔

کالج بند ہے ------ تو سندر کہاں گئی ------

فریال نے کہا۔

شہباز نے پیڈل پر پاؤں مارتے ہوئے موٹر سائیکل سٹارٹ کرنا چاہی۔

صرف سندر سے ہی ملنا تھا آپ کو ------

وہ بڑی بے تکلفی سے شہباز کے شانے پر ہاتھ رکھتے بولی۔

وہ لرز سا گیا۔

جی ------ شاید سندر سے ہی ------

کیا ہم آپ کی ملاقات کا شرف حاصل نہیں کر سکتے۔

فریال اور بے تکلف ہو گئی۔

فریال صاحبہ ------ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ ------

وہ ششدر سا رہ گیا۔

چھوڑیے سب چیزوں کو ------ آیئے ڈرائینگ روم میں چلتے ہیں۔

وہ بضد ہو گئی۔

ارے نہیں ------ مجھے کام ہے ------ پھر کبھی سہی ------

وہ موٹر سائکل سٹارٹ کیئے سیدھا اپنے گھر پہنچا۔

اور فریال کا یہ پہلا تیر غلط نشانے پر بیٹھا ------ لیکن وہ مایوس نہیں

تھی۔

موٹر سائکل کو نیچے کھڑا کرتے وہ زینہ چڑھ گیا۔

نجمہ اور سندر کے ملے جلے قہقہوں کی آواز سے اسے کچھ سکون ،۱۰

سندر [illegible] کے کپ سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

ارے واہ ------ تو آپ یہاں جلوہ افروز ہیں ------

شہباز نے سندر کے ہاتھ سے چائے کا کپ لے لیا۔

اف اللہ ------ شہباز چھیننے کی عادت بہت بری ہے آپ کی ----

وہ بڑی دلربائی سے جھنجلائی۔

ساری دنیا سے تمہیں نہ چھین لیا تو شہباز نام نہیں ------

وہ سنجیدہ انداز میں بولا۔

کیا بڑبڑا رہے ہیں آپ ------

سچ کہہ رہا ہوں ------ تو وہ خزانہ ہے ------ جسے لیا نہیں چھینا سکتا ہے۔

وہ گرم گرم گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے بولا۔

نجمہ ------ تیرے بھائی کو دیوانگی کا دورہ پڑ گیا ہے۔

سندر نے کہا------

بھیا کیا ہوا ------

وہ پکوڑوں کی پلیٹ لئے باہر آئی۔

آج بہت کچھ ہو جاتا ------ میں تو حیران ہوں سندر تمہارے محافظ بڑھتے جا رہے ہیں۔

وہ صحن میں بچھی کرسی پر بیٹھتے بولا۔

کیا فرمایا جناب نے سندر کرسی کے بازو پر بیٹھتے بولی۔

جناب وہ فریال نامی لڑکی ------ اس قدر تیز طرار

نہ جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام

شہباز نے کہا۔

فریال ------ کیا کیا اس نے۔

نجمہ حیرت زدہ سی رہ گئی۔

میں نے کہا نا ------ بابر اگر گھر پر نہیں ہوتا تو وہ پہرا دیتی ہے۔

شہباز چلایا ------

پھر کیا ہوا ------ وہ گھر سندر کا ہے۔

نجمہ بھائی کی پریشانی کو بھانپ گئی تھی۔

میں ان کی اجارہ داری نہیں چلنے دوں گا ------ اور پھر وہ لڑکی ------ بڑی خطرناک نظر آتی ہے مجھے ------

شہباز افسردہ سا کمرے میں چلا گیا ------ کہنے کو کچھ بھی نہ تھا۔

نجمہ کچن میں چلی گئی ------ اور سندر چند سیکنڈ کرسی پر بیٹھی رہی -----

اچھا نجمہ ------ میں اب چلوں ------

سندر ------

نجمہ کے بولنے سے پہلے ی شہباز نے پکارا ------

اور وہ سست روی سے کمرے میں داخل ہوئی۔

آؤ نا ------ بیٹھو ------ میں تمہیں وہاں لینے گیا تھا۔

شہباز نے سندر کو اپنے سامنے پلنگ پر بیٹھا لیا۔

پھر------

سندر کچھ سننا چاہتی تھی ------

پھر کیا ------ وہ ناگن روک کر کھڑی ہو گئی ------ اس قدر بے تکلفی سے اس نے خوش آمدید کہا کہ میں ورطہ حیرت میں کھو گیا ------

شہباز نے سراپا الفت سندر کو دیکھا۔

اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔

سندر مسکرا دی۔

بات یہ ہے ------ تمہارا کزن تمہیں مجھ سے جدا کرنے پر تلا ہوا ہے

www.pdfbooksfree.pk

اور ادھر تمہاری فریال صاحبہ ------ مجھے تم سے جدا کر رہی ہے۔
شہباز فوراً کہہ گیا ------ اور سندر کی چھٹی حس بیدار ہو گئی
کہیں دونوں بہن بھائی ملی بھگت تو نہیں کر رہے۔
وہ سوچنے لگی۔
کیا سوچنے لگی۔
شہباز نے اس کے چہرے پر پھونک ماری۔
ایسے ------
سندر چپ سی ہو گئی۔
بس بس افسردہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ------ اس پھول جیـ
چہرے پر اداسی اچھی نہیں لگتی۔
شہباز نے جھک اس کی آنکھوں میں جھانکا۔
اب فرعونوں سے واسطہ تو پڑے گا۔
شہباز نے محبت پاش نظریں سندر کے ملائم چہرے پر ڈال دیں۔
یہ مصیبت تو ابو نے گلے میں ڈالی ہے ------ وہ بہن کی محبت میں زیا
ہی حساس ہیں۔
سندر کو آج رئیس احمد پر بھی غصہ آ رہا تھا۔
ایسا ہونا تھا ------ ثروت پھوپھو کو ابو کی بے شمار دولت نظر آ رہی ہے
سندر جل بھن گئی۔ باپ پر بہت خفا تھی وہ۔
دولت سے پیار ہے ان لوگوں کو ------
شہباز تذبذب کے عالم میں بولا------
بالکل ------ میرا تو یہی خیال ہے۔
سندر نے بڑی دانائی سے کہا ------ وہ اس وقت کسی فلاسفر سے کم
لگ رہی تھی۔

شہباز ہنس دیا ------
آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔
سندر نے دونوں ہاتھوں کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے اور کہنیاں شہباز کے زانو پر
ھ لیں ------
ایک برق تھی جو شہباز کی رگ و پے میں سرایت کر گئی ------
بولیں نا ------
وہ یوں ہی بولی۔
میں اس بات سے ہنس رہا ہوں کہ اس نایاب انمول چیز کے بدلے قارون کا
زانہ بھی کوئی شے نہیں۔
شہباز نے محبت سے مغلوب سندر کے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے تھام لیا۔
جیسے سیپ میں گوہر نایاب ------
ٹن -- ٹن ------
کلاک نے شام کے پانچ بجائے ------ موسم سرما دسمبر کے مہینے
ں خاصی شام سی ہو جاتی ہے۔
اب میں جاؤں------
وہ سیدھی ہوتے ہوئے بولی۔
جی تو نہیں چاہتا ------ لیکن مجبوری ہے۔
شہباز نے بادل نخواستہ کہا۔
نجمہ ------
سندر شہباز کے ساتھ صحن میں آ کر بولی۔
سندر آجاؤ ------
وہ اندر بستر میں لیٹے لیٹے بولی۔
کیا بات ہے ------ طبیعت تو ٹھیک ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

سندر کمرے میں داخل ہوتے بولی۔
ٹھیک ہوں ------ ویسے ہی لیٹ گئی تھی ------
اچھا ------ میں جا رہی ہوں ------
خدا حافظ------
میں چلوں ------
شہباز نے کہا۔
نہیں نہیں - نجمہ اکیلی ہے ------ میں چلی جاؤں گی۔
وہ زینہ اتر گئی ------
پورچ میں گاڑی روک کر وہ پرس جھولاتی اپنے کمرے میں چلی گئی

بیٹی زیادہ دیر گھر سے باہر نہ رہا کرو------
اماں رحمت آتے ہوئے بولی۔
کیوں اماں ------ آج کوئی خاص بات ہے۔
وہ پلٹ کر اماں رحمت کو دیکھ کر بولی۔
ہاں بیٹی ------ اب تو اکیلی نہیں رئیس لاج میں ------
ایک لمحے کے لئے تیری عدم موجودگی بڑی شاک گزرتی ہے۔
اماں رحمت ٹھنڈا سانس بھرتے صوفے پر بیٹھ گئی۔
ہوں ------ میں سمجھی اماں ------ خیر آئندہ خیال رکھوں
گی------
وہ اماں رحمت کے گلے میں باہیں ڈال کر بولی۔
ہاں میری بچی ------ خود سمجھ دار ہے۔
اماں رحمت نے سندر کی پیشانی کو چوم لیا۔
پھر ملاقات رات کے کھانے پر ہوئی۔

سندر کی بے اعتنائی بابر کی آوارگی میں نمودار ہو چکی تھی۔ اسے سب کچھ قبول تھا لیکن سندر کی دوری اسے بالکل منظور نہ تھی۔ وہ اپنے آپ کو سندر سے بچھڑا ہو تصور کرنے لگا تھا--- اس چیز نے اس کے مزاج میں جھنجلاہٹ اور بیزاری پید کر دی تھی - وہ اپنے ساتھ سندر کا نام چاہتا تھا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا ------ سندر شہباز کے احساس میں رچ بس گئی تھی۔ قالب ایک تھا لیکن جسم دو تھے ------ وہ بہت ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ گو فریال نے بھی شہباز کا دل جیتنے کی بہت کوشش کی --- لیکن ان دونوں بہن بھائیوں کے تمام حربے ناکام ہو چکے تھے۔ پھر بھی کوشش جاری تھی۔

رئیس لاج کے مکین اپنی اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔ کہ اچانک ثروت جہاں کی آمد نے تہلکا مچا دیا۔ وہ فریال کے لئے بڑے ہی اونچے گھرانے کا رشتہ دیکھ آئی تھیں --- اور اس بارے میں وہ رئیس احمد سے مکمل مشورہ کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن خود سر بیٹی کی مرضی بھی درکار تھی۔

ڈ ائینگ روم میں سب ہی موجود تھے۔ کہ ثروت جہاں نے رئیس احمد سے کہا۔

رئیس ------ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔
وہ آگے کی طرف جھک کر بولیں۔
بصد شوق کیجئے آپا ------ میں ہمہ تن گوش ہوں۔
رئیس احمد بڑی بزلہ سنج ادائیگی کے ساتھ بولے۔
جاؤ بچو ------ باہر------ مجھے رئیس سے باتیں کرنے دو۔
ثروت جہاں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں باہر جانے کو کہا۔
کوئی خاص بات ہے امی جان۔
فریال نے اٹھتے ہوئے کہا۔
لیکن بابر سندر کے ساتھ خاموش نکل گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

ہاں ہاں بالکل خاص بات ہے------ تم جاؤ------

ثروت جہاں نے کہا۔

فریال ہنستی ہوئی باہر چلی گئی۔

رئیس۔ میں چاہتی ہوں کہ اب بچوں کے کاموں سے فارغ ہو جائیں۔

ثروت جہاں نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔

شادی بیاہ کے۔

رئیس احمد اندازہ لگاتے ہوئے بولے۔

ہاں------ فریال کے لئے تو بہت اچھا رشتہ آیا بھی ہے۔ تم سے زیادہ اسی بات پر مشورہ کرنا تھا۔

ثروت جہاں نے رئیس احمد کے قریب ہو کر کہا۔

فریال سے مشورہ کر لیں آپا------ جوان اولاد ہے------ اپنی مرض کی پابند ہے۔

رئیس احمد بولے------ وہ دور جدید کے والد بزرگوار تھے۔ اولاد ک جذبات کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اس وقت کیا ہو گا جب بابر کو سندر کے ساتھ منسو کیا جائے گا۔ وہ بہن کے واویلا سے اکثر خوفزدہ سے رہتے تھے۔ لیکن خامو تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب بھی یہ بات سامنے آئی کہ سندر بابر کو پسند نہیں کر تو نہ جانے کیا ہو جائے--- --- وہ شریف الطبع انسان تھے۔ بہن کے ہنگا سے اکثر پریشان رہتے------ لیکن بیٹی کا دل ہر حالت میں انہیں عزیز تھا۔

رئیس تم خاموش کیوں ہو گئے------ میں تم سے مشورہ مانگ ر ہوں۔ وہ بلند آواز سے بولیں۔

میں بہتر یہی سمجھتا ہوں کہ آپ سب سے پہلے فریال سے پوچھ لیں۔ ا سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اس کے بھلے کے ہی لئے تو کر ر ہیں------ لڑکا بے حد امیر ہے۔ لاہور میں چھتیس 36 دکانوں کا پلازہ ہے

کا۔

ثروت جہاں ایک ہی سانس میں کہہ گئیں۔

سب کچھ دولت تو نہیں ہوتی آپا------ آپ پھر بھی میری مانیں تو لڑکی کی مرضی پوچھ لیں۔

رئیس احمد نے حتمی فیصلہ کر دیا۔

اچھا------ جیسے تمہاری مرضی۔

ثروت جہاں اٹھ گئیں۔

آپ آرام کریں۔

رئیس احمد بھی کہیں باہر جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔

ادھر لان میں تینوں بیٹھے تھے کہ گیٹ سے شہباز نمودار ہوا------

Very Good مزہ آگیا------ کیرم کھیلیں گے------ شہباز آرہا ہے۔

فریال نے خوش ہو کر کہا۔

کیوں------

بابر نے پلٹ کر دیکھا------

بکواس نہیں کرو------ کیرم کھیلو گی تم------ میں اس وقت بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔

ایک دم چونک کر سندر نے دیکھا جو کچھ فاصلے پر آرام کرسی پر بیٹھی آگے پیچھے جھول رہی تھی۔

شہباز کو چھوت کا مرض لاحق ہے۔ یا متعدی بیماری ہے جو دوسروں کو لگنے کا احتمال ہے۔

سندر کو غصہ آگیا۔

بالکل ایسا ہی ہے--- بائے دی وے--- تمہیں کیوں تکلیف ہوئی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

بابر نے نفرت کا بھرپور اظہار کیا--- لیکن فریال کی آنکھوں کی چمک دگنی
گئی- سندر اس کی بدتمیزی پر خاموش ہی رہ گئی-

شہباز قریب ہی آگیا-

سائیکل کہاں گئی-

سندر نے مسکراتے ہوئے کہا-

بس پہ آیا ہوں-----

وہ بے تکلفی سے بابر کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا-

لیکن بابر نے اس کے آنے کا کوئی اثر نہ لیا--- اور نہ ہی شہباز نے
سے مصافحہ کرنے کی ضرورت محسوس کی-

چچا جان کہاں ہیں-

شہباز نے کہا-

وہ ڈرائنگ روم میں ہیں-

اچھا--- میں تو ان سے ملنے آیا تھا-

وہ کھڑا ہو گیا-

ارے نہیں------ پھوپھو جان ہیں--- کسی اہم موضوع پر بات ہو رہی
ہے-

فریال ایک دم بولی-

واقعی------

شہباز ہنس کر بیٹھ گیا-

ٹھیک ہے--- ہم لوگ اسی وجہ سے باہر ہیں--- ورنہ ڈرائنگ روم
بیٹھتے-

سندر نے کہا-

برکت---

جی چھوٹی بی بی---

کیرم رکھو------ اور اچھی سی چائے بنا کر لاؤ------ میرے کمرے
میں سندر نے کہا-

کوئی فنکشن ہے آج-

وہ پھر شگفتگی سے بولا-

نہیں---- آپ آئے ہیں--- سوچا چار لوگ پورے ہو گئے--- کیرم
کھیل لیں---

سندر نے کہا--- وہ بابر سے بالکل خوفزدہ نہیں تھی---

تین ہی سمجھو------ میں تو باہر جا رہا ہوں------

بابر نے کہا--- سینہ جل کر کباب ہو چکا تھا---- شہباز کا وجود تو اس کے
ئے مثل خار تھا-

ٹھیک ہے--- برکت بہت اچھا کھیل لیتا ہے- میرے کمرے میں آجایئے-

وہ کہتی ہوئی شہباز کے ساتھ نکل گئی------ ان کے ساتھ فریال چلی
ئی-

فریال------

وہ چلا کر بولا-

کیا بات ہے بھائی---

وہ پلٹ کر ناگواری سے بولی-

خبردار تم نے کھیلا تو------

وہ بہن کو پورے کنٹرول میں رکھنا چاہتا تھا-

آپ بھی آجائیں نا------ بات کو بگاڑنے کی کوشش نہ کیا کریں-

فریال نے بھائی کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی-

جانے کس خیال کے تحت وہ فریال کے ساتھ ہی سندر کے کمرے میں داخل

www.pdfbooksfree.pk

ہوا۔

درمیانی میز پر کیرم بورڈ پڑا تھا۔ اردگرد چار کرسیاں تھیں---

ساتھی بننے کے لئے ٹاس ڈالا گیا--- قدرت خدا کی شہباز اور سندر ساتھی بنے اور فریال اور بابر------

خدا کو یہی منظور ہے۔

شہباز نے معنی خز انداز میں بابر کی طرف دیکھا--- لیکن کھیل بگڑ چکا تھا--- ایک جھٹکے سے بابر نے کیرم بورڈ الٹ دیا۔

کوئی نہیں کھیلے گا------

وہ سیخ پا ہو گیا--- اور زمین روندتا ہوا نکل گیا---

شہباز اس غیر متوقہ حرکت سے ازحد حیران رہ گیا--- فریال اور سندر اس کی ذہنی کیفیات کو جانتی تھیں---

سندر بی بی آپ کا فون------

ملازم نے کہا---

سندر نے شہباز کو دیکھا (میں آرہی ہوں) نظروں کا پیغام تھا اور خود باہر چل دی۔

فریال نے محبت سے بھرپور نظر شہباز کے چہرے پر ڈالی۔

آپ بڑی مدت کے بعد آتے ہیں--- شہباز------

کیا فرق پڑتا ہے---

شہباز نے کہا۔

ہائے اللہ---- مجھے آپ کا بڑا انتظار رہتا ہے------ دل بے قرار رہتا ہے آپ کے بغیر------ بے چین و مضطرب حالت میں فریال نے شہباز کے ہاتھوں کو تھام لیا۔

کیا کر رہی ہیں آپ------ ہوش کیجئے۔

شہباز نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا۔

ہوش ہی تو نہیں شہباز صاحب------ لوٹ لیا ہے آپ نے مجھے۔

وہ شہباز کے اور قریب ہو جانا چاہتی تھی------ فریال کا یوں انداز خود سپردگی دیکھ کر شہباز گھبرا کر کمرے سے باہر نکل آیا-------

کیا ہوا------

دوسری طرف سے سندر نے اسے نکلتا دیکھ کر کہا۔

کمرے میں گھٹن ہو رہی تھی------ میں باہر نکل آیا------

شریف النفس انسان فریال کو رسوا بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

چائے لے آیا بی بی۔

ملازم نے ٹرالی گھسیٹتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے------ سارے کمرے کی کھڑکیاں کھول دو۔ اور پردے اٹھا دو---

سندر نے ملازم سے کہا۔

بہت بہتر------

دونوں اندر داخل ہوئے------ فریال کرسی پر ٹیک لگائے آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔

سو رہی ہو------

سندر نے ٹرالی درمیان میں کرتے ہوئے کہا ... ملازم گوٹیاں اور کیرم اٹھا رہا تھا۔

نہیں------ بس یوں ہی------ سکون تلاش کر رہی تھی------

شہباز تو خاموش رہا البتہ سندر ہنس دی------

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں------

شہباز نے ایک دم شعر کا پہلا مصرع کہہ دیا۔

www.pdfbooksfree.pk

دوسرا بھی کہئے۔

فریال نے ہنس کرداد دی۔

دوسرا بھول گیا۔

شہباز بھی ہنس دیا------

سندر نے چائے بنا کر پہلے کپ شہباز کو پھر فریال کو اور تیسرا خود لیا۔

بہت دیر تک چائے چلتی رہی۔

فریال کے سارے خواب ادھورے ہی نظر آتے تھے ..... شہباز اس کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا..... اس کی ساری توجہ صرف سندر کے لئے تھی ... اس کے اندر بغاوت کے سرکش جذبے نے سر اٹھایا ..... کیوں نہ شہباز اس گھر سے داخلہ بند کیا جائے تاکہ اس کے بھائی کو بھی سکون ہو ..... باہر سندر زیادہ ملاقاتیں نہیں کر سکتی .....ماموں دیر سے گھر آنے کے بہت خلاف ہیں۔

شہباز سندر سے نہیں مل سکتا ..... نہ ملے گا ..... اور نہ ان کی چاہت پروان چڑھے گی۔

بہت دن یوں ہی گزر گئے نہ ثروت جہاں نے کوئی بات کی اور نہ شہباز نے ہی اپنا داخلہ بند کیا ..... اب وہ پہلے سے بھی زیادہ بے تکلفی سے آتا اور سندر سے ملتا تھا ..... بابر اندر ہی اندر پیچ تاب کھا کر رہ جاتا ..... اگر وہ سندر سے کہتا کہ وہ یہاں مت آیا کرے تو اسے بڑا کھرا جواب ملتا۔

اس کا آنا آپ بند نہیں کر سکتے------

کیوں ..... بابر غرایا .....

اس لئے کہ وہ میرے ملنے والوں میں سے ہے۔

اس طرح نہیں ..... تم کہو کہ وہ تمہارا ملنے والا ہے۔

بابر نے چلا کر کہا۔

کیا ہو گیا تم دونوں کو------ بچوں کی طرح جھگڑا شروع کیا ہے

ثروت جہاں نے آتے ہی کہا ..... وہ سندر کے غصے سے آشنا تھیں۔ لیکن ...ہ کی مناسبت سے اتنا ہی کافی تھا۔

بابر طیش میں جلا ہوا پاؤں کے انگوٹھے سے قالین کریدتا رہا۔

کس بات سے جھگڑا ہے۔

ثروت جہاں جانتے ہوئے بھی وجہ پوچھنے لگیں۔

یہ کیوں ملتی ہے شہباز سے ..... میں اسے پسند نہیں کرتا.....

بابر کا وہی سوال.....

پھوپھو جان ... یہ ضروری تو نہیں کہ جسے یہ پسند کریں وہ ہی میری پسند ہو۔

سندر نے وہیں کھڑے کھڑے کہا۔

ہاں بیٹا یہ تو ہے------ لیکن بابر کا تم پر بھی حق ہے بیٹی.....

آخر وہ تمہارا منگیتر ہے۔

ثروت جہاں نے جیسے اسے یاد دلایا۔

لیکن وہ کمرے سے جا چکی تھی۔

دیکھا ..... اس کی بات سننا پسند ہی نہیں کرتی .....اس طرح امی بہت ...کل ہو جائے گا.....

بابر نے دشوار گزار راستوں کا یقین دلایا۔

تم ٹھیک کہتے ہو------ میں رئیس سے بات کروں گی۔

ثروت جہاں نے ایک عہد کے تحت کہا۔

بابر خاموش ہو گیا ..... وہ کوئی ایسی تجویز سوچ رہا تھا کہ سانپ بھی مر جائے ...لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

لان میں کرسیاں بچھی تھیں ..... ٹھنڈی موسمی ہوا چل رہی تھی ..... شام ...ت میں سمٹ کر رہ گئی تھی ..... دور افق میں تھرتھراتی کرنوں کے ساتھ ساری ...ئنات نارنجی رنگ میں ڈوب گئی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ آج فریال سے پہلے بابر اور سندر کا مسئلہ حل کرنا چاہتی تھیں

فریال کو آتا دیکھ کر انہوں نے سوچا چلو فریال سے ہی بات کر کے دیکھ لو

امی ٹھنڈ ہو رہی ہے ...... کمرے میں چلیں......

فریال نے کہا۔

فضا اچھی لگ رہی ہے ...... آؤ نا تم سے بات کرنا تھی ...... بہت

گئے ...... موقعہ ہی نہیں ملا------ اسی واسطے تو میں آئی تھی۔

ثروت جہاں بڑے پیار سے بولیں۔

کہیئے ......

فریال سامنے بیٹھ گئی۔

بیٹی میں چاہتی ہوں تمہارے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔

ثروت جہاں نے بیٹی کو بغور دیکھا۔

کون سا فرض امی جان------

وہ حیرت زدہ سی ہو گئی۔

تمہارے لئے بہت اچھا دولت مند لڑکے کا رشتہ آیا ہے۔ میں چا

...... تمہاری بات پکی کر دوں۔

ثروت جہاں کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

آپ پہلے بھائی کا مسلہ حل کریں ...... میری بات چھوڑیں-----

اس کا مسئلہ حل ہے ...... بات تو تمہاری ہے۔

ثروت جہاں جیسے کچھ نہ جانتی تھیں۔

اس کا مسلہ حل نہیں...... سندر بالکل بھیا کو پسند نہیں کرتی۔

وہ شہباز سے تعلق بڑھا چکی ہے ......

کیا کہہ رہی ہو تم ...... وہ کون ہوتا ہے اس گھر پر قبضہ جمانے والا۔

ثروت جہاں حسب عادت چلائیں۔

آپ پہلے بھیا کی شادی سندر سے کریں ...... اگر تاخیر کی گئی تو سوائے

ناوے کے اور کچھ باقی نہیں رہے گا۔

فریال نے بڑے جاذب انداز میں کہا۔

مگر وہ لڑکا تو قلاش ہے ...... اس کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔

ثروت جہاں زبردست رکیک انداز میں بولیں۔

بے شک وہ قلاش ہے ...... لیکن اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ اسے جب بھی

زمت ملی۔ اچھے خاصے گریڈ کی ملے گی۔

فریال نے کہا اور اندر ہی اندر اپنا مسئلہ بھی حل کر لیا۔

اچھا......

ثروت جہاں ٹوٹی شاخ کی طرح لٹک گئیں۔

آپ موقعہ اچھا دیکھ کر ماموں سے بات کریں ...... رخصتی نہ ہو------

فریال سب کام پکے کرنا چاہتی تھی۔

ہوں------ دیکھنا ذرا ...... کرتی ہوں بات رئیس سے ...... اس موئے کا

داخلہ نہ بند کیا یہاں سے۔

وہ ایک زبردست مہم سر کرنے اٹھیں ...... لیکن پھر خاموش ہو گئیں۔

کیونکہ غلام گردش کے آخری زینے پر رئیس احمد کھڑے تھے۔

ثروت جہاں کو لان میں دیکھ کر وہ وہیں پہنچ گئے۔

آپا ......

وہ بڑی محبت سے پکارے۔

آؤ آؤ رئیس...... میں تمہارا ہی ذکر کر رہی تھی۔

ثروت جہاں بڑی مسرت سے بھائی کو دیکھ کر بولیں۔

اچھا ...... آپ نے یاد کیا اور شیطان حاضر-----

رئیس احمد بڑی شگفتگی سے بولے۔

www.pdfbooksfree.pk

ہائے ہائے------ میرا بھائی تو لاکھوں میں ایک ہے۔

وہ محبت سے رئیس احمد کے شانے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

فریال بیٹے پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔

اے ون------ ماموں جان------

فریال نے بالوں کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

Good------ بہت اچھی بات۔

وہ ٹیک لگا کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے بولے۔

سندر کمرے میں ہے۔

رئیس احمد نے کہا۔

معلوم نہیں ماموں------ شاید کالج شہباز لینے آئے تھے۔

فریال نے پہلا قدم اٹھایا۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔

سہ پہر کو وہ اپنے کمرے میں تھی۔

ابو جانی------ دوسری طرف سے کتابیں سنبھالے سندر نمودار ہوئی۔

ارے بیٹی کہاں تھی تم------

رئیس احمد فریال کو دیکھ کر سندر کی طرف ہوئے۔

ابو جانی------ میں کوٹھی کے دوسری طرف نکل گئی تھی ...... بڑے سکون کے ساتھ سٹڈی کی میں نے۔

Good ...... بہت اچھا بیٹا ...... میں تو فکر مند ہی ہو گیا تھا کہ نہ جانے کہاں چلی گئیں۔

رئیس احمد محبت سے بولے۔

ارے بیٹی جوان ہو ...... ویرانے میں نہیں جاتے------

ثروت جہاں نے قریب آ کر کہا۔

ویرانہ کہاں پھوپھو جان------ گھر بن رہے ہیں ......

سندر نے آنکھیں پھیلا دیں۔

گھر...... کیا مطلب ...... رئیس احمد کون سے گھر------

بہت زمین خالی پڑی تھی ...... سندر ہاؤس کے نام پر پانچ پانچ مرلہ کے مکان بنوا رہا ہوں......

رئیس احمد بولے۔

کرایہ پر دو گے۔ ثروت جہاں کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

جی ہاں------ لیکن سستا ہو گا------ یعنی کہ کم کرایہ------

اچھا------

ثروت جہاں نے کہا۔

فریال خاموش کھڑی رہی۔

اور وہ بیٹی کے ساتھ رئیس لاج کی طرف چل دیے۔

چند دن اور گزر گئے۔

تو وہ پھر وہی مسئلہ چھیڑ کر بیٹھ گئیں۔

رئیس احمد------

وہ رئیس احمد کے قریب صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولیں ...... سفید غرارہ ایرانی قالین پر پھیل سا گیا تھا' وہ سنبھل کر بیٹھ گئیں۔

جی------

وہ نیم انداز میں ٹیک لگاتے بولے۔

مجھے تو بس سندر دے ہی دو۔

وہ بڑی تیزی سے بولیں۔

کیا مطلب ......؟

رئیس احمد حیران رہ گئے۔

[illegible] تعلیم کو------ میں تو سندر کو بہو بنا کر لے جانا

www.pdfbooksfree.pk

چاہتی ہوں۔ تمہیں اب کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

وہ بغیر تمہید کے بڑے اہم سوالات کر بیٹھیں۔

آپا ..... یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ ..... سندر تعلیم تو مکمل کرلے۔

رئیس احمد کو ثروت جہاں کی بات اچھی نہ لگی۔

ارے بھئی کیا کرنا اعلیٰ تعلیم کو------ اسے اپنے گھر کی کرو۔

ثروت جہاں نے حسب عادت ہاتھ ہوا میں لہرایا۔

نہیں نہیں آپا------

رئیس احمد کے انداز میں ناپسندیدگی کا عنصر غالب تھا۔

اچھا ..... وہ موا میرے حق پر ڈاکہ ڈالنے پر تلا ہوا ہے۔

ثروت جہاں چلا کر بولی۔

کون------ کیسی بات کر رہی ہیں آپ۔

وہ بے حد حیران کن انداز میں بولے.....

وہی ..... نجمہ کا بھائی------

آپا------ مت دل میں کسی شک و شبہ کو جگہ دیں.....

رئیس احمد زرا ترش لہجے میں بولے۔

اس کا آنا بند کرو------

ثروت جہاں نے کہا۔

یہ نہیں ہو سکتا ..... شہباز بہت اچھا لڑکا ہے۔ میں اسے نہیں روک سکتا۔

اچھا یہ بات ہے ..... سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں بھی بابر سے نفرت ہے ..... میں نے اس دن کے لئے سندر کی پرورش کی تھی۔

وہ آنسو پونچھنے لگیں۔

آپ معاوضہ چاہتی ہیں۔

رئیس احمد سپاٹ لہجہ اختیار کر رہے تھے۔

معاوضہ نہیں ..... میرا حق بنتا ہے ..... میں پھوپھی ہوں اس کی۔

وہ سینے پر ہاتھ مار کر اہمیت جگانے لگیں۔

سب ٹھیک ہے آپا------ آپ بابر کو تعلیم تو حاصل کرنے دیں------ وقت آنے پر سب ٹھیک ہو جائے گا۔

رئیس احمد بات ختم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ بحث پر تلی ہوئی تھیں۔

صاحب کھانا تیار ہے۔

ملازم نے کہا۔

چلو------

دونوں اٹھ کر ڈائنگ ہال میں آگئے------

بڑے سکون سے کھانا ختم ہوا۔

کسی نے کسی کے ساتھ کوئی بات نہ کی۔

www.pdfbooksfree.pk

13

ناشتے کی میز پر تنہا ہی ثروت جہاں کے پاس بیٹھا تھا۔ رات سے اس کی طبیعت ویسے بھی ٹھیک نہ تھی ..... وہ کئی دنوں سے بہت دیر سے گھر آنے لگا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس کا موڈ بہتر دیکھ کر ثروت جہاں نے بات چھیڑ دی۔

بیٹا ..... تم بہت دیر سے گھر آنے لگے ہو ..... خدا کے لئے کسی بری سوسائٹی میں نہ پڑ جانا.....

ثروت جہاں آنے والے لمحات سے خوفزدہ سی بولیں ..... خدشات اندیشے وسوسے ان کا جگر کاٹ رہے تھے۔ بیٹے کی فطرت سے بھی واقف تھیں۔

جب گھر میں سکون نہیں تو باہر ہی رہوں گا۔

بابر فوراً" بولا۔

پڑھائی میں دل لگاؤ بیٹا ..... سکون مل جائے گا۔

نہیں ہوتی مجھ سے پڑھائی------

اس کے لہجے میں سرکشی کا انداز ابھر آیا۔

تو پھر کیا کرو گے------ اس طرح تو رئیس احمد اور بھی اعتراض کرے ..... تمہیں تو یہاں رہ کر اچھی عادات کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ تاکہ اس کو کوئی بات کرنے کا موقعہ نہ ملے۔

تو کیا رئیس ماموں رشتہ دینے سے انکار کر دیں گے۔

وہ چائے کا آخری گھونٹ حلق میں اس طرح انڈیل کر بولا جیسے کوئی کڑوی کسیلی دوا پی رہا ہو۔

خیر ایسی تو کوئی بات نہیں ..... لیکن ہو بھی سکتا ہے۔

ثروت جہاں نے جیسے بیٹے کو تسلی دی۔ لیکن وہ جانتی تھیں کہ ایسا

گراوٹ اسے رئیس احمد کا داماد کبھی نہ بننے دے گی۔

لیکن وہ سچ کہہ کر بیٹے کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھیں۔

ماحول کے خوفناک حد تک سکوت دیکھ کر بابر نے مہر سکوت کو توڑا۔

سندر کی شادی میرے سوا کسی اور سے نہیں ہو سکتی ..... اگر ماموں نے ڈنڈی مارنے کی کوشش کی تو سندر کو لے اڑوں گا۔

وہ کسی سوچ کے تحت بولا۔

کیا بکواس کرتا ہے۔ شریفوں کے یہ کرتوت نہیں ہوتے۔

بیٹے کی آنکھوں میں باغیانہ چمک دیکھ کر وہ ایک دم گھبرا اٹھیں۔

میں سچ کہہ رہا ہوں------ سندر میری نہ بنتی تو کسی اور کی بھی نہیں بن سکتی------

شرم کرو------ ماموں کی عزت خاک میں ملاتے تمہیں اچھا لگے گا۔

آپ وقت کا انتظار کریں۔

وہ کرسی گھسیٹ کر کھڑا ہوا ..... اور اپنی دانست میں زمین روندتا ہوا ڈائننگ ہال سے نکل گیا۔

اور

ثروت جہاں لاڈلے کے نقش قدم گھورتی رہ گئیں ..... وہ ایک مخمصے میں پھنس گئی تھیں۔

جب کوئی مسئلہ حل نہ ہوا تو وہ دوسرے دن اپنے گھر روانہ ہو گئیں۔

لاکھ بیٹے کو انہوں نے سمجھایا------ لیکن مرغے کی وہی ایک ٹانگ۔

وہ اپنی ضد سے باز نہ آیا۔

ٹرن ٹرن------ فون کی بیل پر سندر نے چونک کر رسیور اٹھایا------

www.pdfbooksfree.pk

سندر نے کہا۔

آداب------

دوسری طرف سے آواز آئی ..... شرارت سے بھرپور لہجہ .....

کون صاحب ہیں۔

سندر آج مزاق کے موڈ میں تھی۔

اچھا------ یہ بات ہے ..... ہماری پہچان ختم ہو گئی۔

دوسری طرف سے شہباز نے کہا۔

معاف کیجئے ..... واقعی آپ کون صاحب ہیں------

وہ ہونٹوں میں ہنسی دباتے ہوئے بولی۔

اچھا اپنوں سے یہ حال ہے ..... تو غیر کیا ہوں گے۔ جناب کی نظر میں۔

شہباز نے کہا۔

سندر کا قہقہ بلند ہوا۔

اسے سوائے بے وقت فون کرنے کے کچھ اور کام بھی ہے .....

کمرے میں آتے بابر نے انتہائی رکیک انداز میں کہا۔

سندر نے ہاتھ کے اشارہ سے بابر کو خاموش رہنے کو کہا۔

بند کرو فون-------

وہ چڑ سا گیا۔

ایک لمحے کے لئے سندر نے بابر کو دیکھا ..... پھر دوسرے لمحے

طرف متوجہ ہو گئی۔

آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔

ایکسچینج سے .....

شہباز نے کہا .....

لیکن اتنی عجلت پریشانی میں فون کرنے کا مقصد؟

تم سے ملے بہت دن ہو گئے ہیں..... آج ملو نا ..... کسی جگہ------

شہباز کے انداز میں عاجزانہ رویہ امڈ آیا تھا..... جیسے وہ منت کر رہا ہو۔

لیکن اس وقت..... ممکن نہیں.....

اور دوسرے لمحے بابر نے ریسور چھین کر رکھ دیا۔

بند کرو یہ بکواس.....

تم اپنے حواسوں میں تو ہو------ پاگل ہو جاؤ گے کسی دن۔

سندر سیخ پا ہو گئی.....

دوسری طرف سے فون ایک دم کٹ جانے سے شہباز نے بیل کرنے کی کوشش کی۔

ہوں..... بالکل اپنے حواسوں میں ہوں------

وہ پاؤں پٹخ کر بولا۔

پھر یہ گری ہوئی حرکت..... اس کی وجہ------

سندر نے بالوں کو جھٹک کر آنکھیں پھیلاتے اس سے بات کی۔

میری مرضی..... میں نہیں پسند کرتا کہ تم شہباز سے بات کرو۔

وہ چلا کر غرایا.....

اچھا..... بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہیں جناب..... میں آپ کی مرضی کی تابع نہیں ہوں.....

وہ آخر میں چلا کر بولی۔

تمہیں ہونا پڑے گا۔

وہ یوں ہی بولا۔

یہ تمہاری بھول ہے..... مر تو سکتی ہوں..... جذبات پر پہرا نہیں بٹھا سکتی.....

اس کے قریب ہو کر گرجدار آواز میں بولی------

www.pdfbooksfree.pk

عین اس وقت کمرے میں جب وہ بول رہا تھا تو شہباز داخل ہوا----

ارے ..... سندر-------- اسی لئے تم نے فون بند کر دیا تھا- و

تذبذب کے عالم میں سندر کو پریشان دیکھ کر بولا-

شہباز---------- تم---------

وہ حیران کن انداز میں آنکھیں پھاڑے شہباز کو دیکھتی رہ گئی----- او

بابر چپکے سے کھسک گیا---------- وہ شہباز کے منہ نہیں لگنا چاہتا تھا-

شہباز ..... وہ بے چین مضطرب چہرا ہاتھوں پر رکھے بری طرح سسک

اٹھی.....

سندر ..... کیا کر رہی ہو----- یہ سب وقتی ازیتیں ہیں برداشت

کرو-----

وہ اس کے ہاتھ ہٹا کر آنسو صاف کرتے بولا------- لیکن وہ سسک

رہی-

اس قدر قیمتی موتی یوں ہی ضائع کرنے سے فائدہ .....

وہ حسب عادت شریر لہجے میں بولا-

شہباز میں بہت پریشان ہوں------- اس شخص نے میرا جینا دو بھر کر

ہے-

وہ شہباز کے ہاتھوں کو تھام کر بولی-

بیٹھو .....

شہباز نے اسے شانوں سے تھام کر صوفے پر بٹھا دیا ..... اور خود

دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا-

تم چچا جان سے بات کیوں نہیں کرتی------

وہ گہری سوچ سے ابھرا--- سندر کی پریشانی اسے گراں گزرتی تھی

میں ابو کو مزید اور پریشانیوں میں گھیرنا نہیں چاہتی---------

وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر رخساروں پر بکھیرے آنسو صاف کرنے لگی- شہباز

نے جیب سے رومال نکال کر سندر کے سامنے کر دیا-

یہ کیا بات ہوئی یہ آنسو---------- وہ محبت سے

بولا.....

شکریہ.....

سندر نے بڑی اپنائیت سے رومال لے لیا-

جتنا بھی وقت ہے بڑی بہادری سے گزارنا ہوگا.....

شہباز اب اصل موضوع کی طرف آرہا تھا-

جی----------

سندر نے حیرانی سے کہا-

میں مزید تعلیم کے لئے کراچی جا رہا تھا---------

آپ جا رہے ہیں-

جیسے سندر پر بجلی گری----

ہاں سندر ..... لیکن تمہیں ..... میرا انتظار کرنا ہوگا----- کیونکہ میں

ملی ملازمت حاصل کر کے تمہیں حاصل کروں گا.....

شہباز آپ کی عدم موجودگی بڑی تکلیف دہ ہوگی-

سندر کے انداز میں دکھ کے گہرے سائے تھے-

سندر ..... میری زندگی ..... شہباز نے اس طرح تھا ماجیسے کوئی نازک چیز

ٹوٹنے کا احتمال ہو-

غلام گردش میں سے فریال کی آواز آئی-

ماموں بلا رہے ہیں-

وہ شہباز کو دیکھ کر ذرا ٹھٹھکی-

آرہی ہوں.....

www.pdfbooksfree.pk

وہ لاپرواہی سے بولی۔

چلو پھر..... وہ میرا خیال کہیں باہر جانے سے تمہیں کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔

فریال نے کوشش کی کہ سندر چلی جائے اور شہباز تنہا رہ جائے۔ ٹھیک ہے ..... سندر میں بھی چلتا ہوں----- اسی بہانے چچا جان سے ملاقات ہو جائے گی۔

وہ کرسی پر سے اٹھتے ہوئے بولا۔

آپ تو بیٹھ جائیں شہباز صاحب..... ماموں کو سندر سے ہی کام ہے۔ فریال نے بڑی بے کلی سے روکنا چاہا۔

نہیں نہیں ..... میں ان سے ملے بغیر نہیں جا سکتا۔

وہ سندر کے ساتھ ہی باہر نکل آیا.....

اور فریال ہاتھ ایک دوسرے ہاتھ میں پھنسا کر دانت پیستی رہ گئی۔

اداب چچا جان .....

وہ بڑی شائستگی سے جھک کر رئیس احمد کے سامنے مودب ہو گیا۔

جیتے رہو بیٹا ..... کیسے ہو----- آؤ بیٹھو۔

وہ بڑی محبت سے اپنے سامنے بٹھاتے بولے۔ پھر وہ سندر کی طرف متو ہوئے۔

بیٹے چائے کی طلب ہو رہی ہے۔

میں ابھی رحیمو بابا کو کہہ کر آئی ہوں---

لیکن اچانک رحیم بابا گیٹ سے ادھر ہی آگیا ..... اس کے ہاتھ میں رنگ کی بوتل دیکھ کر سندر حیران سی رہ گئی.....

یہ کیا ہے بابا.....

سندر نے بوتل کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا----

نہ نہ اسے ہاتھ نہ لگانا بیٹا----- یہ بڑی ظالم چیز ہے بیٹی کچھ فاصلے

رئیس احمد اور شہباز نے دیکھا۔

رحیمو ادھر آؤ----

آیا سرکار------

رحیمو رئیس احمد کے پاس ہی آگیا۔

ارے رحیمو بابا یہ کیا اٹھایا ہوا ہے تم نے-----

شہباز کی آنکھیں پھٹ گئیں ..... شراب دیکھ کر اس کی روح بریدہ سی ہو گئی۔

یہ بابر صاحب نے منگوائی ہوگی----- باہر کوئی آدمی دے گیا ہے۔ رحیمو سادگی سے بولا۔

شراب------

رئیس احمد نے جوش میں رحیمو کے ہاتھ سے بوتل چھین لی۔

بڑی سرکار------ یہ ظلم نہ کریں ..... وہ تو میرا جینا حرام کر دیں گے ..... واپس کر دیں اسے۔

رحیمو گھگھیانے لگا۔

جاؤ اسے کہہ دو ..... اپنا راستہ ناپے ..... ایک شرابی کی میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ میرا نام لو------ رئیس احمد زبردست طیش میں بول رہا تھا۔

بہتر سرکار------ ابھی وہ گھر پر نہیں ہیں۔

رحیمو نے رحم طلب انداز میں کہا۔

ٹھیک ہے جب آئے تو------ چائے بناؤ-------- وہ جھلائے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے۔

اور رحیمو چائے بنانے چل دیا۔

ادھر جب رحیمو کی زبانی یہ علم ہوا کہ وہ کثرت سے شراب نوشی کرتا ہے۔ اور دوسرے دن اپنے والدین کو ملنے چلا گیا ہے تو انہوں نے فریال کو بلایا

فریال بیٹے

www.pdfbooksfree.pk

وہ نہایت شفقت سے بولے۔

جی ماموں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تمہیں کچھ بتا کر نہیں گیا۔

نہیں ماموں ...... مجھے تو ابھی کالج سے واپسی پر علم ہوا ہے کہ بھیا ہے۔

خیر پریشانی کی بات نہیں ہے ...... میں فون کر لیتا ......

وہ اٹھ کر ٹیلی فون کی طرف چل دیئے۔

فریال گہری سوچ میں کھو گئی ...... بھلا بھیا کو اس طرح چھپ چھپا کر کی کیا ضرورت ہے ...... وہ بہت دیر لان میں کھڑی سوچتی رہی کہ رئیس ا اس کے خیالات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

خدا کا شکر ہے کا وہ پنڈی پہنچ گیا ہے۔

رئیس احمد نے سکون کا سانس لیا ہے۔

پھر یوں ہی کئی روز گزر گئے ...... گو فریال کی ملاقات شہباز سے ہوتی ہے ...... لیکن کم ملاقات نے تشنگی اور بڑھا دی تھی ...... وہ دل سے شہباز کو چاہنے لگی تھی۔ لیکن شہباز ان حالات سے مبرا تھا...... ا من میں صرف سندر کے تصورات کے علاوہ اور کوئی تصور نہیں تھا۔ و ساتھ اپنے بھائی کا بھی راستہ صاف کر دینا چاہتی تھی ...... یعنی کہ جب و سے شادی کرے گی تو ظاہر ہے بابر سندر سے لازمی منسوب ہو گا ...... ا کے ساتھ اس نے شہباز کی طلب اور تیز کر دی تھی

شہباز کے جانے کے بعد زندگی میں ٹھہراؤ سا آگیا تھا ...... سندر کالج جاتی اور وقت پر واپس آتی ...... ہو سکتا تو کبھی کبھار نجمہ سے ملنے جاتی ...... اسے ویسے بھی شہباز کی کمی بہت محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی اسے بھی شگفتہ رکھتی تھی۔ وہ شگفتہ مزاج واقع تھا

بابر کی عدم موجودگی اس کی ذہنی فراغت کے لئے کافی تھی۔ بے شک بابر نے ماں سے بڑھا چڑھا کر بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

امی جان ....

بابر ماں کے قریب ہی بیٹھ کر بولا۔ لیکن انوار احمد کی موجودگی اسے کھٹک رہی تھی .... کیونکہ وہ صاف بات کہنے کے عادی تھے وہ بیٹے کو اچھی طرح جانتے تھے۔

کہو بیٹا ....

ثروت جہاں نے کہا۔

سامنے انوار احمد نے بھی اخبار پڑھتے ہوئے کان کھڑے کئے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا

بابر نے کہا۔

کونسی بات بیٹا .... تم کھل کر کیوں نہیں بولتے۔

ثروت جہاں کو بیٹے پر رحم آگیا۔

اسے گھٹا گھٹا ہی رہنے دو........ کھل گیا تو برا ہو گا۔

آپ بیٹے کی بات تو سن لو۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنی ہی کہے جاؤ گے۔

ثروت جہاں کو انوار احمد پر غصہ آگیا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ بابر کی نفی کرتے تھے

- سن رہا ہوں ثروت جہاں .... وہ جو کہنے والا ہے .... میں سب جانتا ہوں۔

کیا جانتے ہو تم .... غیب کا علم کب سے سیکھ لیا تم نے۔ ثروت جہاں ہاتھ نچاتے بولیں۔

پہلے اپنے بیٹے سے پوچھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ اخبار کے مطالعہ میں پھر مشغول ہو گئے۔

[illegible] ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ بیٹے کی طرف متوجہ ہوئیں۔

ابو کے سامنے میں کچھ نہیں کہوں گا۔

وہ جھنجھلا اٹھا۔

لو بھئی ..... ہم جا رہے ہیں ..... باورچی سے کہتا ہوں چائے کی ظلہ ہے۔

وہ کہتے ہوئے لان سے نکل گئے ادہر بھی چائے بھجوا دیجئے۔

ثروت جہاں نے آواز دی۔

وہ لان کے گیٹ سے نکل گئے۔

ہاں کہو بیٹا۔

ثروت جہاں ہمہ تن گوش ہوئیں۔

ماموں کے ارادے بدلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بابر نے بات کا آغاز کیا۔

کیا .....

ثروت جہاں نے منہ کھولا۔

ماموں رئیس سندر کی شادی مجھ سے نہیں کریں گے۔ وہ آس اور یاس کے گرداب میں پھنسا ہوا لگ رہا تھا۔

کیوں تم سے شادی نہیں کر سکیں گے رئیس .....

ثروت جہاں چونک سی گئیں۔

یہ مجھے نہیں معلوم ..... ویسے ان کا جھکاؤ شہباز کی طرف زیادہ ہے۔ ..... احترام بھی ان کا زیادہ ہے۔

وہ جان بوجھ کے اپنی شراب نوشی فراموش کر گیا۔

گولی مارو شہباز کو..... تم نے تو کوئی ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔ ثروت جہاں کو اچانک کھٹک محسوس ہوئی۔

میں نے کچھ نہیں کیا .....

بابر نے بڑی مضبوطی سے اپنی بے گناہی کا یقین دلایا۔

اچھا ..... مجھے رئیس احمد سے دو ٹوک بات کرنا ہوگی۔

ہاں امی ..... ورنہ بعد میں آپکو پچھتانا پڑے گا۔

بابر بہت جلد اس قصے کو حل کرنا چاہتا تھا۔

پچھتاوے کا تم غم نہ کرو ..... تمہارے سوا رئیس کا کوئی داماد بنے ..... یہ ہو ہی نہیں سکتا ..... ثروت جہاں کے ارادے میں سرکشی اور بغاوت کی بو آرہی تھی بابر کو ماں کے ارادے ایک مضبوط فصیل کی طرح محسوس ہوئے۔ واقعی ثروت جہاں اس بات کا حل تھیں۔ ٹھیک ہے بیٹا ..... میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گی۔

ٹھیک ہے امی

اور دوسرے دن جانے کی تیاری کرنے لگیں۔

14

رئیس احمد ابھی آفس سے نہیں لوٹے تھے۔

ملازمین اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

سندر اور فریال اپنے اپنے کمروں میں تھیں۔ سیاہ گاڑی پورچ میں رکی۔

کون آگیا

سامنے لان میں بیٹھے مالی نے چوکیدار سے کہا۔

ثروت بی بی

اچھا ..... چوکیدار نے گہری نظروں سے کار کو دیکھا۔ مالی چونک گیا .....

سلام .....صاحب

بابر کو دیکھ کر مالی اور چوکیدار نے بیک آواز کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

کہاں ہیں سب لوگ؟۔

بابر دونوں ہاتھ پشت کی جانب کئے کھڑا رہا۔ البتہ ثروت جہاں نے دریاف کر لیا۔

بڑے صاحب ابھی آفس سے نہیں آئے

اور لڑکیاں۔

ثروت جہاں بولیں

وہ اپنے کمرے میں ہیں سرکار .....

ثروت جہاں بابر کے ساتھ کوٹھی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئیں۔ ا وقت گیارہ کا عمل تھا۔

وہ سیدھی فریال کے کمرے کی طرف چل دیں

او ماما ..... سویٹ ..... فریال ایک دم اٹھ کر ماں سے لپٹ گئی۔

میری بچی .....

ثروت جہاں نے فریال کی پیشانی کو چوم لیا دونوں ماں بیٹی ساتھ ساتھ پلنگ بیٹھ گئیں

امی خیر تو ہے ..... چند دن ہوئے آپ گئیں تھیں۔

بس بیٹی پریشانی کھینچ لائی ہے میں بابر کی جانب سے بڑی پریشان ہوں وہ افسردہ لگ رہی تھیں ..... ان کے چہرے پر شرمندگی کے گہرے سائے ر کناں تھے۔

کونسی .....

فریال حیران ہو کر بولی

یہی کہ رئیس احمد بابر سے سندر کی شادی کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

میرے سامنے تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ..... ویسے بھیا کی عادتوں ماموں خائف ہیں

فریال ماں کو خبردار کرنا چاہتی تھی۔

اچھا .....

ثروت جہاں یوں گویا ہوئیں جیسے دور سے بول رہی ہوں۔

ماموں آگئے .....

فریال نے گردن اٹھا کر سامنے دریچے میں سے دیکھا۔

ابھی اس سے بات کرتی ہوں ..... اس وقت تک مجھے چین نہیں پڑے گا۔

وہ رئیس احمد کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

ارے آپا ..... آپ ..... انوار بھائی سے جھگڑا تو نہیں ہو گیا

رئیس احمد ہمیشہ سے بذلہ سنج واقع ہوئے تھے۔

ارے نہیں میرے بھائی ..... تمہاری محبت کھینچ لائی۔

وہ رئیس احمد کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

اچھا کیا آپ آگئیں ..... رحیمو ..... جلدی سے بہترین چائے لاؤ ..... ور شامی کباب بھی ..... ابھی لایا سرکار

وہ جانتے تھے کہ ثروت جہاں خوش خوراک ہیں .....

آئیے آپا ..... ڈرائنگ روم میں چل کر بیٹھتے ہیں وہ بہن کو بازو کے حلقے میں لئے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے

ویسے آپا خیر تو ہے ..... چند دن ہوئے آپ گئیں تھیں بابر آیا آپ کے ساتھ۔

وہ ایک ہی سانس میں اتنے سوال کر گئے۔

ہاں ہاں ..... میں اسے ساتھ لائی ہوں ..... آ نہیں رہا تھا۔ وہ اب بات کی تمہید باندھ رہی تھی۔

آ نہیں رہا تھا ..... کیا مطلب؟

www.pdfbooksfree.pk

رئیس احمد بری طرح چونک گئے۔

بس یونہی ..... کہہ رہا تھا ماموں اچھی طرح نہیں بولتے۔

ثروت جہاں نے کہا۔

رئیس احمد سوچ میں اتر گئے۔

وہ میری اولاد کی طرح ہے ..... اگر اس کے اچھے برے کا میں نہ سوچوں بری بات ہوگی آپا .....

رئیس احمد نے خیال کیا کہ شائد بابر نے ماں کو ساری بات بتادی ہو۔

ٹھیک ہے ..... میں کب کہتی ہوں ..... وہ تمہارا بیٹا ہے اور تمہارا رہے گا۔

ثروت صاحبہ نے با معنی بات کہی۔

میں نے اسے کب بیٹا نہیں سمجھا .....

رئیس احمد جھنجھلا سے گئے۔

تو پھر سندر کو میری بہو نہیں بناتے ..... میں بہت جلد دونوں کو ایک سا دیکھنا چاہتی ہوں۔

وہ سختی سے بولیں۔

وہ ایک دم گہری سوچوں میں اتر گئے .....

جواب دو۔

وہ بولیں۔

کیا جواب دوں آپا ..... سندر کو جدا کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ رئیس احمد کا چہرہ اداس ہو گیا۔

لو اور سنو ..... جدائی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ..... تم گھر داماد رکھ .....

جی .....

رئیس احمد جی کو لمبا کرتے زبردست حیرانی سے گویا ہوئے۔

ہاں ہاں کیا حرج ہے ..... بابر تمہارا بیٹا ہے ..... تمہارے ساتھ بزنس میں ہاتھ بٹائے گا۔

سب کچھ درست ہے ..... لیکن اتنی جلدی نہیں کرنا چاہتا۔ ابھی سندر کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی۔

رئیس احمد نے اس کھیل سے نکل جانے کی کوشش کی۔

کیا کرنا ہے اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ..... اتنی بڑی جائیداد کی تنہا وارث ہے۔ ثروت جہاں کے منہ میں جیسے پانی آ گیا۔

آپ ٹھیک فرماتی ہیں ..... لیکن .....

ثروت جہاں کے کانوں میں وہی سوال گونجنے لگے .....

رئیس احمد کا رویہ اچھا نہیں ہے .....

وہ بڑبڑا کر سیدھی ہو گئیں اس خیال نے ان کو تڑپا کر رکھ دیا۔

تم ٹال مٹول تو نہیں کر رہے۔

ثروت جہاں نے پوچھا۔

میں نے وعدہ بھی تو نہیں کیا۔

وہ کہہ ہی گئے۔

اچھا ..... تم نے وعدہ نہیں کیا ہوا ..... اس کا مطلب کہ تم ٹال مٹول کر رہے ہو۔ ثروت جہاں کانوں کی لوؤں تک سرخ ہو گئی ..... کانوں میں جیسے کسی نے سیسہ پگھلا کر ڈال دیا ہو۔

تم ہاں کیوں نہیں کرتے۔

ثروت جہاں نے زور دیا۔

اس لئے کہ بابر شراب پیتا ہے ..... ایک شرابی کو میں اپنی بیٹی دے کر کیسے خوش رہ سکوں گا۔ رئیس احمد جرات سے کام لے کر کہہ ہی گئے۔

www.pdfbooksfree.pk

شراب کو چھوڑو .... یہ ایک وقتی چیز ہے .... شادی کے بعد با
ٹھیک ہو جائے گا۔ (اس کے زمہ دار تم ہو) وہ سوچ کر رہ گئیں۔ لیکن ظاہ
کیا۔

ثروت جہاں نے کوئی نوٹس ہی نہ لیا۔

یہ چھوڑنے والی بات نہیں ہے آپا ....

وہ بہن کی بحث سے جھلا کر بولے۔

تم میری زندگی میں سندر کو کہیں اور نہیں بیاہ سکتے۔

ثروت جہاں نے مصمم ارادہ کیا۔

آپا جان میں سندر کی شادی ابھی چار سال نہیں کروں گا .... آپ با
بات کہیں اور کر لیں ....

وہ ثروت بیگم کے اصرار پر جھنجلا اٹھے۔

کیا .... تم کیا کہہ رہے ہو .... یہ کبھی نہیں ہو سکتا .... تم میر
جیتے جی سندر کسی اور کی جھولی میں ڈالو .... یہ ممکن ہی نہیں۔

صاحب کھانا تیار ہے۔

رحیمو نے اطلاع دی۔

اچھا چھوڑیے اس بحث کو .... آئیے کھانا تیار ہے وہ زبردستی بہن کو
کر لے گئے۔ اور کھانا شروع کیا۔

ٹرن ٹرن ....

غلام گردش سے گزرتے فریال نے رسیور اٹھایا۔

ہیلو ....

پلیز سندر کو فون دیجئے۔

اچھا تو آپ آگئے شہباز صاحب .... کیسے ہیں آپ فریال نے کہا۔

خدا کا لاکھ شکر ہے .... پلیز دیجئے نا ... فون .... وہ نہیں ہ

آپ کو ....

کیوں ....

شہباز نے کہا۔

وہ شاید گھر پر نہیں ہے ....

فریال نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔

ٹھیک ہے میں پھر فون کروں گا۔

اور شہباز نے فون رکھ دیا۔

ہنہ ....

وہ تراشیدہ بالوں کو جھٹک کر ڈرائنگ ہال میں داخل ہوئی۔

فریال ....

اندر آتے سندر نے کہا۔

فرمایئے۔

فریال نے چمچ سے چاول پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

Wrong No (رونگ نمبر) تھا۔

وہ جھوٹ بول گئی۔

اور وہ پرسکون اپنی پلیٹ میں سالن ڈالنے لگی۔

چھوٹی بی بی .... آپکا فون ہے ....

اچھا ....

وہ برق رفتاری سے اٹھی ....

ہیلو ....

سندر........

دوسری طرف سے آواز پہچان کر شہباز۔

آپ ... آگئے .... آجائیے نا .... ابو بہت خوش ہوں گے سندر نے

www.pdfbooksfree.pk

بے کلی کا اظہار کیا

پہلے تو یہ بتاؤ ..... کہاں گئی ہوئی تھی۔

شہباز نے دریافت کرنا چاہا۔

کہیں بھی نہیں ..... اپنے کمرے میں تھی۔

واقعی .....

شہباز فریال کے جھوٹ پر زبردست حیرت کا اظہار کرتے بولا۔ ارے بابا

جھوٹ کیوں بولوں گی ..... یقین نہیں آرہا آپ کو ..... سندر بھی تذبذب

عالم میں بولی۔

اچھا چھوڑو ..... میں آ رہا ہوں ..... تمہیں دیکھنے کو دل مضطرب ہے

ٹھیک ہے فون رکھ دیا۔

اور نصف گھنٹے میں سفید گاڑی رئیس لاج کے پورچ میں تھی۔

کوئی ہے .....

ڈرائنگ ہال کی خوبصورت جالی میں سے فریال نے دیکھ کر کہا۔

کھانا ختم ہو چکا تھا ۔ لیکن ابھی تک ثروت جہاں رئیس احمد ادھر ا

باتوں میں مشغول تھے۔

عین اس وقت جب بابر کھانے سے فارغ ہو کر دروازے سے گزر۔

شہباز دروازے سے داخل ہوا

.....

شہباز نے بڑی خوش اخلاقی سے بابر کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ

لیکن وہ اپنی دانست میں اس کو روندتا ہوا گزر گیا۔

آؤ آؤ ..... شہباز بیٹے ..... اندر آؤ نا ..... رئیس احمد نے

دیکھ کر بڑی خفت محسوس کی۔

آداب ..... آداب .....

شہباز نے بڑے مودب انداز میں رئیس احمد اور ثروت جہاں کو آداب کہا۔

ثروت جہاں صرف سر ہلا کر رہ گئیں۔

اور آج وہ فریال کی آنکھوں میں کھب سا گیا تھا۔ فریال ویسے بھی حسن

ت واقع ہوئی تھی۔ اس وقت وہ سفید پینٹ سفید ہی جرسی میں بلا کا حسین

رہا تھا۔

سندر بیٹی ..... شہباز کے لئے کھانا لاؤ .....

جی ابو .....

نہیں نہیں ..... کھانا میں کھا کے آیا ہوں ..... تم بیٹھو سندر وہ بے

لف سندر کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا۔

کباب بنائے ہیں ..... آپکی پسندیدہ شے .....

سندر نے ہنس کر کہا۔

اچھا ..... وہ ہنس دیا .....

فریال ساری جان سے فریفتہ ہو گئی۔

ثروت جہاں خاموش بیٹی اور سندر کی حرکات نوٹ کرتی رہیں۔ وہ محسوس کر

ی تھیں کہ فریال بہت جھک رہی ہے۔ لیکن شہباز کا انداز مہربانی صرف سندر

ا طرف تھا .....

چند منٹ بیٹھنے کے بعد ثروت جہاں اٹھ گئیں۔

بیٹھیں نا آپا ..... چائے آ رہی ہے۔

نہیں اب ..... لیٹوں گی ..... فریال چلو ..... سٹڈی کرو وہ باہر نکل

ئیں۔

فریال کو بادل نخواستہ نکلنا پڑا۔ اسے ماں کی موجودگی شاک گزر رہی تھی۔

او ..... میں نے ضروری فون کرنا تھا .....

www.pdfbooksfree.pk

رئیس احمد ایک دم چونک گئے۔

ابو! آپ فون کریں .....اور میرے کمرے میں آجایئے گا۔ چائے وہیں پیئیں گے۔

ٹھیک ہے بچوں.....

وہ کہتے ہوئے فون کی طرف چل دیے.....

دونوں نازک خرامی سے چل دیے.....

خوبصورت صوفے پر وہ دھنس گیا .....اور سندر سامنے بیٹھ گیا

.....رحیمو معہ لوازمات کے چائے لے آیا تھا۔

پہلے اپنی پسند کی چیز پر ہاتھ صاف کرلیں۔

سندر نے کبابوں سے بھری پلیٹ شہباز کے سامنے رکھ دی۔

Good .....شہباز نے بڑی رغبت سے اپنی پلیٹ میں کباب رکھتے کہا۔

نجمہ کیسی ہے .....

سندر نے کہا۔

ہاں سندر .....تم نے ادھر جانا چھوڑ دیا ہے.....امی گلہ کر رہی

شہباز نے پلیٹ واپس ٹرالی پر رکھ دی۔

ہاں .....مجھے افسوس ہے شہباز .....واقعی میں کم جاتی ہوں۔ سند

ندامت خیز لہجے میں کہا۔

کالج میں تو تم نجمہ سے مل لیتی ہو ..... اور میری ماں تمہاری صو

ترس جاتی ہے .....معلوم ہے وہ تمہیں کس قدر محبت کرتی ہیں۔

شہباز کے انداز میں بھی شکایت پوشیدہ تھی۔

اچھا شہباز معاف کیجئے ..... میں اب ضرور خالہ جان سے ملنے ج

گی۔

سندر نے وعدہ کیا۔

ہاں ..... وہ ہنس دیا .....

دونوں چائے پینے میں مشغول تھے ..... کہ رئیس احمد نے اندر قدم رکھا

آیئے ابو .....

سندر نے باپ کے لئے چائے بنائی۔

تینوں گپ شپ میں مصروف تھے کہ غلام گردش میں بابر کے کان کھڑے ہوئے .....

شہباز اور سندر کا دھیما دھیما قہقہہ ..... رئیس احمد کی گفتگو شہباز کی پذیرائی .....یہ سب کیا ہے۔

وہ سیدھا ماں کے کمرے میں داخل ہوا ..... جہاں فریال بھی موجود تھی۔

دیکھ لیا ہے نا آپ نے اپنی آنکھوں سے۔

وہ ثروت جہاں کے پاس بیٹھتا بولا۔

کیا؟.....

وہ سندر کے کمرے میں بیٹھا ہے ..... چائے کا دور چل رہا ہے رئیس ماموں بھی اس سے گپ شپ لڑا رہے ہیں بابر زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا بہت سر چڑھا رکھا ہے اس لونڈے کو ..... ثروت جہاں نفرت بھرے انداز میں بولیں۔

فریال خاموش رہی وہ شہباز کی حمایت میں تھی اور نہ اس کی مخالفت میں

15

بالکل ویسی ہی کندنی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ دور تک سرسبز درختوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ دیکھتے دیکھتے آفتاب دھیرے دھیرے مغرب کی وادیوں میں اتر رہا تھا۔

اور وہ دریا کے کنارے ایک دوسرے کے سہارے مستقبل کے سنہری خواب

www.pdfbooksfree.pk

بن رہے تھے۔

سندر ....

شہباز نے پلٹ کر سندر کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔

ہوں ....

وہ مدہوش سی انداز خود سپردگی کے عالم میں گویا ہوئی۔

میں صرف بابر سے خوفزدہ ہوں۔

شہباز کا انداز تشویش ناک تھا۔

کس بات سے ؟

سندر نے کہا۔

یہی کہ کوئی رخنہ اندازی نہ کرے۔

شہباز نے دوسرے ہاتھ سے سندر کے تراشیدہ بالوں کو پیشانی سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

مجھے ملنے سے روک دے گا۔ تو میں اسے کیا سمجھتی ہوں۔

وہ جوش سے بولی۔

ارے بس بس .... اتنا غصہ ....

شہباز نے جوش محبت سے سندر کو اپنے ساتھ لگا لیا۔ تمہیں حاصل کرنے میں دنیا کی کوئی طاقت مجھے نہیں روک سکتی۔ شہباز نے سندر کو یقین دلایا۔

پھر آپ خوفزدہ کیوں ہوتے ہیں .... سندر دل و جان سے اسے چاہتی تھی۔ محبت کی تمام منزلیں عبور کرنے کے بعد تو یہ مقام ملنا تھا۔

ارے شہباز چلئے بہت دیر ہو گئی ہے۔

سندر چونک کر بولی۔

چلئے جناب۔

شہباز نے عالم وجد میں کہا۔

دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اپنے اپنے گھروں کو جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

چلو میں تمہیں چھوڑنے آتا ہوں۔ اندھیرا ہو گیا۔

وہ مسکرا دی۔

اور گاڑی ایک لمحے میں رئیس لاج کے خوبصورت گیٹ کے باہر ہی رک گئی۔

شہباز اتر آیا۔

ابو سے نہیں ملیں گے۔

سندر نے کہا۔

نہیں پھر سہی .... تاریکی پھیلتی جا رہی ہے۔

وہ پلٹتے ہوئے بولا۔

کل آنا نہ بھولنا۔

وہ تاکید بھرے لہجے میں بولا۔

ٹھیک ہے۔

وہ چلا گیا۔

اور وہ گاڑی گراج میں لے گئی۔

وہ بڑے سکون سے اتری اور اپنے کمرے میں چل دی۔ وہ اپنے کمرے کی ونی پر کھڑا دیکھ رہا تھا .... بھنا کر نیچے اترا ....

یہ وقت تمہارے آنے کا ہے۔

وہ کمرے میں وارد ہوتے طنزیہ بولا .... جیسے غرا رہا ہو۔

تمہیں کس نے حق دیا مجھے وقت کا احساس دلانے کے لئے .... میرے ٹے نے .... کہ آئندہ تم میری بیوی .... چٹاخ اور دوسرے ہی لمحے سندر کا ٹے دار تھپڑ اس کے دائیں رخسار پر پڑا

www.pdfbooksfree.pk

اور وہ فوراً ہاتھ سے رخسار ملنے لگا ..... کیونکہ وہ اس اچانک حملے
لئے تیار نہ تھا۔

نکل جاؤ میرے کمرے سے .....

وہ انگلی کے اشارے سے بابر کو دروازے کی طرف اشارہ کرتے بولی۔

یہ سب کچھ تم اس خبیث کے لئے کر رہی ہو ..... ہنہ ..... وہ شا
جھٹک کر پردا اٹھا کر باہر نکل گیا۔

اور وہ بستر پر لیٹ گئی۔

سوچیں اس کا مقدر بن گئیں تھیں ..... وہ مستقبل کے لئے پریشان
..... کیا بنے گا ..... دوسرے لمحے وہ بستر سے اٹھی اور سیدھی رئیس احم
کمرے کی طرف چل دی۔

ابو .....

وہ دروازے میں کھڑے ہوتے بولی۔

آؤ بیٹی کیا بات ہے۔

وہ ایک دم اٹھے ..... سندر کا پریشان چہرا ان کا جگر کاٹ گیا۔

ابو .....

وہ باپ کے زانو پر سر رکھے بری طرح سسک سسک کر رو دی

سندر ..... میری بچی ..... میری جان ..... کیا ہوا ..... وہ ز
حیرت میں کھو گئے ..... انہوں نے آج تک سندر کو اس طرح تڑپ تڑ
روتے نہیں دیکھا تھا۔ شدید پدری محبت غالب آئی اور وہ ہاتھوں سے ا
پریشان بالوں کو چہرے سے ہٹا کر اس کے آنسو صاف کرنے لگے۔ مجھے
..... تمہاری خوشی میرا سب سے بڑا سکون ہے۔

ابو ..... بابر بہت بڑھتا جا رہا ہے ..... وہ مجھے اپنی ملکیت سمجھ
..... جائز ناجائز روعب جماتا ہے مجھ پر .....

وہ باپ کے سامنے بیوی والی بات کو چھپا گئی ..... آج اس نے بدتمیزی کی
حد کر دی ہے .....

سندر آنسوؤں کے درمیان بولی۔

ہوں ..... رئیس احمد معاملے کی نزاکت کو سمجھ چکے تھے .....

لیکن دوسرے ہی لمحے ثروت جہاں ہانپتی ہوئی وہیں آگئیں۔ رئیس .....
بہت افسوس کی بات ہے ..... میں نے یہاں بچے بے عزتی کروانے کے لئے
نہیں بھیجے .....

وہ سندر کو گھورتے ہوئے بولیں

کوئی بات ہو گئی کیا؟

وہ بڑے تحمل سے بولے۔

سندر خاموش کھڑی رہی ..... وہ بڑوں سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی ویسے
بھی عادی نہ تھی۔

سندر سے پوچھ لو ..... جس نے میرے بیٹے کی توہین کی ہے۔ وہ آگ بگولہ
ہو رہی تھیں۔

آیئے بیٹھیں آپا ..... سکون رکھیں ..... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ انہوں
نے بہن کو بازو سے پکڑ کر قریب بٹھاتے ہوئے سندر کو جانے کا اشارہ کیا۔

سندر فوراً پلٹ گئی۔

دیکھو رئیس ..... سندر میری امانت ہے۔ میرے بیٹے کے علاوہ اسے کوئی
نہیں بیاہ سکتا۔ میں یہ کام کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ وہ دو ٹوک فیصلہ کرتے
بولیں۔

آپا ..... یہ سب جذباتی فیصلے ہیں ..... بچوں کے نظریات دیکھا کریں
..... ہوا کا رخ کدھر ہے۔ وہ بہن کو سمجھاتے ہوئے بولے۔

میں کچھ نہیں جانتی .....

www.pdfbooksfree.pk

وہ سر ہلاتے پھر ایک لفظ کی رٹ لگاتی رہیں۔ دوسری بات کہ اس موئے کا
آنا بند کرو ..... غضب خدا کا گھر میں جوان لڑکیاں ..... اور وہ کس شان سے
دندناتا ہوا گھسا چلا آتا ہے گھر میں ..... وہ جوش جنوں میں کہے جا رہی تھیں۔

ارے آپا ..... دور جدید ہے ..... آج بچے سمجھدار ہیں۔ ان پر پہرے
بٹھانے سے کچھ حاصل نہیں .....

کیا گائے بھینس کی طرح کھلا چھوڑ دیا جائے ..... جدھر منہ اٹھائیں چلی
جائیں ثروت جہاں نے کہا۔

ایسی بات نہیں آپا ..... لڑکیاں گائے بھینسیں ہیں ..... آپ کو یہ علم
ہونا چاہیے کا عورت کے بغیر یہ معاشرہ مکمل نہیں

تم مجھے باتوں میں مت لگاؤ ..... مجھے اپنی بات کا جواب چاہیے وہ مسکرا
دیں۔

آپا سندر میری واحد اولاد ہے ..... میں کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف
نہیں کر سکتا ..... اگر بابر اچھا ثابت ہوا .....اور سندر اسے بہتر سمجھنے لگی
اس رشتے سے مجھے انکار نہیں۔ رئیس احمد نے آج دو ٹوک فیصلہ سنا دیا۔

اچھا ..... یہ تمہارا فیصلہ .....

ثروت جہاں نے طنز کی.....

جی ہاں .....

رئیس احمد بولے ..... وہ بابر کو اچھی طرح جانتے تھے ..... جس قسم
عادات کا وہ مالک تھا۔ بابر نے بہت کوشش کی کہ سندر کو اپنا بنا سکے لیکن وہ سند
کو من کے اندر نہ بسا سکا۔ وہ جس کی تھی اسی کی ہو کر رہ گئی۔ بابر اس فراق
آگ میں جلتا رہا ..... اور یہ آگ اب انتقام کی بڑھکتی ہوئی چنگاری بن چکی
..... وہ شہباز کو اس برق میں جلا کر بھسم کر دینا چاہتا تھا۔ ادھر فریال شہباز
اپنا بنانا چاہتی تھی ..... وہ ہر ممکن اسی ٹوہ میں تھی کہ کسی طرح شہباز اسے

ملے ..... لیکن شہباز فریال کے ارادے سمجھ چکا تھا ..... وہ یہی کوشش کرتا کہ
جب بھی سندر سے ملے ..... فریال سے چوری نکل جائے تاکہ سندر کے لئے
کوئی مسلہ کھڑا نہ ہو۔

زندگی رواں دواں جاری تھی ..... کئی ماہ گذر چکے تھے ..... سندر اور
فریال نے امتحان دے دیے تھے ..... بابر بھی امتحان دے چکا تھا۔ اب ہر وقت
یہ لوگ گھر پر ہی رہتے تھے۔ بڑے اچھے دن گزر رہے تھے۔ کہ اچانک نجمہ سے
یہ نوید ملی کہ شہباز بھائی ایم ایس سی کے امتحان میں بڑے امتیازی نمبر لے کر پاس
ہو گئے ہیں ..... سکینہ بیگم نے جو خواب دیکھا تھا۔ وہ شہباز کے روپ میں مکمل
ہوتا نظر آ رہا تھا۔ سکینہ بیگم کی زندگی میں یہ لمحات بہت قیمتی تھے۔

صحن میں تینوں ماں بیٹا بیٹھے تھے۔

امی جان.....

شہباز نے کہا۔

سندر آیا کرتی تھی نا .....

وہ گزشتہ لمحات کو صاف رکھنا چاہتا تھا۔

ہاں بیٹا ..... وہ تو دوسرے تیسرے روز ضرور آ جاتی تھی۔ سکینہ بیگم محبت
سے بولیں۔

بھیا بہت ساری مٹھائی لے کر جاؤ وہاں ..... نجمہ نے کہا۔

وہاں کیوں؟ ..... میری بہن بہت گرینڈ پارٹی ہوگی۔ وہ ہاتھ پھیلا کر بولا۔

اس گھر میں .....

نجمہ چونک گئی۔

اس گھر کو کیا ہے ..... کیا اس سے پہلے سندر نہیں آتی شہباز نے کہا۔

میرا مطلب دوسرا تھا ..... نجمہ نے کہا۔

آئیں گے ..... آئیں ..... یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے شہباز

www.pdfbooksfree.pk

نے لاتعلقی کا اظہار کیا ....

کسی دن بیٹا پروگرام بنا لو نا .... سکینہ بیگم نے کہا۔

ہاں امی .... بنائیں گے کسی دن .... لیکن اس وقت جا رہا ہوں ....

وہ وقت دیکھتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

کیا وقت ہوا بھیا .... نجمہ دوپٹہ کاڑھ رہی تھی .... پرے کرتی بولی۔

اس وقت ساڑھے دس ہوئے ہیں .... وہ زینے کی طرف جاتا ہوا بولا۔

جلدی آنا بیٹا ....

ماں نے کہا

ٹھیک ہے امی جان ....

وہ زینہ اتر گیا۔

وہ سائیکل پر سوار رئیس لاج پہنچ گیا۔

خان بابا .... گھر میں خاموشی ہے بہت .... وہ سائیکل دیوار سے ٹ
ہوا بیرونی برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ گیا۔

میرا خیال ہے شہباز بابو .... اس وقت گھر میں کوئی بھی نہیں سندر بی
بازار گئی ہیں۔ خان نے ایک طرف پیک پھینکتے ہوئے کہا۔

خیر میں دیکھ آتا ہوں ....

وہ حسب عادت ڈرائنگ روم سے ہوتا ہوا بغلی کمروں کی طرف ہو لیا۔

ارے شہباز صاحب .... آپ ....غلام گردش میں فریال کسی سا
طرح اسے نظر آئی۔ آپ .... موجود ہیں ....

وہ ایک دم رک گیا .... جیسے اس کے قدم زمین نے پکڑ لئے ہوں۔

جی ہاں .... سندر تو نہیں ہے .... شہباز نے بات ختم کرنا چاہی۔

سندر تو نہیں .... لیکن اب میں جانے نہ دوں گی .... فریا
تکلفانہ بڑھی اور شہباز کے گلے میں باہیں جما دیں

ارے فریال آپ ہوش میں تو ہیں .... شہباز نے ایک جھٹکے میں اپنی
گردن کو اس کے بازوؤں سے آزاد کیا۔

آپ کو دیکھ کر کسے ہوش رہتا ہے .... چلئے میرے کمرے میں۔ وہ شہباز
بازوؤں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گئی۔

فریال .... مجھے جانے دو .... مجھے گھر پر بہت کام ہے۔ وہ جان چھڑانا
نا تھا۔

ابھی سے .... کبھی نہیں ہو سکتا .... آج یوں نہ جانے دوں گی

فریال شہباز کے تن بدن میں سما جانا چاہتی تھی۔ یا اسے اپنی روح میں اتار
چاہتی تھی۔

فریال مجھے جانے دو وہ کچھ پریشان سا ہو گیا۔

آج نہیں جانے دوں گی .... وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھی اور ملازم کو چائے
نے کے لئے کہا۔

آج من کی پیاس بجھا کر رہوں گی۔

وہ شہباز کے بہت قریب بیٹھتے بولی۔

کیا چاہتی ہو مجھ سے ....

محبت ....

یہ نہیں مل سکتی .... وہ ظالمانہ انداز میں بولا۔

کیوں ؟ کیا میرا حق نہیں ہے محبت پر .... فریال نے کہا اس کی پیشانی پر
سلوٹیں ابھر آئیں

جس کا حق تھا اس کو مل چکی ہے۔ شہباز اس کے ہاتھوں کو ہٹاتے بولا۔

آپ جھوٹ بولتے ہیں .... سندر میرے بھائی کی منگیتر ہے۔ اور بابر کسی
قیمت پر اس حق کو تلف نہیں ہونے دے گا۔

یہ ... معاملہ ہے .... میرا کام صرف سندر سے محبت کرنا ہے۔ وہ بھی

www.pdfbooksfree.pk

اپنی ضد پر جم گیا۔

چاہے کچھ بھی ہو .... اور سندر بابر کی بیوی بن جائے .... تو ...

فریال نے نفرت دلائی۔

جو کچھ بھی ہو .... میں نے سندر کو چاہنا ہے۔ اس کی محبت میرے
سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ شہباز کھڑا ہو گیا ....

شہباز .... میری جان لے لو .... مجھے محبت .... وہ بری طرح
سے لپٹ گئی۔

پاگل تو نہیں ہو گئی تم .... وہ زبردست جھٹکے سے فریال کو پلنگ پر
ہوئے خود ایک جھٹکے سے باہر نکل آیا .... لیکن اعمال رحیمو ٹرالی میں چا
رہا تھا ....

ارے شہباز بابو .... آپ یہاں .... رحیمو جانتا تھا کہ سندر شہبا
دوسرے کو پسند کرتے ہیں لیکن فریال کے کمرے سے اس طرح نکلنا ...
عجیب قسم کے تاثرات کے ساتھ شہباز کو دیکھ رہا تھا۔

وہ زبردست خفت محسوس کر رہا تھا .... رحیمو کے سامنے اسے پسی
....

اور دوسری طرف سے سندر آ گئی۔

رحیمو بابا ....

آپ .... آپ کب آئے .... وہ شہباز کو خجالت بھرے انداز
دیکھ کر ورطہ حیرت میں کھو گئی۔

کیا بات ہے .... شہباز .... طبیعت تو ٹھیک ہے آپکی ....
.... وہ سوالیہ انداز میں رحیمو کو دیکھ کر بولی۔

جی کچھ نہیں .... میں تو فریال بی بی کے لئے چائے لایا تھا۔ ر
گھسیٹتے ہوئے بولا۔

اور کپ دو .... کوئی اور بھی ہے کمرے میں .... جی ہاں .... شہباز
صاحب بھی تھے .... عین اس وقت پردا سرکا کر فریال باہر نکل آئی۔

اچھا .... آپ پئیں .... لے جاؤ رحیمو .... وہ پلٹی ....

سندر ٹھہرو .... وہ پکارتا رہ گیا ....

لیکن وہ جا چکی تھی ....

آیئے ....

وہ شہباز کا بازو تھام کر اندر لے گئی .... رحیمو چائے چھوڑ کر پلٹ گیا
....

خدا کے لئے میری جان چھوڑ دو مجھ سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ میرا سب
کچھ اسی کے حوالے ہے .... وہ سپٹا گیا ....

ارے چھوڑیے ....

وہ مدہوشی سے اس کی باہوں میں انداز خود سپردگی کے عالم میں جھولنا چاہتی
تھی۔

تم زبردست غلط فہمی کا شکار ہو۔

اس نے فریال کو دھکیلا اور کمرے سے باہر نکل گیا .... دور بالکونی سے
سندر نے شہباز بڑی برق رفتاری سے گیٹ کی طرف جاتے دیکھا۔ لیکن اس کی
سمجھ میں کوئی بات نہ آئی۔

حیرت کی بات ہے .... شہباز کیسے آ گیا۔ اور فریال کے کمرے میں ....

اسی سوچ کے تحت اس نے کال بیل پر انگلی رکھ دی چند لمحوں بعد ملازم داخل
ہوا۔

جی بی بی ....

رحیمو بابا کو بھیجو ....

سندر معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہتی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

سندر بیٹی کیا بات ہے۔ وہ رومال سے ہاتھ پونچھتے ہوئے بولا۔

بابا ..... شہباز کیسے فریال کے کمرے پہنچ گیا۔

رحیمو سے سندر کی بے کلی دیکھی نہ گئی۔

در اصل بیٹا ..... شہباز بابو ..... تمیں پوچھتے ہوئے فریال بی بی کے کمرے میں انجانے میں داخل ہو گئے۔ جب میں چائے لے کر گیا تو آپ نے دیکھ ہی لیا تھا ..... وہ کس قدر الجھے ہوئے تھے۔

رحیمو چلا گیا .....

لیکن وہ ایک ایسے عذاب میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اسے شہباز کی محبت پر یقین تھا۔ لیکن اس کا گھبرا کر فریال کے کمرے سے نکلنا ..... یہ بات اس کی سمجھ سے بالا تر تھی اور پھر مجھ سے غلطی سرزرد ہو گئی کہ اس عالم میں اسے لفٹ ہی نہ کرواتی۔ وہ یوں ہی الجھا ہوا پراگندہ ذہن لئے لوٹ گئے۔

سندر نے بے چین ہو کر ہاتھوں کو ملا ..... واقعی اس سے غلطی سرزرد ہو چکی تھی ..... میں نے کیوں اس کے وجود کو نظر انداز کر دیا .....

سندر کو زبردست اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا ..... ایک جھٹکے سے اٹھی ..... لیکن اس سوچ کے تحت لوٹ آئی کہ اسے اگر فون کرے تو کہاں کرے۔

تمام شب اس نے کانٹوں پر بسر کی ..... جیسے تپتی ریت پر کوئی اسے گھسیٹ رہا ہو ..... در و بام ویران کسی کھنڈر کی طرح زبان حال سے اس کے ستم انگیز رویے کے ترجمان تھے۔ وہ کانٹوں پر لوٹتی رہی۔

تڑپتی رہی .....

ہاں اور ناں یقینی اور غیر یقینی کے اعتراف میں وہ سرگرداں تھی۔ تمام شب تڑپ کر گزارنے کے بعد صبح موذن کی آواز پر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گئی۔

16

صحن کی ہر شے سلیقے سے رکھی تھی سکینہ بیگم تنہا صحن میں بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں نجمہ کالج چلی گئی تھی شہباز اس دن کے بعد بہت افسردہ سا رہنے لگا تھا ..... اتنے دن ہو گئے تھے ..... سندر نے بھی کوئی خبر نہ لی تھی ..... اور نہ ہی اس نے وہاں روکنے کی کوشش کی بار بار اس نے پلٹ کر دیکھا ..... شاید آواز دے کر بلائے گی اس کو لیکن نہ ہی اس نے روکا اور نہ ہی ٹوکا ..... وہ آہست آہستہ بڑھتا ہی آیا ..... اندیشے اور وسوسوں کے ساتھ وہ گھر کی دہلیز پار کر کے وہ اپنے کمرے میں خاموش لیٹ گیا۔ اور وہ جتنے کرب سے گزر رہا تھا اسے کیا معلوم کہ وہ بھی اتنے ہی کرب سے گزر رہی تھی۔ نادانستگی میں جو وہ لاپرواہی برت چکی تھی ..... نہ جانے کیسے وہ تلافی کر بھی سکے گی کہ نہیں۔ سکینہ بیگم حیران تھیں وہ سارا دن اپنے کمرے میں گھسا رہتا صحن میں تو نکلتا ہی نہیں تھا۔ بارہا سکینہ بیگم نے دریافت کیا تھا کہ .....

شہباز بیٹے باہر جھگڑا تو نہیں ہوا کسی سے۔ سندر سے تو نہیں کوئی بات ہوئی ..... لیکن اس کا بس یہی جواب

نہیں اماں ..... کوئی بات نہیں کسی سے ..... آپ کو وہم ہو گیا ہے۔

لیکن آج تو میں آپ سے پوچھ کر ہی رہوں گی۔

شہباز بیٹے .....

صحن میں بیٹھی ماں نے پکارا۔

جی اماں .....

وہ اندر سے بولا۔

باہر آؤ نا ..... تم سے باتیں کروں گی ..... میرے بیٹے ..... شدید ممتا بھرے انداز میں وہ بولیں۔

اچھا اماں۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ باہر آگیا۔

کیا بات ہے ..... کیا کر رہا ہے اندر .....

ماں اس کے بریدہ بال دیکھ کر پریشان ہو گئی .....

بات تو کچھ بھی نہیں آپ نے بلایا تھا۔

وہ ہونٹوں پر زبردستی تبسم پھیلائے ہوئے بولا۔

میں کہتی ہوں تمہارا سندر سے جھگڑا تو نہیں ہو گیا۔ ماں نے اپنا

دوہرایا۔

نہیں ماں ..... میں تو ایسے خاموش ہوں ..... کسی سے کوئی بات

ہوئی ہے

وہ بات کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

ٹھک ٹھک .....

دروازے پر دستک ہو رہی تھی ..... دونوں ماں بیٹا خاموش ہو

دروازہ کھلتے ہی ڈاکیا شہباز کو خط پکڑا کر واپس پلٹ گیا۔

کون ہے

شہباز نے ماں کے پاس آکر تذبذب کے عالم میں لفافہ الٹ پلٹ کر دیکھ

ہمارے گھر کا ایڈریس نہیں۔

ماں نے کہا

ایڈریس یہی ہے ..... ہمارے گھر کا .....

تو کھولو پھر.....

ماں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے شہباز کو خط پڑھنے کو کہا۔ شہباز نے ایک

نظر میں خط کو پڑھ لیا۔

یہ فیصل آباد سے آیا ہے۔ امی ..... طفیل احمد کی بیٹی کی شادی ہے

ارے طفیل احمد ..... میرا بھائی تمہارا چچا بیٹے وہ مسرت و انبساط کے

لیں.....

پہلے تو آپ نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ شہباز بھی حیران تھا۔

بس بیٹے میں بیتے لمحات کی اذیت ناک یاد کو تم پر مسلط کرنا نہیں چاہتی۔

وہ اداس ہو گئیں

پھر بھی بتائیں تو سہی۔

شہباز نے اصرار کیا۔

تمہارے والد کی وفات کے فوراً بعد مجھے میرے دیوروں نے بچوں سمیت

گھر سے نکال دیا ..... اور ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ کہاں میں ہزاروں پر

بھاری تھی ..... اور اس وقت خس و خاشاک کی طرح سبک میرا کوئی پرسان حال

نہ تھا ..... کوئی غمگسار نہ تھا۔ دونوں بیٹوں کو لئے ..... میں .....

تو میں ..... (میں کہاں تھا) وہ بڑبڑایا

شہباز نے چونک کر بات کاٹ دی۔

ہاں ہاں تم تم بہت کم سن تھے ..... فوزیہ سے چھوٹے ..... فوزیہ .....

فوزیہ کون ؟ ..... وہ پوری طرح ہمہ تن گوش ہو گیا۔

ہاں بیٹے فوزیہ بھی میری بیٹی تھی ..... نہ جانے کیوں وہ بات مکمل کرنے

سے پہلے ہی بری طرح سسک اٹھیں۔ کہاں سے شروع کرتیں۔

پھر امی .....

شہباز کا انداز سوالیہ ہو گیا۔ وہ بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔

ہاں بیٹا میں برباد شکستہ حال گھر سے نکل طفیل احمد کے گھر چلی گئی جو تمہارے

ابو کے بہت ہی اچھے دوست تھے۔ میں رات کی تاریکی میں طفیل احمد کے

دروازے پر کھڑی تھی۔

بھابھی تم ..... دروازہ کھلتے ہی وہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ گئے

..... بھائی صاحب ..... میں اب جانتا ہوں .....

www.pdfbooksfree.pk

وہ میری کسمپرسی کو بھانپ گئے .... مجھے اندر لے گئے۔ انہی دنوں تقسیم
جھگڑا چل رہا تھا ....چنانچہ ملک تقسیم ہو گیا .... ہندوؤں نے ہلہ بول
.... میں بچوں کو لے کر کدھر کو چل دی .... وہ کسی اور طرف نکل
.... اس فسادات میں میری بچی فوزیہ راستے میں مجھ سے کہیں بچھڑ گئی۔

فوزیہ میری بہن ....

شہباز کے خون میں ابال آگیا .... اس نے دیکھا کہ سکینہ بیگم فوزیہ کو یاد کر کے زارو قطار رو رہی ہیں۔

امی جان .... آپ کا صبر تو بے مثال ہے ....

شہباز نے ماں کے ہاتھ کو چوم لیا۔

پھر بیٹے میں پاکستان جانے والی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ راستے میں دشمن نے گاڑی لوٹ لی .... میں حراساں پریشان نجمہ کو لئے ایک کونے میں دبکی بیٹھی تھی کہ .... وہ فوراً خاموش ہو گئیں۔ کسی معنی خیز انداز میں انہوں نے خاموشی اختیار کر لی ....

امی ....

شہباز نے پکارا ....

بس پھر کیا تھا لاہور آگیا۔ وہ نہ جانے کیا چھپا گئیں .... شہباز خاموش تھا۔ وہ ماں کی پریشانی لاچاری بے کسی دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا۔

آپ چچا طفیل سے کب ملیں .... جنہیں میں بالکل نہیں جانتا .... شہباز حیرت زدہ سا بولا۔

بس بیٹا قدرت بڑے معجزے دیکھاتی ہے .... چند سال ہوئے میں مح
میں ایک شادی پر گئی ہوئی تھی۔ وہاں ہی میں نے بھابھی آمنہ .... بھائی طفیل
کو دیکھا .... کیا بتاؤں کس قدر خوشی ہوئی .... یہ مکان جس میں آج م
چھپائے بیٹھی ہوں .... بھائی طفیل نے ہی کوشش کے ساتھ لے دیا .... ا

کا نچلا حصہ کرایے پر دے دیا اور اوپر والے میں ہم خود رہ رہے ہیں۔ وہ بہت اچھے ہیں اب ان کی بیٹی کی شادی پہ ہم ضرور جائیں گے۔

کیوں نہیں بیٹا ....

تین بجے کے قریب نجمہ بھی آگئی تھی۔ ماں کو خوش دیکھ کر وہ کتابیں رکھے قریب ہی بیٹھ گئی۔

امی کیا بات ہے .... بڑی خوش نظر آ رہی ہیں آپ نجمہ نے ماں سے کہا۔

بھائی طفیل کا خط آیا ہے .... ان کی بیٹی کی شادی ہے نا .... اچھا .... پھر تو بڑا مزا آئیگا .... ضرور چلیں گے نجمہ خوش ہو گئی

دروازے پر دستک ہوئی۔

دیکھو بیٹا کون ہے

شہباز زینہ اتر گیا۔

بھائی کو تو شاید چچا طفیل کے بارے میں نہیں علم .... نجمہ گہری سوچ سے ابھر کر بولی۔

ہاں .... میں چاہتی بھی یہی ہوں کہ شہباز طفیل کے سامنے نہ ہی جائے تو بہتر ہے۔

سکینہ بیگم کسی راز کو پوشیدہ رکھنا چاہتی تھیں۔

کیوں امی ....

نجمہ نے منہ کھولا ....

بس ایسے ہی .... میں نے کہہ جو دیا .... تم نے بھائی سے کوئی بات نہیں کرنی۔

سکینہ بیگم ڈانٹ بھرے لہجے میں بولیں۔

اچھا امی .... لیکن کیوں ؟

www.pdfbooksfree.pk

ہاں بیٹی اسی میں مصلحت ہے۔

اور اب شادی پر تو بھائی جائیگا۔

نجمہ نے ماں کو یاد دلایا۔

ہاں یہ تو ہے...... خیر دیکھا جائیگا...... میں بھائی طفیل کو سب کچھ سمجھا آؤں گی...... تو بعد میں بے شک چلا جائے......

سکینہ بیگم نے آنکھیں صاف کیں۔

آخر بات کیا ہے امی جان---------------

نجمہ نے پھر کہہ دیا۔

میں کہتی ہوں دیکھا جائیگا...... تم شہباز کے سامنے کوئی بات نہ کرنا۔

نہیں امی۔

نجمہ کمرے میں چلی گئی۔

اور سکینہ بیگم عجیب الجھن میں گرفتار گہری سوچ میں الجھ گئیں۔چند دنوں میں وہ فیصل آباد روانہ ہو گئیں...... شہباز کی خاطر انہوں نے نجمہ کو بھی گھر پر چھوڑا...... تاکہ اس کا دل برا نہ ہو۔اور وقت مقررہ پر اکیلئے ہی فیصل آباد روانہ ہو گئیں۔

سکینہ بیگم کے جانے کے بعد گھر سنسان سا ہو گیا...... صبح سویرے ناشتے سے فارغ ہو کر نجمہ تو کالج چلی گئی...... شہباز تنہا اپنے کمرے کی چھت گھورتا رہا...... پھر نہ جانے کیا خیال آیا...... فوراً گھر کو تالے لگا کر چابیاں کرایہ داروں کو دے کر خود سڑک پر نکل آیا دوست امجد کے ہاں ٹھہر کر پھر رکشہ لئے رئیس لاج پہنچ گیا سندر سے ملے اسے کتنا عرصہ ہو گیا تھا ......(تم اس قدر کٹھور بھی ہو سکتی ہو سندر) وہ دل ہی دل میں کہہ اٹھا

گیٹ کے اندر داخل ہو کر اسے یوں احساس ہو جیسے گھر میں مکمل سناٹا ہو

...... ارے شہباز بیٹا ...... راستہ بھول پڑے...... رئیس لاج کا......

ئی رحیمو بابا شہباز کو دیکھ کر کھل اٹھا۔

بھولا نہیں بابا ...... خود آیا ہوں ....

شہباز بڑی نرمی سے ٹھہر کر بولا۔

تو آؤ نا ...... ڈرائنگ روم میں بیٹھو ...... رحیمو شہباز کو ڈرائنگ روم کی ف لے جاتے ہوئے بولا۔

کہاں ہیں سب گھر والے شہباز نے فریال اور بابر کو بھی موجود نہ پا کر کہا

اس وقت تو کوئی بھی گھر پر نہیں ہے ...... سندر بی بی البتہ آنے والی ہیں۔

نہیں بابا میں ڈرائنگ روم میں نہیں بیٹھوں گا ...... ہاں چند لمحے سندر کے رے میں گزاروں گا۔ وہ رحیمو کو ڈرائنگ روم کا پردا اٹھاتے ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے۔ آپ چلیئے ...... میں چائے لاتا ہوں آپ کے لئے۔ رحیمو .....دوسری سمت جاتے ہوئے بولا

شہباز نے پلٹ کر رحیمو کو دیکھا ...... وہ جا چکا تھا۔کمرے میں داخل ہو کر ں نے آہستہ سے پردہ ہٹایا اور داخل ہو گیا۔کمرہ اپنی خوبصورتی میں اپنی مثال پ تھا

وہ بے تکلف آرام کرسی پر بیٹھ گیا ...... شہباز کی پشت دروازے کی طرف ی ...... وہ بڑے سکون سے آنکھیں بند کئے کرسی پر لیٹنے کے ہی انداز میں بیٹھا ا۔ پورے دو بجے سندر نے گاڑی پورچ میں کھڑی کی اور اپنے کمرے کی طرف ھ گئی۔

سندر بیٹی ....

جی بابا ....

وہ رکتے ہوئے بولی۔

آج تو شہباز بابو تمہارے کمرے میں بیٹھے ہیں۔ رحیمو بڑی مسرت سے بولا۔

www.pdfbooksfree.pk

شہباز ..... وہ حیرانی کے اظہار کو ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

ہاں بیٹی آج آ ہی گئے .....

رحیمو کو کس قدر خوشی ہو رہی تھی۔

اچھا .....

وہ جذبات کو دباتے اندر چل دی۔ شہباز کو دیکھ کر اس کی طبعت میں کی طرح نیا رنگ ابھر آیا ..... دبے پاؤں پردا اٹھاتے وہ صوفے کی پشت چھپتے چھپتے شہباز کے پیچھے پہنچ گئی۔ اور اپنے مرمریں ہاتھ شہباز کی آنکھوں پر دیئے

وہ مانوس لمس سے چونکا ..... اور ہاتھ بڑھا کر سندر کو تھام لیا۔ میں تمہاری محبت میں مجبور ہوں ..... تمہیں دیکھے بنا رہ نہیں سکتا۔ وہ شدید جذ انداز میں سندر اپنے قریب لے آیا۔

سندر نے اس قدر شدید قربت سے سرشار ہو کر آنکھیں چھپکائیں۔ م کی حسین ادا نے دل کا جنازہ نکال دیا ..... شہباز نے سندر کو اپنے بازوؤں حصار میں لے لیا۔ وہ آتش فراق کو کم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے اندر جو ہنگا تھے..... وہ ان سے دور سندر کی ذات میں گم ہو جانا چاہتا تھا۔

چند لمحوں کے بعد سندر نے اپنے آپ کو آزاد کیا .....

ناراض تھے مجھ سے ؟

وہ بولی۔

نہیں ..... میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا ..... تم میری رگوں گردش کرتے خون کی روانی ہو ..... تم سے دوری موت ہے

وہ والہانہ انداز میں سندر کو دیکھ کر بولا۔

اس دن کے بعد ایک چکر بھی نہ لگایا۔

وہ شکائتاً" بولی۔

تم نے کونسا روک لیا ..... نہ آواز دی نہ بلایا ..... وہ بھی شکوے شکایت پر اتر آیا

ہاں ..... یہ غلطی ہو گئی ..... لیکن یہ فعل میرا دانستہ تھا ..... میں فریال کے سامنے اپنی اضطرابیت کو سرعام نہیں لانا چاہتی تھی ..... ورنہ ایسے کوئی بات نہ تھی۔ سندر نے شہباز کو یقین دلایا۔

سندر .....

جی .....

سندر کا دل پوری طاقت سے دھڑکا۔

تم سے دوری میری ہستی کے لئے اذیت ناک ہے ..... میں نے تمہارے بغیر جتنے بھی دن گزارے ..... بڑے کرب میں گزرے۔

سچ .....

وہ چونک اٹھی ..... جیسے شہباز نے آج پہلی مرتبہ اظہار محبت کیا ہو۔

ہاں سندر ..... سچ کہہ رہا ہوں ..... یوں لگتا ہے ..... جیسے زندگی دھوری ہے میری۔ یا یوں سمجھو کہ میری شخصیت میں کوئی کمی رہ گئی ہے ..... جسے تکمیل کے لئے تمہارے وجود کی ضرورت ہے۔ وہ شدید چاہت کے ساتھ سندر کے آوارہ بالوں کو سلجھاتے ہوئے بولا۔

وہ خاموش بیٹھی رہی ..... چند لمحے سکون رہا پھر شہباز نے ہی اس مہر خاموشی کو توڑا۔

سندر ایک بات تو بتاؤ .....

وہ جھکا۔

فرمایئے۔

تمہیں کیا بات تھی کہ میرے ہاں آنے میں ..... نجمہ اور امی نے ان دنوں تمہارا شدت سے انتظار کیا۔

www.pdfbooksfree.pk

اف اللہ شہباز ..... آپ میری مجبوری کو ابھی تک نہیں سمجھ پائے .....
میں بابر کی وجہ سے مجبور ہو گئی ہوں ..... اس شخص نے میرا جینا حرام کر
ہے وہ پریشان سی ہو گئی۔

بس بس ..... زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں ..... صحت کے لئے مہ
ہے۔ شہباز نے فوراً اس کو روک دیا

اور سندر ہنس دی۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

آؤ .....

سندر نے ملازم کی دستک پہچان کر کہا۔

کھانا تیار ہے بی بی .....

وہ سندر کی طرف متوجہ ہوئی۔

ٹھیک ہے ..... ہم آرہے ہیں .....

دونوں ڈرائنگ ہال کی طرف چل دیئے۔

نہ جانے ابو کراچی میں اور کتنی دیر قیام کریں گے۔ سندر نے کہا

کس کام سے گئے ہیں شہباز نے ڈرائنگ ہال کا پردا سرکایا۔

بزنس کے سلسلہ میں .....

اور جناب کے منگیتر صاحب اور ان کی ہمشیرہ صاحبہ۔ شہباز نے دلچسپ چ
کی۔

کون منگیتر ..... میں سمجھی نہیں ..... سندر ہنس دی۔

ارے بھئی بابر صاحب .....جو بڑے فخر سے کہتے پھرتے ہیں کہ ر
ماموں کی بیٹی میری منگتر ہے۔

کہنے دیں ..... میرا کیا بگڑتا ہے۔

سندر لاپرواہی سے بولی۔

وہ چند ثانیے خاموش رہا۔

کیا کروں ..... سندر ..... میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا .....

شہباز کا انداز والہانہ تھا۔

پھر کیا ہو سکتا ہے۔

سندر ہنس دی۔

کچھ بھی نہیں ہو سکتا ..... جب تک میں کوئی اچھی ملازمت تلاش نہ کر
وں اس وقت تک تمہارے بارے میں کچھ نہیں سوچ سکتا۔

کہاں کھو گئے ہیں آپ .....

وہ شہباز کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولی۔

ہاں سندر .....

وہ بڑی دیر بیٹھا رہا ..... اپنے گوہر عظیم کے پاس۔ محبوب کی اداؤں سے
دل بہلاتا رہا۔ اس کے جذبات میں ہلچل تھی۔ چاہت تھی۔ اور پانے کی شدید
اضطرابیت

17

انورا احمد بہت ضروری کام سے ملک سے باہر جا رہے تھے۔ اس لئے ثروت
جہاں ایک طویل عرصے کے لئے رئیس احمد کے ہاں رہائش پزیر ہو گئیں۔ ویسے
بھی وہ یہاں رہ کر بیٹے کا مسلہ حل کرنا چاہتی تھیں۔ کیونکہ بابر سندر کے لئے
بہت بے قرار تھا۔ انہوں نے ایک خوبصورت کمرے کو اپنی رہائش گاہ بنا لیا تھا۔
اور اب زیادہ تر ان کا ہی حکم چلتا تھا۔

شام کے سائے ڈھل چکے تھے۔

محو خرام آفتاب اپنی منزل کی طرف گامزن تھا۔ کائنات لہورنگ میں غسل کر

www.pdfbooksfree.pk

چکی تھی - وہ اپنے کمرے میں بڑے سکون سے ان تصاویر کو دیکھ رہی تھی- جو اس نے ایک سیر کے دوران خود ساختہ کیمرے سے بنوائی تھی- یہ چند تصاویر شہباز کی قربت کی یاد دلا رہی تھیں ..... جو کراچی کی سیر کر رہا تھا ..... اس نے ایم ایس سی بہت اچھے نمبروں میں پاس کرکے مقابلے کے امتحان کی تیاری شروع کر دی تھی-

وہ سنہری گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے تصاویر دیکھنے میں مگن تھی- کہ دروازہ کھلا اور بغیر آہٹ کے کوئی اندر داخل ہوا-

تم .....

ایک دم وہ سیدھی ہو گئی- تصاویر سرک کر اس کے پاس ہی گر گئیں-

حیران ہو گئی ہو مجھے دیکھ کر-

بابر نے قریب جاتے کہا-

وہ دیکھتی رہ گئی ..... کمرے کی سبز روشنی میں بابر کا چہرا مسخ شدہ نظر آرہا تھا حیران نہیں ہوئی .....

وہ سیدھی ہو کر تصاویر کو ایک طرف رکھتے ہوئے بولی-

اس کے قریب ہی آرام کرسی پر بیٹھ گیا-

کوئی کام ہے-

سندر نے وجہ جاننا چاہی-

نہیں بس یونہی چلا آیا-

وہ سادہ انداز سے بولا ..... اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی-

اچھا .....

سندر نے کہا

آج موسم حسین ہے-

وہ بولا-

ہو گا .....

وہ لاپرواہی سے گویا ہوئی اور وہ جل کے کباب ہو گیا-

تمہیں نہیں اندازہ ..... باہر نہیں نکلو گی

وہ کرسی سے اٹھ گیا-

نہیں ..... دل نہیں چاہ رہا-

سندر لیٹنے کے انداز میں بولی-

میرا خیال تھا آج میرے ساتھ چلو ..... کہیں دل بہلائیں .....

بابر ..... اپنا لہجہ درست کرو ..... وہ ترش روی سے بولی-

تم درست کرلو ..... میرا خود بخود ہی ٹھیک ہو جائے گا-

بابر نے کمرے کے چاروں جانب دیکھ کر کہا-

لیکن وہ خاموش رہی-

چلو زرا ہو جائے انجوئے .....

بابر کا انداز عیاشانہ تھا ..... وہ سگریٹ کا طویل کش لے کر بولا- انجوئے کے لئے تمہارے پاس بہت سے طریقے ہیں .....

وہ شدید غصیلے انداز میں اٹھی-

مثلاً -

وہ طنزیہ انداز میں اس کی جانب جھکا-

مثلاً - شراب- کلب گرل- بڑی بڑی محفلیں- رقص و موسیقی- لیکن ان سب سے زیادہ اہم تم ہو-

وہ بھرپور دھواں چھوڑ کر بولا-

اپنے حواس میں رہو .....

وہ حد درجہ رکیک انداز میں بولی-

میں حواس میں ہوں ..... بلکہ تم حواس کھو بیٹھی ہو ..... اس کے پیچھے

www.pdfbooksfree.pk

بھاگ رہی ہو ..... جو محض خیالی تصویر ہے ..... تمہارا میرا ساتھ ہے۔ چلایا

آپ اس خوش فہمی کو دل سے نکال دیجئے۔ میں تمہارا ساتھ ہرگز نہ دے سکوں گی۔

تو اس خوش فہمی کو دل سے نکال دو ..... اگر تم میری نہ بنی تو کسی اور کی بھی نہیں بن سکو گی۔

وہ جھپٹا اور اس کے پاس پڑی تمام تصاویر اچک کر لے گیا۔

بابر.....

وہ چیخ اٹھی ..... لیکن وہ جا چکا تھا۔ وہ موم کی طرح پگھلتی رہ گئی ..... ٹانگوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ بابر سے تصاویر کیلئے مطالبہ کر سکے۔ عالم پریشا میں وہ وہیں سسکتی رہی لیکن مات کھانا اس نے بھی نہیں سیکھا تھا ..... پریشا افسردہ لیکن بابر کی منت کی ..... صبح دیکھا جائے گا۔

تمام شب کانٹوں پر بسر کی ..... دوسرے دن اسی امید کے ساتھ کہ شا شہباز گھر پر موجود ہو۔

آؤ آؤ ..... سندر بیٹی ..... رک کیوں گئیں

سکینہ بیگم دہلیز کے پاس سندر کو کھڑے دیکھ کر بولیں۔

آداب .....

وہ قریب جاتے ہوئے بولی۔

نجمہ تو ابھی کالج سے نہیں آئی ہو گی۔

وہ نجمہ کے کمرے کی طرف دیکھ کر بولی۔

نہیں تو ..... بیٹی تم کالج نہیں گئیں۔

سکینہ بیگم حیرت زدہ سی ہو گئیں۔

نہیں .....

وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی کہ زینے پر کسی کے پیروں کی آہٹ سنائی دی۔

لو..... شہباز آگیا..... بیٹی بڑی اچھی نوکری مل گئی۔

وہ سبزی کاٹتے اپنی دانست میں کہتی رہیں ..... اور وہ اوپر آگیا۔

ارے واہ ..... امی جان کچھ بانٹیے ..... شہباز مسرت بھرے انداز میں

ہی آگیا۔

ہاں ہاں کیوں نہیں ..... میری بیٹی اتنی دیر کے بعد آئی ہے ..... جا بازار سے جلیبیاں لے آ .....

وہ دوپٹے کے پلو سے پیسے کھولنے لگیں۔

ارے امی ..... یہ کیا کر رہی ہیں ..... اتنی نایاب چیز کے لئے جلیبیاں .....

..... وہ بغور سندر کو گھورتے دیکھ کر بولا۔

سکینہ بیگم مسکرا دیں ..... وہ چونک گیا۔

ارے ..... کیا ہوا ..... امی جان سندر رونے والی ہے .....

دیکھیے..... شہباز نے ایک دم اپنا رومال سندر کے عارضوں پر لگا دیا۔ جہاں شفق پھوٹ ہی تھی۔ اور وہ کرنیں سمیٹنا چاہتا ہو۔

چل ہٹ تنگ نہ کرو میری بچی کو ماں نے شہباز کو پرے دھکیل دیا۔

امی میں پوچھتا ہوں ..... آپ زرا چائے بنائیں ..... وہ سندر کا بازو پکڑ کر کھینچتا ہوا کمرے میں لے گیا .....

دیوانہ .....

سکینہ بیگم مسکرا کر چپ ہو گئیں۔ لیکن کسی انہونی سوچ نے ان کو افسردہ کر دیا۔

سندر بولو کیا بات ہے ..... کیوں پریشان ہو ..... وہ سندر کو اپنے قریب بٹھاتے بولا۔

جی ..... وہ اتنا ہی کہہ سکی۔ اور بھیگی پلکوں کو چھپک چھپک کر خشک کرنے

www.pdfbooksfree.pk

لگی۔

نہیں ..... ضرور کوئی بات ہے ..... جس کی پردا داری ہے ..... ورنہ تم رونے والی لڑکی نہیں ہو۔ بولو کیا ہوا ..... بابر نے کچھ کہا ..... وہ محبت سے اس کے بال سلجھانے لگا۔

کچھ نہیں ہوا ..... شہباز ..... بندھن ٹوٹ گیا۔

اور وہ ٹوٹی شاخ کی طرح اس کے سینے سے لگ گئی..... اور سسک اٹھی۔

ارے واقعی تمہیں کسی نے کچھ کہا ہے۔

وہ شدیدی والہانہ محبت کے ناطے سندر کے رخساروں سے آنسو صاف کرتے بولا۔

وہ اسے سینے سے لگائے چند لمحے خاموش رہا ..... پھر وہ سندر کو شانوں سے سیدھا کرتے بولا۔

سندر..... میری جان ..... میں اپنے لئے بابر کی زیادتی برداشت کر سکتا..... لیکن کوئی ہاتھ تمہاری دل آزاری کے لئے بڑھے..... یہ میری برداشت سے باہر ہے..... بولو..... بابر نے تمہیں کیا کہا ہے..... میں اس قضیئے کو ختم ہی کر دینا چاہتا ہوں۔

ایک عزم کو لئے وہ کھڑا ہو گیا۔

کہاں جا رہے ہیں آپ۔

سندر نے سکتے ہوئے شہباز کے بازو کو تھام لیا۔

میں چچا جان سے تمہیں مانگ لوں گا..... جھولی پھیلا دوں گا..... کیا کمی ہے مجھ میں ..... دنیا کی ہر آسائیش تمہارے قدموں میں ڈھیر کر سکتا ہوں ..... انشاللہ ..... ملازمت مل جائے ایک مرتبہ .....

وہ مصمم ارادہ کر چکا تھا۔

لیکن اس وقت بڑا سنگین معاملہ ہے ..... بیٹھئے ذرا ..... سندر نے کہا۔

کیا مطلب۔

وہ جھکا اور اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

ہماری تصاویر .....

وہ شہباز کے خوف سے سہم سی گئی۔

بابر لے اڑا۔

شہباز نے قیافہ لگایا۔

ہوں۔

وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

تو اس میں پریشان ہونے کی کونسی بات ہے ..... پگلی ہو تم ..... شہباز نے محبت سے اسے دیکھا۔

وہ ہم دونوں کی تصاویر ہیں.....

تو کیا ہوا ..... دور نہ سہی قریب سہی ..... اگر تمہاری بے پناہ محبت میں تمہیں ساتھ لگا لیا تو کیا ہوا ..... ہر انسان اپنی متاع حیات کی حفاظت کرتا ہے .....

وہ والہانہ انداز میں سندر کو دیکھ کر بولا۔

لیکن وہ میرا جینا حرام کر دے گا۔

سندر نے عالم گھبراہٹ میں کہا۔

یہ اس کی سعی ناکام ہے۔

شہباز نے تسلی بھرے انداز میں سندر کے شانے کو تھپکا۔

لیکن سندر خاموش رہی۔

بھیا چائے .....

پردے کے پیچھے سے نجمہ بہن کی آواز آئی۔

آؤ آؤ ..... میری بہن آ گئی .....

www.pdfbooksfree.pk

شہباز نے بڑی محبت سے کہتے ہوئے نجمہ کے ہاتھوں سے دونوں کپ لے لئے۔

سندر کیا بات ہے ..... پریشان لگ رہی ہو۔

نجمہ نے سندر کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

سندر صرف مسکرا دی ..... اور چائے پینے لگی .....

شہباز بھی چائے کی چسکی لیتے کسی گہری سوچ میں متغرق ہو گیا۔

بہت سوچ بچار کی۔

لیکن معاملہ جوں کا توں ہی رہا ..... تھوڑی دیر کے بعد سندر اپنے گھر روا ہو گئی۔ پورچ میں گاڑی کھڑی کر کے وہ سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی۔ کہ ملاز نے فوراً اسے کہا کہ صاحب بلا رہے ہیں۔

جی ابو .....

وہ ٹوٹی پھوٹی سی کتابیں وہیں ایک میز پر رکھے رئیس احمد کے کمرے میں چلا دی۔

دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا ..... نہ جانے تصاویر دیکھ کر اس کا باپ اندازہ لگائے گا۔ شرم و ندامت سے اس کی آنکھیں نہیں اٹھ رہی تھیں۔ لیکن بابر کو وہاں شرافت کا لبادہ اوڑھے دیکھ کر حیران بھی ہوئی ..... وہ وہاں سفید پاجا کھلے کرتے اور سر پر ٹوپی پہنے بڑا شریف زادہ بنا بیٹھا تھا۔ سندر کو دیکھ کر اٹھ لگا۔

اچھا ماموں جان اجازت .....

وہ فوراً" اٹھ گیا۔

ارے بیٹھئے اور بیٹا ..... وقت تو کوئی خاص نہیں ہوا۔

نہیں ماموں جان نماز کا وقت ہو رہا ہے .....

وہ بڑی صفائی سے بولا۔

ہاں ہاں ..... یہ ٹھیک ہے ..... بیٹا جاؤ .....

شکریہ۔

اور وہ فوراً کمرے سے نکل گیا۔

بہت بدل لیا ہے بابر نے اپنے آپ کو ..... اب تو پانچ وقت نماز بھی پڑھتا ہے ..... اچھائی کی طرف جا رہا ہے ..... رئیس احمد بابر کی زبردست تعریف کر رہے تھے ..... اور سندر حسرت زدہ سی دیکھ رہی تھی کہ کس طرح اس نے ابو کو بیوقوف بنایا ہے۔

باپ کی بات سن کر صرف اس نے خاموشی کو بہتر سمجھا۔

ابو آپ کیا کہنا چاہ رہے تھے۔

سندر نے یاد دلایا۔

ارے ہاں ..... آج ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔

رئیس احمد ایک دم بولے۔

کونسا واقعہ ابو۔

سندر حیرانی سے آگے کی طرف جھکی۔

آج آفس میں ایک عورت آئی میرے پاس۔

رئیس احمد نے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رگڑتے ہوئے علیحدہ کیا۔

عورت ..... آپ کے آفس۔

وہ عجیب قسم کے تاثرات میں گھو گئی۔

ہاں بیٹی

ایک عورت میرے آفس آئی۔ اور اپنے آپ کو شہباز کی بیوی ظاہر کرنے لگی۔

چند لمحے سندر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ زمین

www.pdfbooksfree.pk

آسمان گھومتے محسوس ہوئے...... سر چکرا سا گیا اور وہ گرتے گرتے بچی۔ اگر لپ
کر رئیس احمد تھام نہ لیتے تو یقیناً وہ فرش پر بری طرح گرتی اور زخمی ہو جا
......

سندر بیٹی--------

وہ سندر کو ہلاتے ہوئے بولے۔

رحیمو--------- بانو ------ اماں رحمت----

بے کلی اور اضطرابیت میں وہ ملازمین کو پکارنے لگے----

رحیمو اور اماں رحمت بانو کے ساتھ ہانپتے ہوئے داخل ہوئے......

اماں رحمت--------- یہ سندر کو کیا ہو گیا---- دیکھو نا---- وہ ا
رحمت کو پکارتے بولے----

میری بچی--------

شدید بڑھاپے کے عالم میں اماں رحمت اب اس دکھ کی متحمل نہیں ہو
تھیں۔ لیکن پھر بھی بڑی محبت اور شفقت سے انہوں نے سندر کو سینے کے س
لگا لیا۔

تمہیں کیا ہوا...... میری زندگی......

اماں رحمت نے سندر کی پیشانی چوم لی---- اور رئیس احمد نے ڈا
فاروقی کو فون کر دیا۔

ڈاکٹر فاروقی نے سندر کو چیک کیا......

ثروت جہاں اور فریال بھی موجود تھیں......

کوئی خطرناک بات تو نہیں ڈاکٹر۔

رئیس احمد پریشان لہجے میں بولے۔

نہیں سیٹھ صاحب---- ایسی بات نہیں...... دراصل کوئی زبردست ش
محسوس کیا ہے سندر بیٹی نے۔

شاک......

وہ جانتے ہوئے بھی حیران کن انداز میں بولے۔

جی ہاں-------- کوئی ذہنی صدمہ پہنچا ہے۔

وہ گہری سوچ میں اتر گئے---- واقعی اس بات کو سننے کے بعد سندر کی
ایسی حالت ہوئی ہے---- کیا سندر شہباز کو پسند تو نہیں کرتی---- کہیں بابر
اپنا راستہ صاف کرنے کے لئے جھوٹ تو نہیں بول رہا۔

نہ جانے وہ کھڑے کھڑے کیا سوچتے رہے۔ حالات اور واقعات کی کڑیاں
باہم مل سی گئیں تھیں۔ وہ عجیب الجھن میں گرفتار ہو چکے تھے۔ سندر کو اس بات
سے اس قدر صدمہ---- بہت دیر تک سندر کے پاس بیٹھے رہے۔

ثروت جہاں اور فریال تو اس وقت ہی اٹھ کر جا چکی تھیں بابر کو علم
تھا---- لیکن وہ سندر کے کمرے میں قصداً نہیں آیا۔

اسے معلوم تھا کہ شاید سندر اسے دیکھ کر سیخ پا ہو بھی سکتی ہے۔ اسی سوچ
کے تحت اس نے ماں کے کمرے میں جا کر پوچھا۔

سندر کیسی ہے۔

ٹھیک ہے...... خود ہی آگ لگا کر پوچھتے ہو نشیمن پر کیا گزری۔

ثروت جہاں نے لیٹتے لیٹتے کہا۔ وہ بیٹے کے اس قسم کے لچر رویے پر خائف
تھیں۔ وہ ٹھوک بجا کر سیدھی بات کرنے کی عادی تھیں۔ بائیے آپ سمجھتی کیوں
نہیں-------- رئیس ماموں کے دل میں نفرت ہوگی تو شہباز کو چھوڑیں گے۔

تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے۔ وہ خود سرضدی بیٹی کا باپ ہے۔

اگر وہ ہی نہ مانی تو--------

ثروت جہاں نے زور دے کر کہا۔

ہوں یہ تو ہے......

تمہیں رئیس احمد سے زیادہ سندر کے دل میں گھر کرنا چاہئے۔

www.pdfbooksfree.pk

ثروت جہاں نے حقیقت بیان کر دی۔

یہ نہیں ہو سکتا------- سندر مجھے بالکل پسند نہیں کرتی۔

بابر مایوس کن انداز میں بولا۔

خیر..... دیکھا جائیگا..... اب اور کوئی حماقت نہ کرنا۔ ثروت جہاں سخت انداز میں بولی---

ٹھیک ہے۔

وہ کمرے سے نکل گیا۔

صبح سندر کی طبیعت قدرے بحال ہوئی۔ لیکن بخار نے آ دبوچا..... ادھر کالج میں نجمہ کو علم ہوا کہ بوجہ بیماری سندر کالج نہیں آئی تو وہ شہباز کے ساتھ اسے دیکھنے چلی آئی۔

اس وقت سب لوگ ہی سندر کے کمرے میں گپ شپ میں مصروف تھے۔ فریال اور ثروت جہاں بھی موجود تھیں نجمہ اور شہباز داخل ہوئے۔

آداب ..... دونوں بہن بھائی نے اجتماعی طور سے سب کو مودب سلام کیا۔

رئیس احمد حسب عادت مسکرا دیئے۔

آؤ بیٹی ..... شہباز بیٹھو--------

وہ بڑی خوش اخلاقی سے بولے-----

نجمہ تو سندر کے قریب چلی گئی۔ اور شہباز رئیس احمد کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

سندر کیا ہو گیا ہے تمہیں----

نجمہ نے بڑی محبت سے سندر کا ہاتھ تھام لیا۔

نجمہ------

سندر رو دی----

ارے---- تم کیوں اس قدر پریشان ہو----- خدا شفا دے گا۔

نجمہ نے ڈھارس بندھائی۔

نہیں نجمہ ..... بہت بڑی بات ہے۔

وہ سسکی کے درمیان بولی۔

بیٹی---- کوئی بڑی بات نہیں------ ہو سکتا ہے غلط ہو----- رئیس احمد نے ندامت بھرے انداز میں سندر کے تسلی دی۔ کونسی بات چچا جان۔

نجمہ چونک گئی۔

کچھ بھی نہیں بیٹا۔

رئیس احمد بات ٹال گئے------ لیکن اس سے سندر کے احساسات کو ٹھیس کیوں پہنچی ہے----

وہ سمجھدار تھے-------- وہ سب جان گئے تھے کہ سندر اور شہباز آپس میں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

اگر آج بات کھل کر سامنے آجائے تو۔

وہ سوچنے کے لئے مجبور ہو گئے۔

آپ کیا سوچ رہے ہیں چچا جان----- کوئی تشویش ناک بات ہے تو بتایئے میں آپ کا دکھ بانٹ لوں گا۔

وہ بڑے دلگداز انداز میں رئیس احمد کے قریب ہو گیا۔

رئیس احمد بے حد اداس ہو گئے۔

کوئی قلشن ..... آپ بتائیں تو سہی۔

شہباز نے کہا۔

آج میرے آفس ایک عورت آئی تھی---

وہ چند ثانئے رک گئے۔

پھر-----

شہباز ہمہ تن گوش ہو گیا۔

وہ اپنے آپ کو تمہاری بیوی بتا رہی تھیں----- بلکہ نکاح نامہ بھی تھا

www.pdfbooksfree.pk

اس کے پاس رئیس احمد ایک ہی سانس میں کہہ گئے۔

جی---------- یہ سازش ہے میرے خلاف---- اور وہ بھی پر
جانتا ہوں ..... یہ بھونڈا مذاق کس نے کیا۔ ہے

شہباز جوش جذبات میں کھڑا ہو گیا۔

نجمہ نے آنکھیں پھاڑے بھائی کو دیکھا-------- سندر ساکن پڑی تھی
سندر کی حالت شہباز سے دیکھی نہ جا رہی تھی۔ لیکن اس گھما گھمی میں وہ اسے
دلاسا بھی نہیں دے سکتا۔ اس سے بات نہ کر سکتا تھا کس نے کیا ہے یہ گھ
مذاق؟----

رئیس احمد جاننا چاہتے تھے۔

یہ سب کیا دھرا بابر کا ہے۔ وہ میری ناموس کو خاک میں ملانا چاہتا ہے۔

شہباز کھڑا ہو گیا۔

گریبان میں منہ ڈال کر بات کرو شہباز.....

اندر آتے بابر نے کہا۔

چلو اپنے کمرے میں----- میں یہاں اکھاڑا نہیں بنانا چاہتا۔

وہ بابر کو باہر نکالنا چاہتے تھے..... لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا
اس سے دوٹوک بات کر کے رہوں گا۔

بابر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

شہباز دیکھ رہا تھا کہ بابر اس کے قریب آرہا تھا۔

بھیا-----

نجمہ بھائی کے سامنے آگئی۔

تم بے شک اوچھے ہتھیاروں پر اترو ..... بات وہی ہوگی جو میں چاہوں
.....

شہباز بڑے مطمئن انداز میں بولا۔

تم کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو۔

بابر نے کہا۔

معاملہ بڑھتا جا رہا تھا ..... رئیس احمد اور ثروت جہاں نے بیچ بچاؤ کروا
دیا..... ورنہ بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی۔

لیکن شہباز نے اپنی بہت توہین محسوس کی ..... وہ یک بارگی پلٹا نجمہ
چلو----

جی------ نجمہ حیران رہ گئی----- ابھی تو سندر سے کوئی بات بھی نہ
ہوئی تھی۔

اچھا سندر ہم پھر آئیں گے۔

سندر نے نظروں ہی نظروں میں خدا حافظ کہا..... اور مسکرا دی----

رئیس احمد عجیب الجھن میں گرفتار تھے۔ کیا کریں۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ
سندر کی نسبت کس سے کریں----- بابر جواب نیک اطوار بن چکا تھا۔ اسے
سندر پسند نہیں کرتی..... بابر سندر کی کہیں اور نسبت ہوتے دیکھ کر قیامت بپا کر
دے گا---- گو شہباز اچھا سلجھا ہوا نوجوان ہے ..... لیکن بابر کے مقابلے میں
اسے اہمیت نہیں مل سکتی۔ ثروت میری بہن ..... وہ کیا سوچے گی۔ محبت کے
تقاضے یوں پورے نہیں ہوتے۔ وہ بہن کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ بابر کی
حرکات سے وہ خائف بھی تھے۔ کیا کریں۔ وہ ہاں اور ناں کی اذیت ناک کیفیت
میں مبتلا تھے۔ ادھر سندر کی کیفیت بابر کی ناپسندیدگی کو ظاہر کر رہی تھی۔

تمام شب انہوں نے بڑے کرب میں گذاری۔ وہ مجبور ولاچار اپنے بستر پر
لیٹے یوں تڑپ رہے تھے جیسے کانٹوں کے بستر پر دراز ہوں .....

صبح موزن کی آواز پر وہ اٹھے اور نماز کے لئے خدا کے حضور جھک گئے۔

فارغ ہو کر لان میں اتر آئے جب عالم بقعہ نور تھا۔ یاد صبا کی جاودانہ ادا
تھی

www.pdfbooksfree.pk

گلبن جھوم رہے تھے..... باغ کی فضا یوں تھی۔ جیسے جلوہ ایمن ہو۔ وہ

ایک دم چونک گئے..... سامنے ملول و اداس سندر سنگ مرمر کے خوبصورت بنچ پر بیٹھی تھی۔

سندر بیٹی .....

وہ قریب چلے گئے۔

ابو------

وہ ایک دم کھڑی ہو گئی---- چہرے پر حزن و ملال کے گہرے سائے رقص مکاں تھے۔ طبیعت کیسی ہے بیٹی۔

رئیس احمد سندر کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

ٹھیک ہوں ابو۔

وہ یونہی سادگی سے متبسم ہوئی۔ لیکن اس تبسم میں نہ جانے کتنا دکھ تھا جو وہ سمیٹے ہوئے تھی۔

تم ٹھیک نہیں ہو بیٹی------- تمہاری صورت سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم بیمار ہو -------- بیٹھو------

وہ سندر کو واپس بٹھاتے ہوئے بولے۔

اور اس بیماری کی وجہ وہی ہے.....

اچانک بابر نے آکر بات ٹوک دی۔

کون-----

رئیس احمد نے کچھ نہ جانتے ہوئے چونکتے ہوئے کہا۔

شہباز اور کون----

بابر اور قریب آگیا۔

لیکن سندر صرف اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

خاموش ہو جاؤ بابر----- میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔

وہ بڑے دکھ سے بولے۔

میں نے اسے ہیپی کلب میں سے نکلتے دیکھا ہے۔

کیا کہہ رہے ہو تم۔

رئیس احمد بری طرح شکستہ شکستہ احساس کے ساتھ متزلزل ہو گئے۔

جی ہاں ..... اور اکثر ہیپی گرل کے ساتھ اسے دیکھا ہے۔

بابر..... خاموش ہو جاؤ..... سب جھوٹ ہے.....

یہ سب جھوٹ ہے ..... وہ نحیف سی واپس بیٹھ گئی۔

یہ سب جھوٹ ہے ----------

سندر نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

ٹھیک ہے سندر------ وہ آوارہ ہے------ اگر کہو تو میں وہ ہیپی گرل پیش کر سکتا ہوں------

بابر نے پراعتماد انداز میں کہا۔

ہاں بیٹی ..... ٹھیک ہو گا ..... لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ..... چلو------ میری بچی----- وہ سندر کو اپنے بازوؤں کے حصار میں اس کے کمرے میں لے گئے۔

کیا شہباز ایسا ہے..... اسے یقین کیوں نہیں آتا .....

یہی سوچ کے تحت اس نے تکیے سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

دوسری طرف بہت دن گزر جانے کے بعد شہباز نے ٹیلی فون کے ذریعے سندر سے رابطہ استوار کرنا چاہا..... کیونکہ وہ کالج نہیں جا رہی تھی ..... بڑی مجبوری اور دل کے پرزور اصرار کے بعد وہ سندر کو ٹیلی فون کرنے بازار چل دیا۔

ہیلو ..... ہیلو..... سندر------

جی ہاں--------- شہباز------ میں سندر ہوں------ کہاں ہیں آپ وہ بڑے مضطرب انداز میں بولی۔

یہ سب کیا ہو رہا ہے سندر .....

www.pdfbooksfree.pk

شہباز بھی عالم پریشانی میں بولا۔

ضرور کوئی سازش ہے جو ہمارے خلاف کی جا رہی ہے۔

سندر نے کہا۔

میں کل چچا جان کے آفس گیا ..... لیکن انہوں نے اچھی طرح بات ہی نہیں کی۔ وہ ٹوٹے دل سے بولا۔

کیسے بات کرتے ..... اچھی طرح انہیں بہکایا گیا ہے۔

ہاں سندر ..... تمہیں مجھ سے جدا کرنے کی سازش ہے ..... لیکن میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا ..... تمہاری محبت میرا ایمان ہے.....

وہ سسک اٹھی------- شہباز------- لیکن الفاظ حلق میں اٹک گئے ..... وہ بری طرح سسک اٹھی.....

کیا کر رہی ہو------- تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

شہباز نے ایک دم ٹیلی فون رکھ دیا ..... اور پلٹ آیا۔

سیدھا رئیس احمد کے آفس پہنچ گیا۔

آداب۔

شہباز نے آفس میں قدم رکھتے بڑے مودب انداز میں کہا۔

ہوں------ کیسے آئے ہو-----

وہ اس کی طرف گہری نظروں سے گھورتے ہوئے بولے۔

میں غلط فہمیاں دور کرنا چاہتا ہوں۔

شہباز نے کہا۔

کونسی------ غلط فہمی ..... اس عورت والی یا ہیبی گرل ..... یا دونوں ہی ..... یکے بعد دیگرے مجھ سے تمہارے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہیں------ میری بیٹی تمہیں پسند کرتی ہے ..... لیکن میں اسے زندہ آگ میں نہیں پھینکوں گا۔

یہ سب جھوٹ ہے------ میں کسی عورت کو نہیں جانتا۔

لاکھ شہباز نے اپنی پاک دامنی کا ثبوت پیش کرنا ..... لیکن رئیس احمد بالکل ٹس سے مس نہ ہوئے..... لیکن وہ پھر بھی دائرہ اخلاق میں رہا۔ حالانکہ ان کا مشفق رویہ بدل چکا تھا۔ وہ پہلے جیسے مشفق ملنسار اور محبت کرنے والے شفیق باپ نہیں لگ رہے تھے۔

وہ ٹھکرایا ہوا گھر لوٹ آیا۔

شہباز بیٹے ماں نے اسے دیکھا ..... وہ لٹا لٹا سا کمرے میں داخل ہوا------ جیسے جواری اپنا سب کچھ لٹا دے اور تہی دامن چلا جائے۔

بیٹا ..... کیا بات ہے..... تمہارے چہرے پر اداسی۔

ماں اس کے ساتھ ہی کمرے میں آگئی۔

کچھ نہیں امی ..... کچھ بھی تو نہیں .....

وہ ماں کے سامنے مسکرایا۔

کچھ ہے بیٹے ..... بلا وجہ تمہارے چہرے پر اداسی نہیں ہے۔

ماں نے محبت سے شہباز کے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بستر پر لیٹ گیا۔

چائے لاؤں تمہارے لئے۔

رہنے دیجئے امی.....

وہ ماں کو تسلی دینے کے لئے مسکرایا۔

لاتی ہوں ..... طبیعت کی تھکان دور ہو جائے گی۔

سکینہ بیگم کمرے سے نکل گئیں۔

اور وہ خیالات میں غوطہ زن ہو گیا--- یہ سارا چکر بابر کا چلایا ہوا ہے------ چچا رئیس اتنی جلدی بدلنے والے نہیں تھے------ نہ جانے کس قدر کان بھرے ہیں ان کے۔ سوچتے سوچتے اس کا ذہن شل ہو گیا------ دماغ

www.pdfbooksfree.pk

کی رگیں پھٹنے کی حد تک کھینچ سی گئیں ..... وہ اپنے آپ کو سندر کے بغیر اپنی زیست میں بے یارو مدد گار محسوس کر رہا تھا۔ محبت کے تقاضے یوں پورے نہیں ہوتے ..... مین منالوں گا ان کو ..... مین بے گناہ ہوں ..... میں بے گناہ ہوں----------

لو بیٹا چائے پیو۔

ماں نے کپ اس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

وہ خاموش کسی مشینی آلے کی طرح چائے پینے لگا ..... سکینہ بیگم حیران سی اسے تکتے کمرے سے چلی گئیں۔

لیکن شہباز کا سکون و قرار چھن چکا تھا۔

یا الٰہی رئیس احمد کی غلط فہمی کیسے دور کروں-------- وہ مضطرب سا لیٹ گیا ..... ہر چیز اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ سندر سے دوری جیسے اس کی روح کسی نے قبض کر لی ہو ..... وہ زندگی موت کی کشمکش میں مبتلا ہو ..... سارا سارا دن کمرے میں پڑا رہتا----- ماں کھانا لے آتی یا بہن تو کھا لیتا------ ورنہ اسے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے ..... نجمہ سے تھوڑی بہت معلومات مل تو جاتی ..... اگر اس نے سندر سے ملنے کی کوشش کی تو عین وقت پر بابر شریف زادہ بنا فریال کے ساتھ سندر کو لینے پہنچ جاتا۔ وہ دور گھنے درخت کے سائے میں سندر کو صرف دیکھ کر رہ گیا۔ ایک مرتبہ سندر سے نگاہیں چار بھی ہوئیں۔ لیکن وہ بابر کے سامنے لا تعلقی کا مظاہرہ کرتی گاڑی میں بیٹھ گئی اور وہ دل مسوس کر لوٹ آتا۔ آج کئی روز ہو گئے تھے۔ وہ اپنے گناہوں کی تلافی چاہتا تھا..... وہ ناکردہ گناہ جو اس سے سرزد ہوئے ہوں گے۔ وہ بستر پر کروٹ بدل کر رہ گیا۔

بیٹا ..... باہر آجاؤ.....

ماں نے بڑی محبت سے پکارا۔

آ رہا ہوں امی جان۔

وہ باہر آتا بولا۔

یہاں بیٹھو نا میرے بچے ..... میں تمہارے دکھ کو بانٹنا چاہتی ہوں۔

آخر کیا بات ہے------- بتاؤ گے نہیں۔

ماں نے شدید محبت سے شہباز کے الجھے بالوں کو سنوارہ۔

آپ کو بتایا تو تھا کہ سندر شدید قسم کی غلط فہمی کا شکار ہے۔ بلکہ اسے کر دیا گیا ہے۔ شہباز آخری فقرے پر زور دے کر بولا۔

اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں بیٹا----- تم سندر سے براہ راست بات کرلو..... سکینہ بیگم سادگی سے گویا ہوئیں۔

امی آپ سمجھتی کیوں نہیں ..... سندر کو سیٹھ رئیس احمد اس سختی سے منع کر دیا ہے کہ وہ میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔

وہ بری طرح جھلا اٹھا۔

اچھا بیٹے حوصلہ کرو---------- کوئی صورت نکل ہی آئے گی-----

سکینہ بیگم دلاسا دینے لگیں۔

لیکن یہ دلاسا اس کے لئے بے معنی تھا۔ وہ پل پل کانٹوں پر لوٹ رہا تھا..... کائنات اسے ڈس رہی تھی ..... وہ اپنے سائے سے خوفزدہ لگنے لگا تھا..... جوں جوں وقت گزرتا جاتا اس کی اضطرابیت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا..... وسوسے اندیشے اس کا جگر چاٹ رہے تھے۔ آج اس کی برداشت نے دم توڑ دیا۔

وہ گھر سے نکلا اور سیدھا رئیس لاج پہنچ گیا۔

اس وقت شام چار کا عمل ہو گا..... رئیس احمد ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ وہ ڈرائنگ روم میں ہی پہنچ گیا۔

آداب۔

بڑی خوش دلی سے شہباز نے سلام کیا۔

www.pdfbooksfree.pk

چونک کر رئیس احمد نے اسے دیکھا۔

تم ......

وہ انتہائی نفرت امیز انداز میں بولے۔

میں اپنے ناکردہ گناہوں کی معذرت چاہتا ہوں۔

وہ لیجاتے ہوئے بولا۔

نہیں شہباز ...... تم نے قریب رہ کر مجھے شدید ضرب لگائی ہے۔

رئیس احمد افسردگی سے بولے۔

لیکن اس ضرب کی ازیت میں سہ رہا ہوں۔...... ایک دم وہ سہم گیا...

وہ ڈرائنگ روم کی طرف آرہی تھی۔ نحیف اور کمزور۔۔۔۔۔۔۔۔

یہاں سے چلے جاؤ شہباز۔۔۔۔۔۔ مجھے تمہاری صورت سے نفرت ہے۔

حقارت سے بولے۔

سندر اندر داخل ہو چکی تھی۔

مگر کس لئے۔۔۔۔۔۔ کس گناہ کی پاداش میں۔۔۔۔۔۔

وہ تڑپ اٹھا۔۔۔۔۔۔۔

تم میری معصوم بیٹی کو بھی کلب گھمانے لے جاتے رہے ہو۔ اپنا کردا

تمہارا مشکوک ہے ...... تمہیں میری عزت کا خیال نہ آیا ۔۔۔۔۔۔ بہتر ہے

تم یہاں سے خاموش نکل جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ دیوانہ ہوگیا۔

سندر اس جھوٹ پر تڑپ اٹھا۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ جھوٹ ہے۔۔۔۔۔۔ جھوٹ ہے ...... سندر ...... ہمیں قسم ہے!

پارسائی کی۔۔۔۔۔۔ بولو۔۔۔۔۔ یہ جھوٹ ہے......

وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھا۔۔۔۔۔ اور سندر کرب ناک حالت

وہاں سے بھاگ آئی ...... باپ کے سامنے اسے حالات و واقعات سے وابستہ

اس کے لئے انتہائی شرم ناک تھا...... وہ لاکھ آزاد ماحول میں پروان چڑھی

لیکن پھر بھی اس کے کردار کی عظمت کے لئے یہ بات بہت کرب ناک تھی۔۔۔۔

وہ اس وقت جس ازیت سے گزر رہی تھی۔ اس کا اندازہ سوائے خدا کے اور

کوئی نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سب من گھڑت پراپگنڈا ان کی محبت

کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ لیکن وہ عورتیں ...... یہ بات اسے بھی کھٹکتی تھی......

اپنے کمرے کی آدھی کھلی کھڑکی سے اس نے دیکھا کہ شہباز بڑی تیز رفتاری سے

موٹر سائیکل پر سوار گیٹ سے نکل رہا تھا۔

لوہا نرم تھا۔۔۔۔۔۔ ہر کاری ضرب کار گر ثابت ہو سکتی تھی۔ ثروت جہاں

کے لئے یہی وقت تھا کہ سندر کو ہمیشہ کے لئے مانگ لیں۔

رئیس ......

وہ ان کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

آیئے۔۔۔۔۔ آپا...... خیریت ہے۔

وہ خوش دلی سے بولے......

ثروت جہاں کو بے وقت آتے دیکھ کر حیران رہ گئے۔

تم سے ملاقات کا وقت تو ملتا نہیں۔۔۔۔۔ تمہیں فرصت ہی نہیں ملتی۔......

بڑی محبت سے شکوا کرنے لگیں۔

وہ مسکرائے۔

بس بزنس ہی ایسا ہے...... کوئی پاٹنر ہو تو وقت مل ہی جائے۔اسی لئے تو کہتی

ہوں۔۔۔۔۔ بابر کو بیٹا بنا لو۔۔

ثروت جہاں ان کے قریب بیٹھ کر بولیں۔

بابر میرا بیٹا ہی ہے...... ویسے بھی اب وہ بری عادت ترک کر چکا ہے۔

رئیس احمد صاف گوئی پر اتر ائے...... وہ کئی دنوں سے دیکھ رہے تھے۔

کہ بابر گھر سے کم نکلتا تھا...... اور اکثر نماز بھی پڑھتا تھا۔

اسی لئے تو کہتی ہوں منگنی ہو جائے...... شادی بے شک کچھ عرصے بعد کر

www.pdfbooksfree.pk

لیں گے۔ ثروت جہاں نے نرم لوہے پر چوٹ لگائی جو کامیاب رہی۔

اور پھر سندر کو سرخ جوڑا پہنا کر بابر سے منسوب کر دیا گیا..... یہ صدمہ اس کے لئے کم نہ تھا ..... وہ بگڑی تقدیر کی سیاہی کو آنسوؤں سے دھو ڈالنا چاہتی تھی ..... سہیلیوں کے جھرمٹ میں وہ لٹی امنگوں کی میت پر نوحہ کناں تھی۔ سرخ جوڑے میں اس کا حسن پھوٹ پھوٹ پڑ رہا تھا۔ نور جہاں صائمہ۔ کوثر تمام ہی موجود تھیں۔ لیکن سوائے نجمہ کے ۔ نور جہاں کو بڑی حیرت ہوئی ..... وہ چونک کر صائمہ کی طرف متوجہ ہوئی

ارے ..... نجمہ کو نہیں بلایا ..... سندر۔

وہ جھک کر سندر کے کان کے قریب منہ کرتے بولی۔

نہیں .....

سندر نے صرف اس پر ہی اکتفا کیا۔

کیوں نہیں بلایا-------

نور جہاں نے کہا----

لیکن صائمہ کے آنکھ کے اشارے سے نور جہاں خاموش ہو گئی ۔ کیونکہ صائمہ جانتی تھی۔ ثروت جہاں نے بلائیں لیں------ اور یاقوت کی انگھوٹھی لاکھ دعاؤں کے ساتھ اس کی انگلی میں پہنا دی۔ ما شاء اللہ------ چشم بد دور------ میری بچی۔ نصیب بلند ہو ------ دشمن زیر ہوں ..... ثروت جہاں نے سندر کی روشن پیشانی کو چوم لیا۔ اس وقت وہ کتنی خوش تھیں ------ ایک عرصے سے جس کی حسرت ان کے دل میں تھی۔ آج اس خواب کی تعبیر دیکھ رہی تھیں۔

آج وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب تھیں۔ ان کا بیٹا جو سندر کے لئے بے چین رہتا تھا..... اسے بھی سکون و قرار حاصل ہو گیا تھا۔

شام تک تقریب رہی------ پھر مہمان جانے لگے۔ ہنگامہ ختم ہو گیا

اپنے کمرے میں آکر سندر نے بھاری لباس تبدیل کر کے سفید پھول دار لباس زیب تن کیا ..... منہ ہاتھ دھو کر سکون سے پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔

وہ آدھی لیٹی اور آدھی بیٹھی تھی۔

اماں.....

اماں رحمت کو دیکھ کر اس نے انگھوٹی اتار لی۔

یہ لو اماں ..... ابو کو دے آؤ----

رے دیکھو------ شگون نیک ہے ..... برا نہ بناؤ بیٹی------ مت

نرم انگلی سے وہ سمجھانے لگیں۔

نہیں اماں ..... تم ابو کو دے آؤ نا

وہ اصرار کرنے لگی۔

بیٹی تم دیوانی تو نہیں ہو گئی ہو ..... تمہاری چیز ہے۔ پہنے رکھو-----

اماں------ میں نہیں پہنوں گی۔ ہرگز نہیں------ یہ بابر کا------ وہ درشت لہجے میں بولی۔

اچھا بیٹی------ اماں رحمت نے سمجھتے ہوئے ہاتھ بڑھایا۔

اماں رحمت نے انگوٹھی پکڑ لی۔ وہ سندر کے جذبات کو جانتی تھی۔ وہ انگوٹھی لئے رئیس احمد کے پاس ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ اس وقت الماری کے قریب کھڑے ہو کر کاغذات کی کانٹ چھانٹ کر رہے تھے۔

آؤ آؤ اماں رحمت ..... خیریت تو ہے۔

وہ اماں رحمت کے چہرے پر تفکرات کی گہری پرچھایاں دیکھ کر لرز گئے۔

یہ انگوٹھی لے لو بیٹا ..... سندر نے لوٹا دی ہے۔

وہ سامنے پر رکھتے بولی۔

کیا ..... وہ بغور انگوٹھی دیکھ کر بولے..... وہ کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ ہاں ..... سندر نے اسے پہننے سے انکار کر دیا ہے..... اسے آپ ہی رکھ لیں۔

www.pdfbooksfree.pk

اماں رحمت نے بات ختم کرنا چاہی۔

سندر کو پسند نہیں ہے کیا.....؟

وہ رضیہ کی قد آدم تصویر دیکھ کر ٹھٹھکے۔

سچی پوچھتے ہو تو سندر اس نسبت سے خوش نہیں ہے۔

اماں رحمت نے نڈر ہو کر کہہ ہی دیا۔

اچھا.....

رضیہ کی بیٹی انہیں جان سے پیاری تھی۔ بابر سے رشتہ ایک ضد کے تح
طے ہوگیا..... کاش شہباز بہتر ہوتا۔ وہ سوچ میں متغرق ہو گئے۔

شہباز بہت اچھا لڑکا تھا..... اور وہ ترقی کی بہت منزلیں طے کر رہا تھا۔ تم نے
بہت جلد بازی سے کام لیا بیٹا۔

اماں رحمت کہہ ہی گئی۔

لیکن اس کا رئیس احمد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آنکھیں پھاڑے اس
وقت رضیہ کی تصویر کو دیکھ رہے تھے۔ جیسے وہ کہہ رہی ہو---- اس قد
مضبوط کردار کے مالک ہو کر بیٹی کے لئے ناپختہ ہو گئے ..... یہ تم نے کیا کیا رئیس
..... میری معصوم بیٹی کا دل توڑ دیا---- وہ چیخ اٹھے ..... چہرا فوراً پھیر لیا۔ اس
کے ساتھ ہی ماضی چاروں جانب سے ان کی آنکھوں کے سامنے تصویر کی طر
رقص کرنے لگا..... ایک ریل تھی جو فلم کی صورت میں چل رہی تھی۔

امرت سر اتنا بڑا نہ سہی لیکن بہت چھوٹا بھی نہ تھا۔ قاسم علی امرت سر
چوٹی کے رئیس اعظم تھے اولاد میں صرف دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا۔ بڑی لڑکی
ثروت جہاں کی شادی لاہور شہر میں ہی کر دی تھی۔ انوار احمد اچھے حلیم اور
انسان تھے۔ درشت گویا عورت سے گذارہ کر رہے تھے۔ چھوٹی بیٹی نصرت جہاں
دہلی میں بیاہ دی تھی۔ وہ شکر کرتے تھے رب العزت کا کہ دونوں بیٹیاں اپنے گھ
کی ہوئیں ایک لڑکا رئیس احمد لاہور میں زیر تعلیم تھا۔ رئیس جوانی و جاہت کا
لاجواب تھا..... قدرت نے حسن مردانیت کے زیور سے پوری طرح آراستہ کیا
تھا۔ وہ لاہور میں اپنی ہی خوبصورت کوٹھی رئیس لاج میں رہائش پزیر تھا۔ رحیمو
اور رحمت جو گھر کے پرانے ملازم تھے۔ اس کے ساتھ تھے۔ رحمت اور رحیمو اس
وقت اس خاندان کا نمک کھا رہے تھے جبکہ رئیس بھی چھ سات برس کے ہوں
گے..... لیکن دونوں نے نمک حلال بھی خوب کیا تھا۔ ساری عمریوں ہی بیتا دی
تھی۔

رئیس صبح کالج چلے جاتے---- رحیمو سبزی ترکاری خریدنے شہر چلا
جاتا---- رحمت نے گھر کو خوبصورت گلشن کی طرح سجا دیا تھا---- اور
خوب صفائی ستھرائی کر دی تھی۔ وہ غلام گردش میں آکر ٹھٹھکے۔

ارے واہ یہ سب رحیمو کے کام ہیں ..... سجا دیا رئیس لاج کو۔ یہ نگوڑا کام
کرے ..... صبح جاوے بازار شام کو آوے..... ارے بیٹا یہ سب تو میں نے کیا
ہے..... یہ صفائی ستھرائی کیا جانے----

اماں رحمت رحیمو کی تعریف پر بلبلا اٹھی.....

اچھا ..... تو یہاں صاحب سے میری چغلیاں لگائے .....

لے سبزی ..... نہ لاؤں تو بھوکی رہ جائے..... پکڑ---- رحیمو نے
سبزی والا تھیلا اماں رحمت کے سامنے پٹخا..... چل چل .....

اماں رحمت کہتی ہوئی تھیلا اٹھائے کچن میں چل دی۔

رئیس احمد ہنستے ہوئے اپنے کمرے میں آگئے۔

ایک دن وہ وقت سے پہلے ہی لوٹ آئے۔

کیوں صاحب جی خیرت ہے نا۔

رحیمو نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

تم لوگ گھر میں احتیاط سے بیٹھا کرو..... ہندو مسلم فسادات بھڑک رہے

www.pdfbooksfree.pk

رئیس احمد اداسی سے بولے۔

انشاء اللہ پاکستان بنے ہی بنے۔

رحیمو اچھل کر بولا۔

اور جو قتل و غارت ہو رہی ہے۔

اماں رحمت. لرز گئیں۔

پھر کیا ہے۔ آزادی ہمیشہ خون کی شمع جلانے سے ملتی ہے۔

رحیمو نے سینہ تان لیا۔

رئیس بیٹے اس سورما کو گولی کے آگے رکھو زرا---------- بڑا شوق ہے اسے خون بہانے کا۔

رحمت نے رحیمو کو ڈانٹا۔

اری رحمت ..... تمہیں کیا علم غلامی کتنی بری چیز ہے۔

رحیمو افسردہ ہو گیا۔

ہاں اماں رحیمو ٹھیک کہتا ہے..... ہم ب تک فرنگی کی غلامی تو کر رہے ہیں ..... خدا ہمارے رہنما جناب قائداعظم اور دیگر سرکردہ رہنماؤں کو حوصلہ اور جذبہ عطا کرے۔

میرا مولا ایسا ہی کرے گا۔

اماں رحمت نے ہاتھ اٹھائے-------

رحیمو کچن میں چلا گیا۔

چند دن بڑی افراتفری سے گزرے۔

پھر ایک دن 14 اگست کو جب یہ خبر سنی کہ ملک تقسیم ہو چکا ہے پاکستان بن چکا ہے تو بس پھر کیا تھا۔ ہندو سکھ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے تھے۔ صدیوں کی پرانی دوستیاں کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ گئیں تھیں۔ ہر طرف انسانوں کا قتل مولی گاجر کی طرح ہو رہا تھا۔ دشمنی زیادہ ہو چکی تھی۔ محبت انس

لوص معدوم ہو چکا تھا۔ بہت دن ظلم و بربریت کا بازار گرم رہا۔ سیٹھ قاسم کے تمام گھر والے قتل کر دیے گئے تھے۔ اماں رحمت تو تھی ہی تنہا ..... لیکن رحیمو کی ماں بھی قتل ہو گئی۔ رئیس احمد بہت پریشان تھے ..... ایک دن بچتا بچاتا سیٹھ قاسم کا خاص آدمی رئیس احمد کے پاس آیا..... اس نے بتایا کہ پردیپ کمار اور اس کے دوست راجندر نے سیٹھ صاحب کو قتل کر دیا۔ کیونکہ پردیپ نے لاکھوں روپے کا قرض سیٹھ صاحب سے لیا ہوا تھا۔ اس کے بعد باقی گھر والوں کو بھی بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا

اور میری بہن نصرت جہاں ..... وہ بلبلا اٹھے--------

ان کا بھی کوئی علم نہیں سرکار..... عطا بخش کی زبانی سن کر وہ زاروقطار رو دیے ..... انہیں کیا معلوم کہ نصرت جہاں بیٹے کی پیدائش پر باپ کے پاس آئی ہوئی تھیں۔ انہیں بھی جب اس ہنگامے کا علم ہوا تو بچے کو لے کر بھاگیں لیکن ظالموں نے پلٹ کر کرپان کا وار کیا ..... بچہ اچھل کر جھاڑیوں میں گرا اور رینگتے ہوئے نکل گئے ..... ایک دو دن کے بعد عطا بخش چلا گیا۔ اور انہوں نے رو رو کر برا حال کر لیا۔

۲۰ اگست کا واقعہ تھا پاکستان بن چکا تھا۔ لاکھوں جانوں کے خون کے چراغ جلائے تو آزادی کا سانس نصیب ہوا..... وہ پریشان افسردہ کمرے میں بیٹھے تھے۔ شام خون کی طرح سرخ تھی..... کائنات سے کے جوانب سے سسکیوں کی آواز آرہی تھی۔ اچانک وہ بری طرح اچھلے ..... نچلی منزل میں کسی نسوانی چیخ کی آواز آئی تھی۔ وہ چیخ کے درد میں تھرا گئے۔

رحیمو اور اماں رحمت نے سہم کی سانس روک لی۔..... نچلی منزل کا دروزہ بھی زور سے کھٹکا تھا۔

یا الٰہی رحم کر.....

اماں رحمت کانپ اٹھی.....

www.pdfbooksfree.pk

کچھ نہیں ہوا ..... خوامخواہ ڈرتی رہتی ہے۔

رحیمو نے اسے ڈانٹا۔

رئیس احمد نے ریوالور اٹھایا اور زینے کی طرف بڑھے۔

ارے بیٹے مت جاؤ نیچے..... زینے کی کنڈی لگا لو۔

اماں رحمت لرز سی گئی۔

نہیں اماں ..... چیخ سے معلوم ہو رہا ہے کہ کسی پر ظلم ہوا ہے..... آج بہت دن ہو گئے ہیں پاکستان بنے ہندو سکھ نہیں ہو سکتے۔

وہ دل کڑا کر کے بولے۔

پھر بھی بیٹا احتیاط سے۔

اماں نے کہا۔

میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔

رحیمو اٹھا۔

وہ آگے آگے تھے اور رحیمو ان کی پیچھے تھا--- بجلی جا چکی تھی--- کون ہو تم

تاریکی میں ایک سایہ متحرک تھا۔

لیکن آواز نہیں آئی میں کہتا ہوں کون ہو-------

وہ گرجے اور ریوالور کی نالی اس کی طرف کر دی ..... لیکن سایہ ایک طرف ہو گیا.....

رحیمو پلٹا اور ٹارچ لے آیا..... اوپر اماں سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ اب بول ..... تو کون ہے۔

رحیمو نے ٹارچ کی روشنی سائے پر ڈالی۔

سیاہ چادر سے صرف چمکیلی دو آنکھیں روشن تھیں۔

رئیس احمد نے ریوالور کی نالی اس کی کنپٹی پر رکھی۔

سایہ سسک اٹھا۔

تم عورت ہو .....

رئیس احمد نے ریوالور ہٹا لیا۔ اور سسکی سے اندازہ لگایا۔

مجھے جان سے مار دو ..... چلاؤ گولی..... لیکن اپنی عزت سے کھیلنے نہیں دوں گی۔

وہ گڑگڑا اٹھی۔

تم اس وقت میرے گھر میں ہو ..... تمہاری عزت کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے.....

وہ بڑی بردباری سے بولے۔ عورت کی آواز میں سچائی کا عنصر شامل تھا۔

تنہا ہو----

رئیس احمد نے کہا۔

ہاں بالکل تنہا ..... میرا اس جہاں میں کوئی نہیں ..... صرف ایک بھائی تھا وہ دو ماہ سے مدراس میں ہے ..... اب معلوم نہیں اس کا کیا بنا۔

وہ بھائی کے نام کے ساتھ ہی سسک سسک کر روتی رہی.....

وہ لمحے کے لئے خاموش ہو گئے..... لیکن بے یقینی کے گرداب میں بھی ڈوب ابھر رہے تھے۔ رئیس بابو ..... ابھی اس پر اعتبار نہ کریں..... کچھ نظر نہیں آتا۔ صبح دیکھیں گے۔

ہاں بیٹا ..... نیچے کمرے میں بستر لگا دوں گی..... آجکل کوئی اعتبار نہیں۔

نصف سیڑھیوں سے اماں رحمت بولی۔

ٹھیک ہے اسے یہاں بند رکھو--------

وہ پلٹے---

نہیں نہیں ..... میں تنہا نہیں رہوں گی ..... مجھے ڈر لگتا ہے ..... اندھیرا ہے مجھے اس تاریک رات سے خوف آتا ہے ..... مجھے اپنے ساتھ لے چلو .....

www.pdfbooksfree.pk

وہ رئیس احمد کے قدموں پر جھکی۔

کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

رئیس احمد نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیا ..... وہ چادر میں چہرا چھپائے روتی رہی ..... اس کی دردناک سسکیاں تاریک فضا میں ارتعاش سا پیدا کرتی رہیں۔

اچھا ..... آجاؤ میرے ساتھ.....

بیٹا ہوش سے کام لو ..... کوئی چکر نہ چلا دے یہ ..... مجھے تو یقین نہیں آتا..... اماں رحمت اکڑ گئی۔

یقین کریں ..... میں ایسی ویسی نہیں ہوں۔۔۔۔ صرف تقدیر نے یہ دن دکھایا ہے۔ وہ رحم طلب انداز میں بولی۔

چلو رئیس بابو اوپر لے آئیں ..... میں اس کی نگرانی کروں گا۔

رحیمو نے دل کڑا کر کے کہا۔

اے واہ ..... تو کیا نگرانی کرے گا ..... چوہا دیکھ کر تو چارپائی سے نیچے نہیں اترتا۔

اماں رحمت نے کہا۔

ٹھیک ہے ..... اماں اسے اوپر لے آؤ.....

رئیس احمد زینہ چڑھتے ہوئے بولے۔ ان کے ساتھ رحیمو بھی ٹارچ چڑھا۔ تو تو نیچے آ خبیث.....

اماں رحمت خوفزدہ سی ہو گئی۔

اماں ڈرو نہیں ..... میں انساں ہوں ..... کوئی بھوت پریت تو نہیں۔ پشت کی طرف سے لڑکی نے کہا۔

ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

اماں نے پلٹ کر کہا۔

اسے آگے کرو ..... بس اماں رحمت اتنا لازم و مظلوم ہو گیا تھا کہ بچے بڑھے جوان سبھی کہتے تھے۔

چل رہی آگے۔

اماں رحمت نے کہا۔

وہ چادر میں لپٹی ہوئی آگے زینہ چڑھنے لگی۔

لو بھئی لڑکی تم صبح تک اس کمرے میں رہو ..... وہ سامنے تمہارا کھانا پڑا ہے ..... بستر لگا دیا ہے..... ادھر کمرے کے ملحقہ باتھ روم ہے۔ تمہاری ضروریات کی ہر چیز موجود ہے۔

میرا نام شانتی ہے .....

وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

ہیں ..... تم ہندو لڑکی ہو۔ ہندو لڑکی۔۔۔۔۔ رئیس بابو۔۔۔۔۔ وہ چلائی .....

لیکن دوسرے لمحے رحیمو نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

پاگل ہے کیا ..... لوگوں کو سنا رہی ہے ..... تاکہ ہنگامہ ہو جائے۔

رحیمو نے اسے سمجھایا۔

ہاں یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو۔

اماں رحمت نے شرمسار ہو کر کہا۔

شانتی بری طرح سہمی ہوئی تھی۔۔۔۔

لیکن رئیس احمد سو چکے تھے..... دونوں باہر آگئے..... رحیمو نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

تمام رات وہ سو نہ سکی۔

لیکن رحیمو اور اماں رحمت کو نیند کب آتی ..... سکون ان سے کوسوں دور تھا..... خدا خدا کر کے سحر ہوئی صبح نو روز طلوع ہوئی پاکستان کی حسین صبح .....

www.pdfbooksfree.pk

موذن نے آذان دی ...... رئیس احمد نماز کے لئے خدا وند کے حضور جھک گئے......

اماں ......

وہ جانماز سے اٹھتے ہوئے بولے۔

دروازہ کھول دو اس کا ...... خدا کا نام لے لے وہ بھی ......

وہ دروازے کی طرف اشارہ کرتے بولے۔

اے بیٹا وہ کیا لے گی خدا کا نام ......

اماں رحمت ہاتھ کے اشارے سے نفرت کا اظہار کرتے بولی۔

کیوں؟......

وہ حیران رہ گئے ......

اے بیٹا وہ تو مسلمان نہیں ہے۔

رحیمو نے بھی کان کھڑے کئے۔

کیا مطلب ...... عیسائی ہے۔

رئیس احمد بولے ......

نہیں بیٹا' وہ ہندو ہے ہندو ......

اماں رحمت نے بغور رئیس احمد کو دیکھ کر کہا۔

ہندو ہے ...... یہاں کیسے آگئی۔

رئیس احمد ورطہ حیرت میں کھو گئے۔

اب یہ سب کچھ تو اسی سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔

رحمت نے کہا۔

اچھا اماں چائے تو بناؤ...... دیکھا جائے گا...... اور ہاں اسے بھی پوچھ لینا۔

رئیس احمد نیچے لان میں اتر گئے۔

اے توبہ علیحدہ برتن دوں گی ...... [illegible]

رحمت کچن میں چل دی۔

اور رحیمو چپ چاپ دروازہ کھولنے چل دیا۔

دروازہ کھولتے وہ بت کی طرح خاموش ہو گیا۔

وہ سجدے میں پڑی گڑگڑا کر اپنی عزت کی بقا چاہ رہی تھی۔ بلک کر روتے دیکھ کر رحیموں آیا ...... اس کا دل بھی پسیج گیا۔

بیٹی-----

رحیمو نے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

تم------ رحیمو-----

شانتی نے سر اٹھایا۔

حسن لازوال ...... رحیمو نے آج تک نہ دیکھا نہ سنا ...... سیاہ بڑی بڑی آنکھیں جھیل کی طرح گہری۔

وہ اس سحر میں کھو سا گیا۔

ہاں بیٹی ...... تمہیں یہاں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا ...... تم میری بیٹی ہو ......

رحیمو نے شانتی کو محبت سے دیکھا۔

رحمت ...... رحمت ...... ادھر آؤ----- وہ رحمت کو پکارنے لگا۔

آرہی ہوں۔

اماں رحمت چائے کا کپ پکڑے دہلیز پر ہی ٹھٹھکی ......

سولہ سترہ کا سن ...... بالی عمر...... نرم و نازک وجود ...... سہمی ہوئی شانتی حسن میں لاجواب تھی۔ اس کی بڑی بڑی خواب آنکھیں پناہ کی تلاش میں تھیں۔ آجاؤ ...... شانتی بیٹی ہے اپنی ......

رحیمو نے اماں رحمت کا حوصلہ بڑھایا۔

وہ بڑبڑا سی گئی جیسے نیند سے بیدار ہوئی ہو۔

[illegible] چپ چاپ ......

www.pdfbooksfree.pk

اماں رحمت نے گہری نظروں سے اس کے حسن کا مطالعہ کیا .....
بڑی محبت سے شانتی نے کپ تھام لیا۔
اماں ..... وہ رئیس بابو کہاں ہے۔
وہ سہم سی گئی۔
سیر کے لئے گیا ہے بیٹی------ آجائے گا.....
اچھا .....
شانتی ویسے بھی رئیس احمد سے خوفزدہ تھی۔
لو صاحب آ ہی گئے ..... آیئے آیئے ..... رئیس بابو---- رئیس احمد دروازے پر ہی چونکے.....
حسن کی چاندنی سارے کمرے میں پھیل چکی تھی۔ وہ کس قدر سرخ و سپید تھی ..... سیاہ چادر میں لپٹی جیسے چاند گھنگھور سیاہ بادلوں کو چیر کر نمودار ہو ..... بڑی بڑی سیاہ پلکیں اٹھتی جھکتی اور پھر ایک مقام پر ٹھہر جائیں ..... بوٹا سا قد نرم و نازک کومل بدن ..... سیاہ ساڑھی میں لپٹا ہوا ..... پیروں میں سادہ سی چپل-----
وہ قدرت کے اس حسین شاہکار کو دیکھ کر حیرت میں کھو گئے۔
وہ رئیس احمد کو دیکھ کر بری طرح خوفزدہ ہو گئی ..... اور سہم کر چارپائی کے دوسری طرف چلی گئی۔
ارے بیٹی ڈرو نہیں ..... تمہیں کوئی کچھ نہیں کہتا------
اماں رحمت اور رحیمو نے ایک ساتھ اسے تسلی دی۔
ہاں ہاں ..... میں شریف آدمی ہوں ..... تمہیں خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں----
ویسے بیٹا لڑکی اچھی ہے ..... اس کی مدد ہی کرنا .....
اماں رحمت اٹھتے ہوئے بولی۔

رحیمو بھی اٹھ گیا۔
آپ لوگ کہاں چلے .....
بہت کام ہے ..... شہر میں تو ابھی کوئی چیز نہیں مل رہی ..... دوپہر کے کھانے پر کچھ بندوبست تو کرنا ہے۔
رئیس احمد نے سرہلایا۔
رحیمو اور اماں رحمت کمرے سے نکل گئے۔
اچھا ..... بھئی ادھر آؤ ..... یہاں سامنے .....
رئیس احمد نے سنجیدگی سے کہا۔
جی-----
وہ ڈری ڈری بولی۔
دیکھو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ..... میں جو کچھ پوچھوں ..... سچ سچ بتانا۔
رئیس احمد اس سے اس کی اصلیت جاننا چاہتے تھے۔
پوچھئے ..... کیا پوچھیں گے آپ ..... میں مجرم ہوں .....
وہ انداز معصومیت سے بولی۔
نہیں تم ایسا مت سوچو ..... دراصل میں محتاط قسم کا انسان ہوں .....
وہ خاموش رہی-----
تم کون ہو-----
میں ایک ہندو لڑکی ہوں----- یہاں اپنی نانی کے پاس آئی تھی-----
تمہارا والدین ------
والدین بچپن میں ہی ایک بیماری سے انتقال کر گئے تھے ..... صرف ایک بھائی تھا وہ بھی یہاں لاہور میں کام کرتا تھا ..... لیکن بھائی بھی کھو گیا اور نانی بھی قتل ہو گئی۔ میں بھاگ کر کئی دنوں سے چھپتی چھپاتی یہاں پہنچ گئی..... اس کے بعد وہ زارو قطار رونے لگی ..... اس کی سسکیاں رئیس احمد کا سینہ چیرنے لگیں

www.pdfbooksfree.pk

.....

تمہارا آبائی وطن------

رئیس احمد بولے---

لاہور ہی ..... یہی میرا آبائی وطن ہے۔

اور کوئی تمہارا عزیز رشتہ دار۔

رئیس احمد نے اس کو دیکھا ..... شدید رونے سے اس کی آنکھیں متورم ہو رہی تھیں اور چہرا گلنار ہو گیا تھا۔ اندرونی کرب سے وہ بہت نحیف لگ رہی تھی۔ میرا کوئی بھی نہیں ..... میں اس بھری دنیا میں تنہا ہوں ..... ایک بھائی تھ ..... وہ ہنگاموں کی نذر ہو گیا ہے .....

وہ خاموش ہو گئے ..... نہ جانے کتنے قیمتی لعل اس دھرتی کو حاصل کرنے کے لئے کھوئے ہیں۔

اب تم کیا چاہتی ہو.....

میرا نام شانتی ہے ..... میں شریف لڑکی ہوں ..... عزت سے جینا چاہتی ہوں اس گھر کی چاردیواری میں تو تمہیں عزت ملے گی ..... باہر کی قسم نہیں کھا ..... وہ بڑے وثوق سے بولے۔

شانتی جان چکی تھی کہ یہ لوگ شریف النفس لوگ ہیں۔ مسلمان ہیں .... دوسروں کی عزت کرنا جانتے ہیں .....

اب تم کیا چاہتی ہو۔

رئیس احمد بولے۔

میں چند دن رہنا چاہتی ہوں..... پھر میں کوئی مزدوری کر لوں گی--- نوکر مل گئی تو نوکری کر لوں گی۔ کچھ نہ بن سکا تو مر جاؤں گی ..... تنہا نہیں رہ سکتی۔ پھر سسک اٹھی .....

صاحب ناشتہ تیار ہے۔

رحیمو نے دروازے پر آکر کہا۔

اچھا .....

وہ بولے------ ایک ہی ملاقات میں وہ پوری طرح ان کے احساس میں بس گئی تھی۔ رحیمو چلا گیا۔

آؤ ناشتہ کریں۔

وہ کھڑے ہوتے اس سے بولے۔

لیکن میں-----

وہ گھگھیاتے ہوئے بولی۔

تمہیں کیا ہے۔ اچھی بھلی تو ہو۔

رئیس احمد اس کے قریب چلے گئے۔

میں ہندو ہوں ..... جیسے کوئی گناہ کا اظہار کر رہی ہو۔ وہ شرمندگی سے بولی۔

پھر کیا ہوا ..... تمہارے مذہب سے نفرت ہے ..... تم سے نہیں .....

وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ کر بولے۔

وہ خاموش ہو گئی.....

او ہو------ برا نہ مان لینا ..... یوں ہی کہہ دیا ..... وہ معذرت خواہی سے بولے۔

آؤ------

وہ شانتی کو لے کر ڈرائنگ ہال کی طرف بڑھ گئے۔

اماں رحمت اور رحیمو نے عجیب نظروں سے رئیس احمد کی طرف دیکھا.....

رئیس بابو------ زرا باہر آیئے۔

رحیمو نے بلایا۔

وہ مسکراتے ہوئے اٹھے اور اماں رحمت کے پاس چلے گئے۔

ارے بیٹا وہ تو ہندو لڑکی ہے ..... تمہیں نہیں معلوم ہمیں اس مذہب سے

www.pdfbooksfree.pk

نفرت ہے۔ کیسے کرے گی ناشتہ ..... میں نے علیحدہ برتن نکال لئے ہیں۔ اماں رحمت شدید نفرت کا اظہار کرتے بولی۔

تم ٹھیک کہتی ہو اماں ..... لیکن اب اس سے نفرت نہیں ہو سکتی ..... چند دن رہے گی تو کوئی مسئلہ حل کریں گے۔

وہ اماں رحمت کی تشفی کرتے ہوئے بولے۔

اچھا بیٹا .....

اماں رحمت محبت سے بولی۔

وہ واپس چلے گئے .....

وہ پلیٹ میں دہی ڈال کر پراٹھا کھا رہی تھی ..... اس کے سامنے مرغ کا بھنا ہوا گوشت پڑا تھا ..... رئیس احمد اکثر بھنا ہوا گوشت ناشتے میں بھی پسند کرتے تھے۔

ارے ..... تم گوشت نہیں کھاؤ گی۔

نہیں ..... وہ سادگی سے بولی۔

کیوں .....

وہ جیسے اصرار پر اتر آئے۔

ہمارے مذہب میں حرام ہے

شانتی نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔

مذہب کو چھوڑو ..... ذرا چکھو تو سہی۔

وہ اس کی پلیٹ میں سالن ڈال کر بولے۔

لو کھاؤ ..... دیکھو کتنا لذیذ ہے۔

رئیس احمد نے کمال اپناہت سے نوالہ بنا کر اس کی طرف بڑھایا۔

جسے شانتی نے منہ میں ڈال لیا۔ وہ رئیس احمد کے شستہ اخلاق سے بڑی متاثر ہوئی تھی .....

پھر بہت دن گذر گئے ..... تقریباً دو ماہ .....

حالات معمول پر آنے لگے تھے ..... شانتی رحیمو اور اماں رحمت سے خاص مانوس ہو چکی تھی۔ ہر کام میں وہ اماں رحمت کی مدد کرتی۔ مذہب کا فرق مٹتا جا رہا تھا۔ کوئی بھی تو اس سے نفرت نہیں کرتا تھا۔ اماں رحمت کو تو سکون ملا تھا۔ اگر طبیعت خراب ہوتی تو وہ سارا کام کرتی..... رئیس احمد کی بھی خدمت گزاری میں کوئی فرق نہ کرتی۔ اماں رحمت .....

رئیس احمد غلام گردش میں آکر پکارے۔

اماں رحمت کو بخار ہے رئیس بابو۔

وہ قریب آکر بولی۔

اور رحیمو .....

وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

وہ ..... وہ سبزی لینے گیا ہے۔

وہ جھنپ سی گئی ..... اکثر رئیس احمد کی آنکھوں سے وہ گھبرا جاتی تھی۔ لیکن وہ رئیس احمد کی شرافت سے اچھی طرح قائل ہو چکی تھی۔ وہ اب اپنے آپ کو اس گھر کا ایک فرد ہی تسلیم کرنے لگتی تھی ..... رئیس احمد بھی دل سے اسے چاہنے لگے تھے لیکن مذہب کی جو دیوار حائل تھی اس کو گرانا بہت دشوار تھا۔ میرے کمرے میں آؤ تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔

وہ جاتے جاتے بولے۔

جی ..... اچھا .....

وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

شانتی بیٹا ..... صاحب کے لئے چائے لے جائیو.....

رحیمو نے پشت سے آواز دی۔

وہ پلٹی .....

www.pdfbooksfree.pk

شانتی نے کپ پکڑ لیا۔

جلدی دے آؤ بیٹا ..... میں کام سے جا رہا ہوں .....

رحیمو جاتے جاتے بولا۔

وہ رئیس احمد کے کمرے کی طرف چل دی۔

رئیس بابو چائے .....

وہ دبیز پردے کو اٹھا کر بولی۔

آؤ آؤ شانتی .....

وہ صوفے کی پشت سے سر کو اٹھا کر بولے۔

وہ اندر چلی گئی۔

بیٹھو .....

رئیس احمد نے اس کے ہاتھ سے کپ پکڑ لیا۔

وہ قالین پر بیٹھنے لگی۔

ارے رے کیا کرتی ہو------ یہاں بیٹھو..... رئیس احمد نے اسے شانوں سے تھام کر اپنے قریب بیٹھا لیا۔

لیکن میں-----

وہ رک سی گئی۔

ہاں ..... تمہاری جگہ یہاں ہے ..... نیچے نہیں .....

رئیس احمد نے بہت ہی محبت سے کہا۔

رئیس بابو ..... میں آپ کے احسانات کا بدلہ چکا بھی سکوں گی کہ نہیں وہ ساری جان سے احسان مندی کے بوجھ تلے دبی جا رہی تھی۔

شانتی بیگم ..... میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ..... شاید تم جہاں کی تھی وہیں آ گئی ہو۔

وہ کھو سے گئے۔

جی .....

ہاں ..... شانتی ..... تمہارے آنے سے تو میں آپنے آپ کو آباد دیکھ رہا ہوں۔ اس گھر میں رونق آ گئی ہے تمہارے ساتھ۔

وہ بڑی محبت سے بولے۔ شانتی ان کے دل میں گھر کر رہی تھی۔ تمہیں آئے تین چار ماہ ہو گئے ہیں---- اس سیاہ ساڑھی میں دل نہیں بھرا تمہارا----

یہ اپناہت سے بولے۔

تو پھر کیا کروں ..... یہی تو ہے .....

وہ بڑی معصومیت سے بولی۔

میرا دل چاہتا ہے تم شلوار قمیص پہنو ..... ساڑھی بھی اچھا لباس ہے ویسے۔

وہ اٹھ کر کپڑوں والی الماری کی طرف بڑھے۔ اور ایک پیکٹ نکال کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

یہ کیا ہے۔ ..... وہ تذبذب کے عالم میں بولی۔

تمہارے لئے ہے۔

وہ بولے۔ اور پیکٹ اس کی گود میں رکھ دیا۔

شانتی نے پیکٹ کھولا ..... دو عدد ساڑھیاں نہایت خوبصورت اور دو عدد شلوار سوٹ بہت ہی دیدہ زیب رنگوں میں۔

یہ میرے لئے ہے۔

وہ سرمئی اور سرخ ساڑھی کو بغور دیکھ کر بولی۔

ہاں سب تمہارے لئے ہے۔

وہ واپس اس کے پاس ہی بیٹھ گئے ..... سیاہ سوٹ میں ملبوس وہ کس قدر مارٹ نظر آ رہے تھے۔

اچانک دونوں کی نظریں ملیں ..... یہ تصادم کتنا جان لیوا تھا۔ کیا دیکھ رہی

www.pdfbooksfree.pk

ہو۔

رئیس احمد نے کہا۔

کچھ نہیں ..... بس ایسے ہی .....

پھر بھی .....

انجانے میں انہوں نے اپنا ہاتھ شانتی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ لیکن شانتی میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔ ایک برق تھی جو رئیس احمد کی رگ و پہ میں سراہت کر گئی۔

تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا۔

رئیس احمد شاید حتمی فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔

کیا سوچنا ہے ..... کوئی ہمدرد غمگسار تو ہے نہیں ..... کہاں جاؤں گی۔ تمہیں کون جانے کو کہہ رہا ہے ..... رہا غمگسار تو میں بھی سب کو کھو چکا ہوں .....

وہ بہت افسردہ ہو گئے۔

باہر بھیڑئے منہ کھولے بیٹھے ہیں .....

رئیس بابو ..... اپنی نوکرانی بنا کے رکھ لیجئے ..... اپنے سے جدا نہ کیجئے .....

وہ رو دی۔ اور اپنا سر رئیس احمد کے شانے پر رکھ دیا۔

شانتی .....

رئیس احمد نے جھک کر اسے اپنے قریب کر لیا ..... اس کا انداز خود سپردگی اس کی بے پناہ محبت کا غماز تھا۔

تم میری ہو ---------- آج سے تم میری محبت و چاہت کی تنہا وارث ہو۔ تمہاری عصمت کی حفاظت میرے اولین فرائض میں شامل ہیں۔

لیکن رئیس بابو ..... میں ----------

وہ پریشان ہو گئی .....

اس کا فکر نہ کرو ..... تم مجھے ہر حال میں عزیز ہو ..... یہ زرا جائداد کے کام سے نبٹ لوں تو ہم ایک ہو جائیں گے -------

سچ رئیس بابو۔

اس کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔

سچ ..... میری جان ..... بس تم خوش رہا کرو ..... دکھوں کے زمانے بیت گئے -----

رئیس بابو.....

ہوں۔

وہ بولے۔

میں مسلمان نہیں ہو سکتی۔

ارے ------ شانتی ------ تم نے تو میرے دل کی بات چھین لی ------ یقین کرو ------- میں عین کہنے ہی والا تھا۔

عالم دیوانگی میں انہوں نے شانتی کو لپٹا لیا۔

آج سے تم رضیہ ہو ..... رضیہ میری رضیہ ..... وہ شدید محبت کا اظہار کرتے ہوئے بولے۔

رضیہ کیا ملی کہ ساری کلفتیں دور ہو گئیں رضیہ کے لئے ایک عالم دین مولوی صاحب کا بندوبست کر دیا گیا ..... تاکہ وہ اسلامی اصولوں میں ڈھل جائے ..... رضیہ ایک ذہین سمجھدار لڑکی تھی ..... بڑی جلدی نماز احکام دین سمجھ گئی ..... پڑھی لکھی تو وہ تھی ہی ..... اس نے بہت جلد قرآن پاک پڑھنا اور سیکھنا شروع کر دیا۔

رضیہ سے شادی وہ اس وقت کرنا چاہتے تھے جب وہ پوری طرح مسلمان ہو جائے۔

وہ اندر چلے گئے۔

www.pdfbooksfree.pk

آداب مولوی صاحب۔

جیتے رہو بیٹا ..... بیٹھو۔۔۔۔۔۔

مولوی صاحب نے سامنے اشارہ کیا۔

مولوی صاحب رضیہ میں اب کوئی دینی کمی تو نہیں رہ گئی۔

وہ بڑی محبت سے رضیہ کو پڑھتے دیکھ رہے تھے۔ نہیں بیٹا ..... اب رضیہ میں کوئی کمی نہیں رہ گئی ..... اب تو نماز بالکل درست ادا کرتی ہے..... اس کے لئے تمہیں مبارک ہو بیٹا..... تم نے بہت عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ خدا کرے اس ملک و قوم میں تم جیسے بیٹے پیدا ہوں .....

مولوی صاحب دعا فرمانے لگے۔

آمین .....

رضیہ شدید انداز میں بولی۔

رئیس احمد اور مولوی صاحب دونوں ہنس دیئے۔

رئیس احمد نے دیکھا وہ قرآن پاک غلاف میں رکھ رہی تھی۔ پڑھ لیا ..... فارغ ہو۔

وہ بولے۔

جی .....

رضیہ نے قرآن پاک کو سینے سے لگا کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

چائے لاؤ اچھی سی .....

وہ سرہلا کر باہر نکل گئی .....

تمہاری ماں کس قدر عظیم ہو گی ..... جس نے تم جیسے بیٹے کو جنم دیا ۔.....

مولودی صاحب تشکر امیز نظریں رئیس احمد کے چہرے پر ڈال کر بولے۔

یہ سب اسی کا کرم ہے مولوی صاحب۔ اسی کی دین ہے۔

رئیس احمد آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے بولے۔

اسی لمحے رضیہ ٹرالی میں چائے لے آئی۔

آپ بنا لیں گے یا میں بنا دوں۔

رضیہ نے رئیس احمد سے کہا۔

نہیں تم بناؤ رضیہ .....

رئیس احمد مسکرائے۔

رضیہ نے ایک کپ بنا کر مولوی صاحب کو دیا ..... دوسرا رئیس احمد کو دے دیا۔ اب جاؤں .....

وہ رئیس احمد سے بولی۔

جاؤ ..... ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔۔۔

وہ کمرے سے نکل گئی۔

وقت تیزی سے گذرتا گیا ..... وہ رئیس لاج کی مکیں بن کر رہ گئی۔ جو محبت اپنائیت اسے وہاں ملی کہیں نہ ملی تھی' اب رئیس احمد کسی موقعہ کی تلاش میں تھے کہ وہ رضیہ سے شادی کر لیں۔ لیکن ثروت جہاں سے پوچھنا بہت ضروری تھا ..... ویسے بھی ملک کے حالات معمول پر آرہے تھے۔ وہ اب گھریلو حالات بھی درست کرنا چاہتے تھے۔ وہ اب درد و کرب سے بھر سے گئے تھے ..... وہ چاہتے تھے کہ حسین ساتھی کے ساتھ حسین و نفیس زندگی گذاریں۔

18

رئیس بابو۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اوپر آخری زینے کے شروع سے بولی۔

وہ زہنہ اترتے اترتے پلٹے۔

دوپہر کے کھانے پر کیا کھائیں گے۔

جو جناب کا جی چاہے۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ شریر انداز میں بولے۔

اور وہ سیڑیاں اترتے ان کے پاس آگئی۔

وہ دنگ رہ گئے ...... سفید سیاہ پرنٹ سوٹ میں بلا کی حسین لگ رہی تھی۔ سیاہ لانبے بال پوری پشت پر پھیلے ہوئے تھے۔ قدرت نے حسن کوٹ کوٹ کر دے دیا تھا۔

پھر بھی ......

وہ بے خودی میں رئیس احمد کے شانے پر بازو رکھتے بولی۔

جو تم کھاؤ گی وہی میں کھا لوں گا۔

وہ محبت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر بولے۔

دہی پھلکیاں بنا لیں...... ناغہ تو ہے گوشت کا ...... وہ اپنی اپنی پسند کے ناطے کہہ بیٹھی......

بالکل بالکل ...... بہت مزا رہے گا...... چاول بھی بن جائیں تو کیا بات ہے۔

اور کچھ ......

وہ بولی

اور ان سب چیزوں میں تمہاری محبت ...... وہ جانتے تھے کہ وہ دہی پھلکیاں پسند کرتی ہے وہ جھکے اور اس کی خوبصورت پیشانی کو چوم۔

شریر ...... کوئی دیکھ لے تو............

وہ شرمائی لجائی ایک دم علیحدہ ہوگئی۔

کوئی فرق نہیں پڑتا ...... تم میری اور میں تمہارا ...... ایک دوسرے کے لئے تو ہیں ہم دونوں۔

ہاں ...... رئیس بابو آپ میرے محسن ہیں ...... نئی زندگی عطا کی ہے آپ نے مجھے ...... نہ جانے کیا ہوتا میرے ساتھ ......

وہ لرز گئی۔

تم میری تھیں اور میرے پاس پہنچ گئیں۔

رئیس احمد نے رضیہ کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔

آپ نے جو مقام مجھے بخشا ہے ...... وہ شاید مجھے اپنوں میں بھی جا کر نہ ملتا۔

دونوں گیٹ تک چلے گئے۔

خدا حافظ۔

رئیس احمد گاڑی میں سوار ہو گئے۔

خدا حافظ۔

وہ پلٹ آئی۔ دھیرے دھیرے ہندوستانی اداب و احترام بھولتی جا رہی تھی۔ نمستے کی جگہ وہ خدا خدا حافظ ہی کہتی۔

اماں ......

وہ اوپر جاتے ہوئے بولی۔

جی بیٹی ...... آجاؤ۔

اماں رحمت نے کہا۔

دوپہر کا کھانا میں بنا لوں گی۔

اچھا بیٹی ...... خدا تمہیں خوش رکھے ...... بڑا ہاتھ بٹایا ہے میرا تم نے پھر کیا ہے اماں ...... تم میری ماں ہی ہو......

رضیہ نے اماں رحمت کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

جگ جگ جیو ...... خوشیاں دیکھو......

پھر دوپہر کا کھانا اس نے خود تیار کیا ...... مٹر پلاؤ دہی پھلکیاں۔ آلو کباب۔ سبزی سلاد اور دانہ پودینہ کی خوش ذائقہ چٹنی۔

اور انار۔

سب نے خوب مزے لے لے کر کھایا ...... رئیس احمد تو اس قدر خوش تھے کہ کوئی [illegible] تھی

www.pdfbooksfree.pk

اماں ..... رضیہ کھانا پکالیتی ہے۔

وہ ہاتھ دھوتے ہوئے بولے۔

ہاں بیٹا ..... بڑے گنوں والی ہے میری بیٹی۔

اماں رحمت محبت سے بولی۔

رحیمو کہاں ہے۔

وہ غلام گردش میں کھڑے ہو گئے۔

آرہا ہے۔

سامنے رحیمو کو دیکھ کر بولی۔

آگیا جناب۔

رئیس احمد کے پاس رکتے ہوئے بولا۔

رحیمو اماں رحمت ..... تم لوگوں سے ایک ضروری مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بڑی راز داری سے بولے۔

کیا بیٹے۔

اماں رحمت حیرت زدہ گویا ہوئی۔

رضیہ کہاں ہے۔

ڈرائنگ روم کی صفائی کر رہی ہے۔

اماں رحمت نے کہا۔

اچھا اماں ..... بات یہ ہے کہ اب رضیہ بھی اسلامی اصولوں کو جان چکی ہے۔ وہ پوری طرح مسلمان ہے نماز کی پابند بھی ہے ..... میں چاہتا ہوں کہ اس سے شادی کرلوں۔

وہ بے دھڑک کہہ گئے۔

واہ بیٹا ..... اس سے اچھی اور کیا بات ہوگی ..... رضیہ سے اچھی بہو مجھے

کہاں ملے گی۔

اماں رحمت اور رحیمو بہت خوش ہوئے۔

لیکن آپا ثروت ..... سے اجازت لینا ضروری ہے۔

وہ کچھ اور اداس ہو گئے۔

ہاں بیٹا..... ان سے اجازت تو بہت ضروری ہے۔

رحمت نے کہا۔

ٹھیک ہے میں آپا ثروت سے بات کرلوں گا۔

وہ گاڑی میں سوار ثروت جہاں کے گھر چل دیئے۔.....

پورچ میں گاڑی روک کر وہ سیدھا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

جہاں ثروت جہاں اور ان کی کوئی ملنے والی محو گفتگو تھیں۔

اداب.....

خاتون نے آنکھیں پھاڑے رئیس احمد کی طرف دیکھا۔

ہاں..... ماشا اللہ میرا بھائی ہے۔

آؤ آؤ رئیس احمد ..... کیسے ہو ..... بہت دنوں کے بعد آئے۔

وہ بھائی سے بہت محبت سے بولیں۔

بس فرصت ہی نہیں ملی۔

وہ صوفے پر بیٹھ گئے۔

وہ خاتون جس کا نام مسز عمیر تھا بڑی گہری نظروں سے رئیس احمد کو دیکھنے لگیں۔

لیکن وہ خاموش بیٹھے رہے نظریں جھکائے۔

اچھا مسز انوار اب اجازت دیجئے۔

مسز عمیر اٹھتے ہوئے بولیں۔

ارے بیٹھئے نا۔

www.pdfbooksfree.pk

ثروت جہاں بھی کھڑی ہو گئیں۔

نہیں آپ بھائی سے بات کریں..... میں پھر آ جاؤ گی.....

وہ بااخلاق انداز میں باہر نکل گئیں۔

اور ثروت جہاں مسکرا کر پلٹ آئیں۔

آپ سے مشورہ کرنا تھا۔

رئیس احمد بولے۔

ہاں کہو خریت تو ہے..... کیا مشورہ--------

وہ سادہ الفاظ میں بولیں۔

جیسا کہ آپ جانتی ہیں کہ سوائے آپکے اب اس بھری دنیا میں ہمارا کوئی نہیں..... جائیداد کے کام سے فراغت ملی ہے تو اب آپ کے پاس چلا آیا ہوں.....

کیا بات ہے۔

وہ چاہت سے بولیں۔

میں چاہتا ہوں کہ شادی کر لوں۔

رئیس احمد سادگی سے بولے۔

بے شک میرے بھائی..... اپنا گھر بناؤ..... ایک بہن کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو گی..... ویسے میں نے تو لڑکی تلاش کی ہوئی ہے--وہ محبت سے بولیں۔

آپ نے۔

وہ چونکے۔

ہاں بھی..... مسز عمیر کی چھوٹی بہن--بہت ہی خوبصورت..... وہ پوری دل لگی سے تعریف کے پل باندھنے لگیں۔

نہیں آپا..... لڑکی کی ضرورت نہیں.....

میں رضیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں وہ گہری نظر سے بہن کو دیکھنے لگے۔

رضیہ ..... وہ ہندو لڑکی..... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا..... وہ ایک دم حسب عادت اچھل پڑیں۔

اب وہ ہندو نہیں..... پوری مسلمان لڑکی ہے آپا..... پانچ وقت نماز ادا کرتی ہے۔

وہ رضیہ کی تعریف میں بولے۔

کرتی ہو گی..... لیکن یہ قوم بڑی دل سے بغض عناد نہیں چھوڑتی..... تمہیں معلوم ہے ہندو مسلم کا کبھی ملاپ نہیں ہو سکتا۔

وہ تقریر بھرے انداز میں بولیں۔

ٹھیک ہے آپا..... آپ مجھے رضیہ سے شادی کی اجازت دے دیں۔

وہ بات کو طول دینا نہیں چاہتے تھے۔

میں تمہاری شادی فیروزہ سے کرنا چاہتی تھی۔

آپ فیروزہ کا فکر نہ کریں..... اس کو مجھ سے بہتر رشتہ مل سکتا ہے۔

لیکن رضیہ کا تو اس بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں۔

باہر جا کے دیکھو ہزاروں لاوارث عورتیں کیمپوں میں بھری پڑی ہیں..... رضیہ کوئی ان سے انوکھی نہیں۔

وہ تو نفرت کے لہجے میں بولیں۔

آپا..... میں رضیہ کے بارے میں اجازت چاہتا ہوں.....

آپ بھی ٹھیک فرماتی ہیں..... اور رضیہ بھی میرے لئے بہتر ثابت ہو گی۔

ہاں بھیا..... تمہاری اگر یہی مرضی ہے تو مجھے انکار نہں..... شادی کر لو اس سے ثروت جہاں جانتی تھیں کہ رئیس احمد ہٹ دھرم ہیں-انکار کر کے اپنی زت گنوانا ہے۔

اور آپا بہت بہت شکریہ..... میں ہمیشہ احسان مند رہوں گا۔

www.pdfbooksfree.pk

جوش مسرت سے اٹھ گئے۔

اچھا خدا تمہیں مبارک کرے۔

یہ بھائی کو دعائیں دینے لگیں۔

اور وہ باہر نکل آئے۔

رضیہ---------- ---

صحن میں قدم رکھتے ہی وہ پکارے۔

وہ مسکراتی ہوئی کچن سے باہر آئی۔

وہ اس کو پکڑ کر ڈرائنگ روم میں لے گئے۔

کیا بات ہے۔

وہ ان کا چہرا افسردہ دیکھ کر بھانپ گئی۔

ضرور آپا ثروت نے انکار کیا ہو گا۔

وہ بھیگی پلکوں کو گرا کر بولی۔

بس یہی سمجھ لو.....

رئیس احمد جھوٹ موٹ افسردہ ہو گئے۔

اب کیا ہو گا.....

وہ نہایت اداس لہجے میں بولی..... کہ آواز اس کے حلق میں اٹک گئی۔

میں تم سے شرمندہ ہوں..... کہ تمہارا ساتھ نہ سے سکا.....

ان کی اداکاری قابل دید تھی۔

رئیس بابو..... اپنے ہاتھوں سے میرا گلا دبا دیجئے..... میں یہاں سے نہ

جانا چاہتی وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔

وہ ایک دم فلک شگاف قہقہ لگاتے رضیہ کی طرف بڑھے اور روتی بسو

رضیہ کو لپٹا لیا۔وہ کسمسائی لجائی لیکن بحر حال ان کی گرفت مضبوط تھی۔وہ

فولادی بازوؤں کے حصار میں سمٹی چلی گئی۔رئیس احمد نے ایک ہاتھ سے اس

وڑی کو اوپر اٹھایا ار اس کی نم دار پلکوں کو چوم لیا۔اور اس کے خوبصورت

ائم ریشمی بالوں پر محبت بھری مہر ثبت کر دی۔اور اسے اپنے ساتھ بیٹھا

یا۔نظریں ملیں..... ان کی نگاہوں میں محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔اس قدر

چھوٹا دل ہے تمہارا۔

وہ یوں اسے لپٹائے ہی بولے۔وہ ان کے ایک بازو کے حصار میں تھی۔

بات ہی ایسی تھی۔

بھلا میں تمہیں کس طرح چھوڑ سکتا ہوں..... تم تو میری زندگی کا ساز

د..... میری رگوں میں گردش کرتا خون.....

رئیس آپ میری کائنات ہیں..... نہ بھی اپناتے تو ساری عمر ان قدموں

سے لگ کر بتا دیتی۔

تمہاری جگہ یہاں نہیں..... میرے دل میں ہے..... اب بہت جلدی ہماری

شادی ہو جائے گی..... آپا مان گئیں ہیں۔

وہ محبت سے اس کے عارضوں پر چپت مار کر بولے۔

پھر رئیس لاج پر پھر سے جوانی آ گئی۔

رضیہ کو دلہن بنا کر رئیس احمد کی سیج پر بٹھایا گیا۔ہر طرف خوشیاں ہی

خوشیاں رقص کناں تھیں۔وہ رضیہ کے اور رضیہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی ہو

گئی۔وہ جو طلاطم خیز زندگی میں ٹھہراؤ چاہتے تھے۔انہیں نصیب ہو گیا تھا۔رضیہ

نے ان کو دائمی مسرت سے آشکار کیا تھا۔

19

صاحب کھانا تیار ہے.....

وہ بری طرح چونک گئے..... ان چند لمحات میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے

www.pdfbooksfree.pk

تھے۔سو رہے تھے کیا۔

رحیمو نے کہا۔

نہیں رحیمو..... بہت دور ماضی میں چلا گیا تھا..... کتنی منازل طے کر کے یہاں تک پہنچا ہوں۔

سندر بیٹی کو کہہ دیا۔

ہاں سرکار..... لیکن انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا ہے۔

کیوں.....

وہ ٹھٹک گئے۔

سندر بیٹی نے کہا ہے کہ بھوک نہیں ہے۔

بھوک نہیں ہے..... وہ اکثر میرے ساتھ کھانے سے گریز کرتی ہے۔

رئیس بابو چھوٹا منہ اور بڑی بات ہو جائے گی..... ویسے سندر بیٹی خو نہیں رہتی۔

رحیمو نے کہہ ہی دیا۔

تم نے اور اماں رحمت نے میرے ساتھ بڑے دکھ دیکھے ہیں..... تمہیں ہے کہ میرے قول و فعل میں مداخلت کرو۔

بیٹا کھانا تیار ہے۔سندر کو بھی زبردستی بٹھا کے آئی ہوں۔

اماں رحمت لاٹھی ٹیکتی قریب آ گئی۔

سندر پہنچی ہے ڈائنگ ہال میں۔

وہ ایک دم بول اٹھے۔

ہاں کیوں نہیں..... آخر ماں ہوں اس کی..... میری بات کیسے نہ مانے گی

اماں رحمت بڑے مان سے بولی۔

رئیس احمد ڈائنگ ہال کی طرف بڑھ گئے۔

آیئے ابو.....

سندر باپ کو دیکھ کر محبت سے بولی۔

کھانا کھائے گا میرا بیٹا۔

وہ بے پناہ محبت سے بیٹی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

جی----------

وہ قریب ہی بیٹھ گئے۔

دونوں باپ بیٹی نے کھانا کھایا.....

بیٹی.....

رئیس احمد نے سندر کو اٹھتے دیکھ کر کہا۔

جی ابو۔

وہ رک گئی۔

ناراض ہو.....

نہیں ابو.....

وہ کمرے سے نکل گئی۔

رئیس احمد گہری سوچ میں اتر گئے.....

یہ میں نے کیا کیا..... کیا شہباز اور سندر ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے..... اور بابر وہ سب کچھ کیا تھا۔کیا واقعی شہباز اچھا آدمی نہیں ہے..... وہ ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھے انہیں سوچوں کو کھنگال رہے تھے کہ اماں رحمت نے سکوت توڑ دیا۔

رئیس بیٹے..... کھانا کھا لیا۔

کھا لیا اماں۔

رات ہو رہی ہے..... آرام کرو..... چائے لے آؤں کمرے میں۔وہ محبت بھری آواز میں بولی۔

ہوں..... وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

www.pdfbooksfree.pk

رحیمو.....

اماں رحمت نے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے کرسی پر بیٹھ کر کہا۔

کیا.....

رحیمو تمام برتن ایک ٹوکری میں ڈال کر بولا۔

میرا خیال ہے سندر بیٹا خوش نہیں ہے۔

خوش کیسے ہوتی..... اچھا بھلا لڑکا تھا شہباز..... اللہ مارے بابر نے ایسا زہر گھولا کہ رئیس میاں دشمن ہو گیا اس کا۔

اماں رحمت نے چولہے پر پانی رکھا۔

چائے میرے لئے بھی ایک کپ بنا لینا۔

اچھا۔

اماں رحمت نے اور پانی ڈال لیا۔

میں تو حیران ہوں کہ رئیس بابو اچھے سمجھدار انسان ہیں۔ پھر بابر کی باتو میں کیسے آ گئے۔

رحیمو بولا۔

یہ ہر وقت جو کان بھرنے ہوتے ہیں نا..... پتھر کا بھی سینہ پھٹ ہے۔ اماں رحمت نے کہاوت کہی۔

واہ بھئی واہ..... بات تو تمہاری لاکھ روپے کی ہے۔

رحیمو انگلی جوڑ کر پسندیدگی کے انداز میں بولا۔ لو چائے پیو.....

اماں رحمت نے پیالہ اس کی طرف بڑھایا۔

رحیمو نے چائے کا پیالہ پکڑ کر پینا شروع کر دیا۔

اور اماں رحمت رئیس احمد کو چائے دینے چل دی۔

آج اتوار کا دن تھا۔ دفتر سے چھٹی تھی..... ویسے بھی موسم بہت خ تھا۔

سندر بیٹی.....

وہ غلام گردش میں جاتی سندر کو پکارتے ہوئے بولے۔

جی ابو----------

وہ ان کے کمرے میں چل دی۔

ناشتہ کر لیا بیٹی۔

جی ابو ..... وہ کتابیں درست کرتے بولی۔

وہ سنجیدگی سے بولی۔

میں دیکھ رہا ہوں ..... نجمہ کبھی نہیں آئی۔

وہ بغور سندر کو دیکھ رہے تھے۔

میں نے منع کر دیا ہے ..... ویسے بھی وہ اب کالج میں بھی ملنے سے گریز کرتی ہے۔

سندر کا انداز حد درجہ افسردہ اور پژمردہ تھا۔

رئیس احمد اپنے آپ درجہ مجرم تصور کرتے خاموش ہی رہے۔

جاؤں ابو-------

وہ اجازت طلب کرتے بولی۔

ہاں بیٹی۔

وہ محبت سے گویا ہوئے۔

وہ تیار ہو کر گراج سے گاڑی نکالی ثروت جہاں کی طرف چل دیئے جو واپس لاہور پھر منتقل مقیم ہو گئی تھیں--- پاکستان بننے کے بعد انوار احمد راولپنڈی مقیم ہو گئے تھے ..... اب وہ واپس اپنی کوٹھی میں آ گئے تھے۔ رئیس احمد کا خیال تھا کہ بہت دن ہو گئے ہیں ..... بہن کو مل ہی آؤں۔

پورچ سے گاڑی نکال کر وہ سیدھے انوار ہاؤس پہنچ گئے۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ گاڑی کو گیٹ کے ایک طرف روک پیدل مارچ کرتے چل دیے..... غلام گردش کے زینے پر قدم رکھتے ہی وہ ٹھٹکے۔ ڈرائنگ روم میں بہت افراد کا شور محسوس ہو رہا تھا۔ عیاش قہقہوں کا ایک طوفان آیا ہوا تھا۔

ڈرائنگ روم میں دوست احباب کی محفل جمی ہوئی تھی۔ محفل قہقہ زار بنی ہوئی تھی۔ ثروت جہاں شاید اپنے کمرے میں تھیں۔ یا کوٹھی کے اندرونی حصے میں ہوں۔ جام و سبو کی محفل گرم تھی۔ چوٹی کی رقاصہ بھر بھر کے جام پلا رہی تھی۔ قہقہہ زار محفل شیطانیت اگل رہی تھی۔

ارے واہ بھئی بابر---------- تم نے اپنے رئیس ماموں کو مائل کر لیا۔

دوست بابی جھوم کر بولا۔

کیسے نا مائل کرتے ..... بڑے کایاں ہیں بابر صاحب ..... بلکہ استادوں کے استاد رئیس احمد دروازے کی اوٹ میں سننے لگے۔ دوسرے نے کہا۔

بابر تم جیسا آدمی بھی میں نے کہیں نہیں دیکھا..... کیسے ذلیل کروایا شہباز کو------

ہا..... ہا.....

ایک قہقہ بلند ہوا ..... کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہ دی۔

دیکھا تم نے کیسے ماموں خود منگنی کرنے پہ راضی ہو گئے--------

بابر نے اپنی برتری جگاتے ہوئے کہا۔

غصے سے رئیس احمد نے دانت پیسے اور وہ بڑے مضطرب انداز میں پردا اٹھا کر داخل ہو گئے۔

بند کرو بکواس۔

وہ چیخ اٹھے۔

ایک لمحے میں ساری محفل میں سناٹا چھا گیا.....

یہ تمہاری اوقات ہے نئی نسل کے سپوتو ..... تم پر بنیاد رکھی ہے پاکستان کی

جو ابھی بچہ ہے ..... کیا سہارا دو گے پاکستان کو ..... جسے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے ..... وہ بولتے رہے---------

اور مجمع چھٹتا رہا ..... آخر میں اور بابر اور رقاصہ دم بخود رہ گئے۔ شرم سے زمین میں گڑھا جا رہا تھا۔ جو پارسائی کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا پلک جھپکتے ہی اتر گیا تھا۔ اس وقت وہ اپنے آپ کو۔

دفعہ ہو جاؤ تم بھی۔ ننگ شرافت۔

وہ رقاصہ کی طرف منہ کر کے چلائے۔

وہ تھر تھر کانپتی ..... فوراً کمرے سے نکل گئی۔

فریال کہاں ہے۔

اپنے کمرے میں ہوگی۔

تمہیں شرم نہیں آئی ..... جوان بہن گھر میں موجود ہے ..... اور تم یہ عیاشیاں کر رہے ہو۔ باعزت گھرانوں میں اس طرح نہیں ہوتا۔ وہ بڑی نفرت امیز نظر اس پر ڈال کر بولے۔

لیکن بابر نہیں بولا۔

تمہاری ماں اور باپ۔

رئیس احمد نے پردے کی روشنی سے باہر جھانکتے کہا۔

وہ کراچی گئے ہیں۔

اور تمہیں شرافت کی دھجیاں بکھیرنے کا موقعہ مل گیا ..... انسانیت کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ ہو تم۔ یہ پارسائی ..... یہ ریاضت بس تمہارا فریب تھا۔ وہ پلٹے ..... ننگ ناموس ..... وہ چلائے----------

انہوں نے شدید غصیلے انداز میں گاڑی سٹارٹ کی اور گھر لوٹ آئے۔ بہت دن یوں ہی گزر گئے ..... وہ شہباز سے بہت شرمندہ تھے..... خوامخواہ اس شریف آدمی کو ذلیل کیا۔ وہ اسی سوچ کے تحت اپنے اندر ایک قلزم برپا محسوس کر رہے

www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ انہوں نے کیا کیا ..... بغیر چھان بین کے شہباز پر لگائے گئے۔ تمام الزامات کو مان لیا۔ اور آج اس کی شرافت پرہیزگاری کا پردا چاک ہوگیا۔ وہ کیا تھا اور کیا بن رہا تھا۔ تمام شب وہ سو نہ سکے۔ اپنے وجود کو کانٹوں پر محسوس کرتے رہے۔

صبح موزن نے آذان دی اور وہ خدا کے حضور جھک گئے۔

ناشتے کی میز پر جب سندر نے یہ دیکھا کہ اس کا باپ ساری رات سو نہیں سکا..... پریشان رہا ہے تو اس کا کلیجہ کٹ کر رہ گیا۔

ابو ..... کیا بات ہے ..... مجھے بتایئے نا ..... آخر کونسی ایسی بات ہو گئی۔۔۔۔۔ جس نے سکون و قرار چھین لیا ہے آپ کا۔ سندر نے رئیس احمد کے الجھے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ مجھے معاف کر دو بچی..... میں نے تمہارے بارے میں غلط فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ محبت سے سندر کے ہاتھ تھام کر بولے۔

کونسا فیصلہ ابو؟

سندر ان کے قریب بیٹھ گئی۔

شہباز اچھا انسان تھا ..... میں نے ہی اسے دھتکار دیا۔

رئیس احمد کف دست ملتے رہے۔

کوئی بات ہوئی ہے ابو..... سچ تو سچ ہی ہے نا

سندر نے حیرت ناک انداز اپنا لیا۔

ہاں بیٹی..... دروازہ کھل گیا ..... بہت کچھ سامنے آگیا۔

چھپا ہوا ظاہر ہو گیا۔

وہ چائے کی چسکی لیتے ہوئے بولے۔

ناشتہ کیجئے..... رات بھی کھانا نہیں کھایا آپ نے۔ وہ دکھے دل سے بولا۔

یہ مجھے سکون دیتی ہے۔ میری بچی ..... خدا نے تیرے بھاگ روشن کر

دیئے۔ وہ بڑی محبت سے سندر کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

لیکن وہ کچھ نہ سمجھ رہی تھی۔

کہ پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی۔

کون .....

رئیس احمد چونکے۔

سندر ڈرائنگ ہال کی کھڑکی میں سے جھانکا۔

ابو پھوپھو جان ہیں..... ایک صاحب اور ہیں ..... میں نہیں جانتی ہوں ..... ٹھیک ہے ..... ڈرائنگ روم میں بیٹھاؤ ..... میں چینج کر کے آتا ہوں۔

ٹھیک ہے۔

وہ غلام گردش کا زینہ اتر کر لان سے ہوتی پورچ میں کھڑی ہنس دی۔

پھوپھو جان .....

ارے میری بچی ..... کیسی ہو

وہ قریب آکر سندر کو گلے لگاتے بولیں۔

آداب .....

سندر نے اجنبی صاحب کو دیکھ کر کہا ..... لیکن وہ شخص سندر کو گھورے جا رہا تھا۔

سندر نے اس کی نظروں سے گھبرا کر ثروت جہاں کی طرف رخ کر لیا۔

معاف کیجئے گا۔ میں آپ کے روپ میں کسی اور کو دیکھ رہا تھا۔ اجنبی سادگی میں بڑی شائستگی سے بولا۔

ارے ہاں میں تعارف کروانا تو بھول ہی گئی ..... آپ ہیں میری بہت ہی پیاری بھتیجی..... سندر ..... اور آپ ہیں مسٹر خلیل ہیں تو بزنس پارٹنر ..... لیکن اب گھر کے فرد ہی محسوس ہوتے ہیں۔

اچھا اچھا ..... سندر ہنس دی' بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ خلیل ہنس

www.pdfbooksfree.pk

دیئے۔

میں ادھر آرہی تھی ..... میں نے سوچا خلیل مجھے ڈراپ کر دے..... لیکن اب واپسی بھی اسی گاڑی میں ہوگی۔

بالکل بالکل مسزانوار بندہ حاضر ہے۔

خلیل کے ساتھ دونوں بھی ہنس دیں۔

آیئے ڈرائنگ روم میں۔

سندر نے کہا۔

رئیس کہاں ہے۔ ثروت جہاں نے کہا۔

میرا خیال ہے وہیں ہوں گے۔

چلو .....

تینوں لان میں اتر آئے ہیں۔

آپ جایئے مسزانوار ..... میں یہاں بیٹھتا ہوں۔

نہیں نہیں ..... خلیل تم سے کوئی پردا نہیں ..... ویسے تم میرے بچوں کی طرح ہو ..... آؤ۔ آؤ۔۔۔۔۔۔

ثروت جہاں نے خلیل کو آنے کے لئے اصرار کیا۔

تینوں ڈرائنگ روم داخل ہوئے .....

دوسری طرف سے رئیس احمد داخل ہوئے۔

بھئی واہ آج چاند کدھر سے نکل آیا۔

رئیس احمد اندر آتے ہی بولے۔

کل کراچی سے ہم لوگ آئے تھے..... آتے ہی خبر مل گئی ..... بابر نے رو رو کر مجھے سب کچھ بتا دیا ..... بچہ ہے ..... معاف کر دو ..... آخر غلطیاں بچوں سے ہو ہی جاتیں ہیں۔

وہ ایک ہی سانس میں بول اٹھیں۔

خلیل میاں بیٹھ جاؤ..... تم شاید لوٹ رہے تھے..... جب میں وہاں پہنچا تھا۔

بالکل اسی طرح ..... میں انوار صاحب سے ملنے گیا تھا کہ راستے میں آپ سے سامنا ہو گیا۔

ہنگامہ دیکھا تھا نا۔

رئیس احمد خلیل کی گواہی لینا چاہتے تھے۔

خلیل نے سر جھکا لیا۔

کوئی قیامت نہیں آگئی ..... غلطی معاف کر دو نا ..... وہ بڑی تلخی سے بولیں۔

سندر کمرے سے جا چکی تھی۔

وہ ناک نقشہ ..... وہ ہی قد ..... وہ طور طریقے۔

خلیل کھو سا گیا۔ وہ ہی بات کرنے کا انداز۔

وہ جاتی سندر کو دیکھتا رہ گیا۔

یہ غلی نہیں ہے آپا ..... یہ کھلم کھلا آوارگی ہے۔

ایک بے گناہ پر ظلم ہے ..... میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔

اب گنجائش نہیں رہی۔

وہ منگنی توڑنے پر تل گئے۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔

ثروت جہاں سن ہو گئیں۔

مطلب تو صاف ظاہر ہے ..... کہ ایسے نوجوان سے رشتہ نہیں ہو سکتا' وہ بے تکلف کہہ گئے۔

منگنی توڑو گے۔ وہ احتجاجاً بول اٹھیں۔

ثروت جہاں کی بھنویں چڑھ گئیں۔ چہرے پر ناگوار تاثرات ابھر آئے۔

www.pdfbooksfree.pk

ٹوٹ چکی ہے..... میں سندر کو بابر کے ساتھ نہیں بیاہ سکتا۔

وہ بے تکلف کہہ گئے۔ لیکن ثروت جہاں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔

یہ تم کیا کہہ رہے ہو ..... منگنی توڑ دی تم نے .....

وہ چلا اٹھیں۔

آپا اپنے بیٹے سے پوچھا آپ نے ..... یہ سب کچھ میں نے کیوں کہا۔

آنکھ سے دیکھ کر مکھی نہیں نگل سکتا میں------

وہ آخر میں زور سے بولے۔

پوچھ لوں گی میں .....

وہ شدید طیش میں بولیں ..... اور برآمدے میں آگئیں۔

خلیل .....

وہ باہر آتے پکاریں۔

آئیے ..... وہ بڑی تیز رفتاری سے ڈرائنگ روم سے نکل کر لان میں سے گاڑی کے قریب چلی گئیں۔

اور خلیل نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

20

کالج چھٹ چکا تھا۔ سندر نے بی اے کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کر لیا تھا۔ نجمہ سے جو واسطہ تھا وہ ٹوٹ چکا تھا..... کئی ماہ سے دونوں گھروں کو ایک دوسرے کی خبر نہیں تھی ..... بلکہ شہباز نے تو چپ ہی سادھ لی تھی۔ اسے ایک بہت بڑی فرم میں اچھی ملازمت مل چکی تھی۔ وہ لوگ وہ گھر چھوڑ کر خوبصورت بنگلہ میں شفٹ ہو چکے تھے۔ سب ترقی کی منازل شہباز نے اپنی محنت سے حاصل کی تھیں۔ فرم کا مالک اس سے بہت خوش تھا--- وہ ایسے قابل انسانون کی قدر کرتا تھا۔ شہباز کو سندر سے اس بات کی توقعہ نہ تھی کہ وہ بالکل بھلا دے گ

..... اکثر وہ شہباز کو شدت سے یاد آتی۔ لیکن شہباز اپنی انا سے مجبور دل کی ھڑکن دبائے خاموش رہتا۔

اکثر ماں نے اس کی خاموشی سے تنگ آکر کہا۔

بیٹا کچھ بتاؤ سہی------ آخر سندر سے تعلق کیوں ختم کیا تم نے۔

لیکن وہ صرف یہی بات کہہ کر ٹال جاتا ..... وہ بڑے لوگ ہیں امی.....

بات ٹال کر اپنے کمرے میں داخل ہو جاتا۔

بیٹے تمہاری یہ چپ مجھ سے نہیں دیکھی جاتی ..... کل میں جاؤں گی۔ اب تو تم افسر ہو ..... کیا کمی ہے تم میں ..... ماں نے محبت پاش نظریں شہباز پر ڈالیں۔

لیکن وہ دن بدن سوچوں کے عمیق غار میں اترتا جا رہا تھا..... سندر سے دوری اس کی روح کو چاٹ رہی تھی۔ اندیشے وسوسے اس کی کائنات کو ویران کر رہے تھے..... اداسیوں کے گرداب میں الجھتا جا رہا تھا..... مضطرب اداس پریشانی اس کا مقدر بن چکی تھی۔ نہ ہنسی نہ خوشی اور نہ شرارت جو اس کی زندگی کا ایک حصہ بن چکی تھیں۔

سب ختم ہو چکی تھیں..... ان سب کی جگہ پژمردنی نے لے لی تھی۔

ماں سے بیٹے کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آج جبکہ وہ آفس چلا گیا .....

گاڑی کی آواز دور ہوتی چلی گئی تو سکینہ بیگم نے نجمہ سے مشورہ کیا۔

اماں! چائے اور لاؤں۔

وہ خود ہی کچن سے باہر آگئی۔

ہے تو لے آؤ۔

سکینہ بیگم نے ایک آہ بھری۔

لو اماں چائے پی لو.....

برآمدے میں بچھی چوکی پر نجمہ نے کپ رکھ دیا۔

www.pdfbooksfree.pk

سکینہ بیگم خاموش پینے لگیں۔

نجمہ .....

ماں نے پکارا.....

نجمہ پلٹی.....

یہاں آؤ ..... تم سے ایک بات پوچھوں۔

سکینہ بیگم نے نجمہ سے مشورہ لینا چاہا۔

جی امی جان۔

نجمہ ماں کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

بیٹھی شہباز کی حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ نہ جانے اسے کیا ہو گیا ہے۔ .....

سکینہ بیگم نے ایک کرب کے ساتھ چوکی پر پہلو بدلا۔

ہاں امی ..... بھائی جان نہ کسی سے بولتے نہ ہنستے ہیں۔

نجمہ کو بھی تشویش ہوئی۔

تمہارا کیا خیال ہے..... میں رئیس احمد کے پاس نہ جاؤں۔

سکینہ بیگم نے دل کڑا کیا۔

ٹھیک ہے ..... لیکن بھائی ناراض ہو گا۔

میں ڈرتی ہوں اس سے ..... رئیس احمد سے پوچھوں گی کہ میرے معصوم بچے نے کیا گناہ کیا جو اس کو اتنی کڑی سزا دی ہے آپ نے۔ مجھ سے تو اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔

ٹھیک ہے ..... سکینہ بیگم جوش سے بولتی رہیں۔

نجمہ ماں کے غصے سے واقف تھی۔

چنانچہ سکینہ بیگم تیار ہو کر رئیس لاج چل دیں۔

سنو نجمہ ..... ابھی کہنا نہیں ..... میں خود موقعہ تلاش کر کے بات کروں گی۔

ٹھیک ہے امی۔

سکینہ بیگم باہر نکل گئیں۔

رکشہ سے اتر کر وہ رئیس لاج کے گیٹ کے اندر داخل ہو کر سیدھی رئیس احمد کے کمرے کی طرف ہی چل دیں۔

ارے خالہ جان آپ.....

راستے میں سندر نے دیکھ لیا۔

کیا حال ہے میری بچی ..... تمہارے ابو کہاں ہیں۔

سکینہ بیگم نے سندر کو لپٹا لیا۔

میری جان اس قدر کمزور ہو رہی ہو ..... کیا بات ہے بیٹی.....

وہ سندر کے وجود کو سر تا پا دیکھ کر بولیں۔

تمہارے ابو کہاں ہیں۔

وہ سندر کے بالوں کو ٹھیک کرتے بولیں۔

آجایئے۔ ڈرائنگ روم میں ہیں۔

دونوں ڈرائنگ روم میں چلی گئیں۔

اداب بھائی صاحب.....

آپ .....

وہ فائل فوراً بند کر کے عقیدت مند انداز سے کھڑے ہو گئے۔

کیسے ہیں آپ۔

سکینہ بیگم قریب آگئیں۔

تشریف رکھئے..... اللہ کا شکر ہے۔

وہ مسکرا کر سامنے صوفے کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

شکریہ بھائی صاحب۔

www.pdfbooksfree.pk

وہ بڑی خوش نظر آ رہی تھیں۔

کہئے کیسے یاد کیا آپ نے ...... بڑی مدت ہوئی ملاقات کو ...... رئیس احمد نے صوفے کی پشت پر سر ٹکا لیا۔

مجھ سے اپنے بچے کی حالت دیکھی نہیں جاتی ...... کیا گستاخی کی ہے اس نے ...... مجھے بھی تو پتہ چلے...... دن کا سکون رات کی نیند حرام ہے اس کی سکینہ بیگم کی آواز بھرا گئی۔

اور سندر کمرے سے نکل گئی۔

ایک فلم کی طرح رئیس احمد کے سامنے تمام تصاویر رقص کرنے لگیں۔ وہ سب کچھ انہیں یاد آگیا جو کچھ ہوا تھا۔ شہباز کی کسمپرسی۔ پریشانی اداسی ......

وہ چونک سے گئے۔

بہن جی...... مجھے آپ آپا کی طرح عزیز ہیں...... گذشتہ ایام میں جو کچھ بھی ہو گیا ...... اسے بھول جائیے...... میں بہت شرمندہ ہوں ...... اور یہی چاہتا ہوں کہ شہباز بیٹے سے اپنے کئے کی تلافی کروں ...... مصروفیات میں اس قدر الجھا کہ آ ہی نہ سکا۔

رئیس احمد بہت دلگیر ہو گئے...... شہباز سے دوری ان کو بھی شاق گذر رہی تھی۔ مجھے معمولی سی بات کا علم ہوا تھا کہ کوئی جھوٹی شادی اور کسی ہوٹل کا ذکر تھا۔ وہ جو کچھ یاد رکھ سکیں کہہ گئیں۔

بھول جائیے ان بے نام قصوں کو...... جن میں کوئی صداقت نہیں ...... وہ بہت جلد بات ختم کرنا چاہتے تھے ...... سکینہ بیگم خاموش رئیس احمد جیسی ملائم ہستی کو بغور دیکھنے لگیں۔

بھائی صاحب...... بات تو ختم ہو گئی ...... لیکن شہباز کیسے ٹھیک ہو گا۔ نہ وہ ڈھنگ سے کھانا کھاتا ہے ...... نہ وہ کسی سے بات کرتا ہے ...... ساری خوشیاں روٹھ گئیں ہیں اس کی ...... میرا بچہ پہلے کی طرح بن جائے تو ...... وہ رومال سے

اٹھا کر آنکھیں صاف کرنے لگیں۔

انشاء اللہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا...... اسے مناؤں گا...... معذرت کروں گا اس سے۔

رئیس احمد محبت سے بولے۔

نہیں نہیں آپ بڑے ہیں ...... معذرت خواہی کی ضرورت نہیں ...... بس یوں ہی چلے آئیے گا۔ اس کا دل بہل جائے گا۔

بچوں کو منانے کے لئے تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔

عین اس وقت سندر مع لوازمات کے چائے لے آئی۔

ارے بیٹی تم نے اس قدر تکلف کیا۔

وہ محبت سے سندر کو دیکھ کر بولیں۔

اور سندر ہنس کر چائے بنانے میں مصروف ہو گئی۔

بہت دیر بیٹھنے کے بعد گلے شکوے ختم ہوئے۔ دونوں خاندان سکون سے زندگی کے لمحات گزارنے لگے۔

21

بہت برا کیا آپ نے ...... کیوں بغیر کسی نتیجے کے نکل آئیں رئیس ماموں کے ہاں سے۔ وہ پوری طاقت سے چلایا۔

بکواس بند کرو...... یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ تم نے اپنے ساتھ مجھے بھی ذلیل کروایا......

وہ اسے کھانے کو دوڑیں۔

سب جانتا ہوں ...... مگر آپ کو یوں نہیں آنا چاہئے تھا------ کچھ بابر کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

بس بس ...... میں بھائی کے سامنے اتنی بھی بے عزت نہیں بن سکتی......

www.pdfbooksfree.pk

اور ایک تم ..... جس نے اپنی خود ساختہ پارسائی کی بھی لاج نہ رکھی۔

وہ طنزاً اولیں۔

میں تمام تر قول و فعل کے ساتھ ان کا غلام نہیں بن سکتا۔

بابر غرایا۔

نہ بنو غلام ..... اب رہ کیا گیا ہے..... اسے ہزاروں رشتے ..... وہ اٹھ

ہوئے بولیں۔

ہزاروں نہیں ..... وہ ہی ایک ..... جو ایک عرصے سے آس لگائے ب

ہے۔ بابر کا اشارہ شہباز کی طرف تھا۔

وہ اب کلاس ون افسر ہے

بہت بڑی ملازمت پر فائز ہے وہ---------- سمجھے ثروت جہاں نے چ

اس کے کان کھولے۔

ہنہ ..... دیکھا ہے کلاس ون آفیسر.....

بابر نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے۔ لیکن دل میں نفرتوں کے اور لا

دوزخ بھڑکنے لگے ..... ایک شہباز ہی اس کی ہستی کا رقیب----------

انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔

خیر دیکھوں گا..... سندر شہباز کی بھی نہیں بن سکتی.....

شدید طیش میں بابر نے دائیں ہاتھ کا مکہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا۔

زیادہ اشتعال میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ..... میں چند دنوں میں معاملہ

ٹھاک کر لوں گی۔

بیگم صاحب ..... خلیل صاحب آئے ہیں۔

انہیں یہاں بلا لو.....

بہتر سرکار۔

خلیل ملازم کے کہنے پر ثروت جہاں کے پاس ہی آئے

آداب.....

جیتے رہو ..... کیسے آنا ہوا خلیل میاں ..... انوار صاحب بزنس ٹور پر کراچی

لے گئے ہیں ..... لہٰذا کوئی کسی قسم کا کام ہو تو بندہ حاضر ہے۔

خلیل نے اس طرح بات کہی کہ پشت سے فریال ہنس دی۔

بہت اچھے خلیل میاں ..... تمہارے پارٹنر آئیں گے کب۔

چند دن لگ ہی جائیں گے۔

خلیل نے فریال کو دیکھا..... جو بڑے والہانہ انداز میں دیکھ رہی تھی۔ بابر

ں وقت سے خاموش بیٹھا تھا۔

آپ بھی کوئی بات کریں مسٹر بابر.....

آپ یہ بتائیں کہ رئیس احمد کے گھر آپ دن میں کتنی مرتبہ جاتے ہیں۔

What

خلیل ایک دم چونک گئے۔

مطلب یہ کہ آج آپ گئے۔

بابر کو خلیل پر بھی غصہ آرہا تھا۔

اکثر چلا جاتا ہوں ..... لیکن آج نہیں گیا۔

By the way بائے دی وے ..... تم وہاں کیوں جاتے ہو۔ کوئی دلچسپی

.. بابر کا انداز پوچھ تھا۔ لیکن خلیل وسیع القلب نوجوان تھا۔ اس نے ایسا برا

ں منایا۔

وہاں میرے لئے کوئی سامان دلچسپی نہیں۔

خلیل کچھ سوچ کر بولا۔

کیوں نہیں ..... ایک حسین و جمیل لڑکی وہاں موجود ہے۔

بابر صاحب ..... آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ میں اس کا مطلب اچھی طرح

سمجھ گیا ہوں ..... اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ سندر کے لئے میں

www.pdfbooksfree.pk

ایسی کوئی نیت نہیں رکھتا۔۔۔۔ بلکہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کہ خلیل شدید طیش میں آگیا۔

فریال اور ثروت جہاں نے حیران ہو کر خلیل کو دیکھا۔

کیوں

سندر میں خاص بات ہے ..... کیا۔

بابر عیارانہ لہجہ اختیار کر گیا۔

ہاں ..... نہ جانے کیوں سندر کی صورت میری بہن سے اس قدر ملتی ہے کہ میں اسے اپنی دیدی ہی سمجھتا ہوں۔

خلیل اداس ہو گیا۔

دیدی ..... ثروت جہاں حیران کن انداز میں بولیں۔

خلیل میاں ہندوؤں میں رواج ہے کہ وہ بڑی بہن کو دیدی کہتے ہیں.....

مسز انوار ہم لوگ بھی ہندو تھے ..... تقسیم کے وقت میں تباہ حال۔

جب چھپتا چھپاتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ کا ٹیلی فون ..... جلدی آیئے۔

ملازم نے فوراً آکر کہا۔

اچھا ..... خلیل بات کرتے کرتے اٹھ گئے۔

بہت دکھی ہے بچارا۔

فریال نے کہا۔

بابر خاموش تھا۔ سندر سے قطع تعلق اسے بڑی الجھن میں ڈال رہا تھا۔ اب تو بات ایسی تھی کہ وہ رئیس ماموں کے ہاں جا بھی نہیں سکتا تھا..... رئیس ماموں نے اس کا اصلی روپ دیکھ لیا تھا۔

اب کیا کیا جائے..... حالات بڑے سنگین ہو گئے ہیں۔

ثروت جہاں نے پژمردہ انداز میں کہا۔

بھائی کے لئے کوئی لڑکی پسند کر لیں ..... کوئی سندر پر مہر نہیں لگ گئی۔

فریال نے تراشیدہ بالوں کو جھٹک کر کہا۔

کیا۔۔۔۔۔۔۔۔

بابر غراتا ہوا لپکا۔

دیوانی ہو گیا ..... میرے اباؤ وجداد کی اس قدر جائداد کسی اور کے پاس چلی ئے..... نہ جانے رئیس نے کیا کچھ سندر کے نام کر دیا ہے۔

ثروت جہاں چونک گئیں۔

کسی اور کا تو نام ہی نہ لیں۔

بابر نے گہری سوچ کے ساتھ سامنے دیکھا۔

خلیل نے جانے کے لئے الوادعی ہاتھ لہرایا تھا۔

By ..... بابر نے بھی ہاتھ ہلایا۔

کام سے فارغ ہو کر خلیل نے گاڑی کا رخ رئیس لاج کی طرف موڑ لیا۔

ئے آیئے..... خلیل بابو.....

کیسے رحیمو ڈرائنگ روم میں سے جاتے بڑے مودب لہجے میں بولا۔

کیسے ہو۔

خلیل نے کہا۔

خدا کا شکر ہے..... آپ نے بڑی دیر کے بعد چکر لگایا۔

رحیمو نے کہا۔

بس یونہی .....

خلیل مسکرائے۔

اچھا سیٹھ صاحب سے کہو.....

خلیل نے ڈرائنگ روم کی سج دھج دیکھ کر کہا۔

جی بہتر۔

www.pdfbooksfree.pk

رحیمو پلٹ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد لوٹ آیا۔

خلیل بابو ...... رئیس سرکار اپنے کمرے میں ہی بلا رہے ہیں۔

ٹھیک ہے ...... رحیمو میری رہنمائی کرو گے۔

خلیل نے محبت سے کہا۔

جی کیوں نہیں ...... بندہ حاضر ہے۔

خلیل نے رحیمو کے ساتھ دروازے کی دہلیز پر قدم رکھا۔

اجازت ......

دروازے پر ہی خلیل مسکرایا۔

ارے ...... خلیل میاں ...... آؤ ...... تمہیں اجازت کی ضرورت نہیں ......
تم تو میرے گھر کے ایک ہی فرد لگتے ہو۔

خلیل کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔

شکریہ بندہ نوازی کا......

خلیل کے انداز میں حد درجہ شائستگی نفاست اور سلجھاؤ رئیس احمد کو بہت
پسند آیا۔

خلیل نے کمرے کی آرائش و زیبائش پر گہری نظر ڈالی...... اور مالک کے
ذوق سلیم کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

آپ بڑے حسین ذوق کے مالک ہیں......

میرے ذوق میں حسن پیدا کرنے والی میری شریک حیات تھی۔

رئیس احمد ایک دم افسردہ ہو گئے۔

کیا مطلب ؟

خلیل حیران رہ گیا۔

میری بیوی بہت اچھی ڈیکوریٹر تھی...... [illegible]

www.pdfbooksfree.pk

وہ اور بھی دکھی ہو گئے۔

اور خلیل کمرے کی آرائشی چیزوں کو بڑے انہماک سے دیکھنے لگا۔ دیدی
...... میری دیدی شانتی ...... یہی میری دیدی ہے۔

خلیل ایک دم اچھلا-----------

خلیل کی تشنہ نگاہیں رضیہ کی قد آدم تصویر پر اٹک گئیں۔

کیا کہہ رہے ہو بھئی ...... یہ تمہاری بہن نہیں ہے۔

رئیس احمد نے اسے یقین دلانا چاہا۔

میں سچ کہہ رہا ہوں ...... یہ میری دیدی شانتی ہے ...... ان دنوں دیدی نانی
کے پاس آئی ہوئی تھی جب ملک تقسیم ہوا۔

رئیس احمد سوچنے لگے ......

رضیہ اکثر اپنے بچھڑنے والے بھائی کا ذکر کیا کرتی تھی ...... اس بھری دنیا
میں صرف اس کا ایک بھائی ہی تھا...... جسے حالات نے جدا کر دیا۔

رئیس احمد نے آنکھوں سے چشمہ اتار لیا۔ اور بڑی گہری نظریں خلیل کے
خد و خال پر ڈالیں۔ وہ ہی انداز ...... وہ سوچنے لگے۔

بالکل ...... بالکل ...... سندر کی طرح ناک نقشہ تھا دیدی کا۔

خلیل نے اندر آتی سندر کو دیکھ کر بیتابی کا اظہار کیا۔

کیا نام تھا تمہاری بہن کا ......

رئیس احمد نے کھوج نکالنا چاہا۔

شانتی ...... اور یہ شانتی دیدی کی تصویر ہے ...... دیدی...... وہ تڑپ کر اٹھا
...... اور وہ رضیہ کی تصویر سے لپٹ گیا۔

دیدی ...... میری پیاری بہن ...... کہاں ہے تو ...... سیٹھ صاحب بتائیے نا
...... کہاں ہے ...... میری شانتی دیدی...... وہ مضطرب تڑپ اٹھا۔

رئیس احمد کو مکمل یقین آ چکا تھا کہ خلیل ہی رضیہ کا حقیقی بھائی ہے۔ لیکن وہ کس طرح بتائیں کہ رضیہ اب اس دنیا میں نہیں ہے ..... وہ ایسا حوصلہ نہیں پا رہے تھے ..... وہ کبھی سندر کو کبھی خلیل کو جو کس قدر ہم شکل تھے ایک دوسرے کے۔

رئیس احمد خاموش تھے۔

آپ بتادیں نا رئیس صاحب کہ میری بہن کہاں ہے .....

تمہاری بہن جو کہ میری بیوی تھی.....

یہ مجھے سندر کی صورت سے ہی اندازہ ہو گیا تھا..... یہ سندر بالکل اپنی ماں کی تصویر ہے ..... سندر ..... میرے بچے ..... میرے پاس آؤ خلیل نے بڑی بے قراری سے سندر کو پکارا۔

سندر خلیل کے قریب آگئی ..... اور خلیل نے بڑی اضطرابیت کے ساتھ سندر کو لپٹا لیا ..... اس میں میری بہن کی خوشبو ہے ..... وہ شبیہ ہے ..... وہ آنکھیں

رئیس احمد زبردست الجھن میں گرفتار ہو چکے تھے۔ اپنی بہن سے اس قدر محبت کرنے والا شخص اس کی موت کی خبر سن سکے گا۔

وہ خاموش ہو گئے۔

بتایئے نا ..... کہاں ہے میری بہن .....

وہ ان کی طرف بڑی لجاجت سے جھکا.....

میرے پاس الفاظ نہیں ..... تمہیں۔ تمہیں ..... کیسے بتاؤں کہ وہ اب اس دنیاں میں نہیں ہے.....

جی------ خلیل نے سانس روک لیا.....

دیدی مرگئی .....

وہ بلک بلک کر رو دیا..... اس کے جسم کے خفیف جھٹکوں سے اندازہ ہو رہا کہ وہ بہت شدت سے رو رہا تھا۔

رئیس احمد سے خلیل کی بے قراری دیکھی نہ گئی۔

میرے بیٹے .....

خلیل بالکل ان کو بابر کا ہم عمر ہی نظر آیا ..... لیکن شخصیت کے اعتبار سے بے حد خوش شکل ..... سمارٹ اور توانا نظر آرہا تھا۔

رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں ..... میں نے بھی اس کی جدائی میں بیس سال گذارے ہیں ..... وہ پہلی عورت تھی جو میری زندگی میں آئی تھی۔ نہایت خوش اخلاق سلجھی ہوئی عورت تھی۔ سندر اس وقت چار پانچ سال کی تھی جب پیٹ کی بیماری میں مبتلا رہ کر اس نے دم توڑ دیا۔ تمہیں کیسے بتاؤں کہ اس کے بغیر میں زندگی کانٹوں پر گزار رہا ہوں خلیل خاموش سنتا رہا۔

وہ بہن کی محبت سے مغلوب وہ سسک رہا تھا۔ سندر صرف سہمی ہوئی دیکھے جارہی تھی سندر..... میری جان ..... میری بہن کے جگر آؤ میرے پاس.....

خلیل نے باہیں پھیلا دیں ..... اور سندر ماموں کہہ کر خلیل کے کشادہ سینے سے لپٹ گئی .....

رئیس احمد خلیل کو پالینے سے بہت خوش ہوئے ..... رضیہ کے روپ میں اس کا بھائی..... کوئی تو رضیہ کی وساطت سے موجود ہو ..... وہ بہت خوش تھے

میں تقسیم ہند کے بہت دن بعد یہاں آیا تھا ..... اور تلاش کرتے کرتے میرے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے..... مجبور ہو کر ایک کیمپ میں شب وروز گزارنے لگا..... بچہ تھا ڈرتا کیا نہ کرتا سب کو مسلمان ہی ظاہر کرتا رہا ..... ایک دن ایک حافظ صاحب نے مجھے اپنے ساتھ لے جاکر پوچھا .....

بیٹا تم مسلمان تو نہیں۔

جی ..... میں ہکلانے لگا ..... اور سسکیاں بھرتا ہوا رونے لگا۔ میری پریشانی اور زارو قطار رونے سے وہ بھانپ گئے ..... اور جب تک وہ یہاں رہے میں ان

www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ ہی رہا ......وہ قرآن پاک اور سپارے بیچا کرتے تھے ...... میں بھی ان کے ساتھ یہی کام کرنے لگا...... اور اندر اندر سے حافظ صاحب نے مجھے مسلمان بھی کر دیا...... میں اس وقت سے سچے دل سے مسلمان ہوں ...... حافظ صاحب نے مجھے میٹرک تک تعلیم دلوائی پھر وہ اللہ کو پیارے ہو گئے ...... میں مزدوری کرتا رہا اور پڑھتا بھی رہا- چنانچہ میں نے پرائیویٹ ایم اے کر لیا ...... حافظ صاحب جاتے ہوئے ایک مکان میرے نام لگا گئے تھے...... ان کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا- میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی ملے تو وہ مکان حوالے کر دوں ...... لیکن معلوم ہوا کہ تقسیم ہند کے وقت سب عزیز رشتہ دار شہید ہو گئے تھے- دوران تعلیم میں میں نے ایک کمپنی میں ملازمت بھی کر لی تھی ...... وہ مالک مجھ سے بڑا خوش تھا ...... ایک مرتبہ میں سامان لے کر برطانیہ لندن چلا گیا ...... خدا نے میری مدد کی ...... سامان بہت مقبول ہوا۔ کافی رقم لے کر میں مالک کے پاس آیا...... میری تنخواہ بھی کافی تھی ...... انعام میں رقم بھی بہت تھی مالک ان دنوں ملک سے باہر جانا چاہتا تھا ...... میری ملاقات انوار احمد سے کروائی ...... چنانچہ اس وقت سے ہم پاٹنر ہیں ...... انوار احمد اچھے آدمی ہیں-

وہ بڑی افسردگی سے داستان حیات سنا رہا تھا-

اب تمہیں کہیں بھی رہنے کی ضرورت نہیں ...... یہاں رہو گے ...... یہ تمہاری بہن کا گھر ہے-

رئیس احمد نے خوش ہو کر کہا-

لیکن سیٹھ صاحب......

وہ معذرت خواہی کے انداز میں بولا-

لیکن ویکن کچھ نہیں ...... آپکو آنا پڑے گا-

سندر کا اصرار بڑھ گیا-

چنانچہ خلیل کو سیٹھ صاحب کے ہاں شفٹ ہونا پڑا......

اور جب یہ خبر ثروت جہاں تک پہنچی تو سارا گھر سناٹے میں آگیا- بابر بھی چکا تھا کہ اب سندر خلیل کے تحفظ میں تھی...... اور ویسے بھی وہ یوں س کر رہی تھی جیسے ڈوبتے ڈوبتے کوئی پتوار سنبھال لے ...... رئیس احمد بھی ں تھے ...... اس خوشی کو وہ شایان شان طریقے سے منانا چاہتے تھے- ویسے بھی در کی سالگرہ قریب آ رہی تھی- وہ بہت عالی شان دعوت کا اہتمام کرنا چاہتے ...... جب سے رضیہ نے انتقال کیا تھا...... اس گھر میں کبھی کوئی خوشی کی ل نہ سجی تھی ...... ویرانیاں ہی ویرانیاں تھیں ...... اب خلیل کے آجانے سے بہت ہلکا محسوس کر رہے تھے-

انواع واقسام کے کھانوں سے میز سجا ہوا تھا- آمنے سامنے کرسیوں پر خلیل اور رئیس احمد بیٹھے تھے...... سندر ابھی اپنے کمرے میں تھی- خیالات کی دنیا میں کھوئی ہوئی وہ بہت دور جا چکی تھی- آج کتنے ماہ ہو گئے تھے اسے شہباز سے ملے ہوئے- اسے بھی میری کمی محسوس نہیں ہوئی ...... نہ اس نے نجمہ کو آنے دیا- حالانکہ ابو نے اپنے کئے کی معذرت بھی کر لی تھی...... کہ اچانک رحیمو نے اس کے سلسلہ خیالات کو منقطع کر دیا-

سندر بٹیا چلو کھانا کھاؤ......

رحیمو نے کہا-

اچھا بابا......

وہ اٹھ گئی......

آؤ آؤ بیٹا ...... بہت دیر کر دی......

رئیس احمد پیار سے بولے-

کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے میرے بچے کی ......

خلیل حسب عادت بولے ......

ٹھیک ہے ماموں......

www.pdfbooksfree.pk

وہ مسکرا دی۔

کھانا شروع ہوا ..... اور بڑے اچھے ہی ماحول میں ختم ہوا۔ تینوں کھانے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں چل دیے.....

دوسری صبح جب سورج نے نور کی پوشاک پہن لی..... کائنات کی ہر چیز پر جوانی ہی جوانی تھی۔ پھولوں اور برگ وگیا پر جوبن ہی جوبن تھا..... سبزے کا فرش رئیس لاج کے مرکزی لان میں بڑی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا..... اس پر سنگ مرمر کی لان سفید کرسیاں رکھی تھیں .....جس پر رئیس احمد اور خلیل محو گفتگو تھے۔

خلیل میاں کارڈ چھپنے کو دے دو۔ تاکہ تقسیم کر دیے جائیں۔

آج ہی دے دوں گا۔ بلکہ ابھی

خلیل نے کہا اور کھڑا ہو گیا

دوسرے دن کارڈ چھپ کر آ گئے..... ایک بڑا سا پلندہ خلیل نے سندر کے سامنے رکھا۔

لیجئے جناب لکھئے ان کو۔

خلیل سامنے بیٹھ گیا۔

آپ لکھئے ..... میری تو ہینڈ رائٹنگ اچھی نہیں ہے۔

سندر نے ایک کارڈ کھول کر دیکھا.....

گڈ..... اس قدر خوبصورت ..... ماموں جان بہترین چوائس ہے آپکی

تھنکیو خلیل ہنس دیا۔

پھر دونوں نے کافی رات بیٹھ کر کارڈ لکھے۔

دوسرے دن رئیس احمد نے رحیمو کے ذریعے کارڈ تقسیم کئے لیکن نجمہ او شہباز کا کارڈ وہ خود دینا چاہتے تھے۔

سندر بیٹی.....

جی ابو .....

وہ جاتے جاتے رک گئی۔

بیٹے ..... شہباز نے مکان بنا لیا ہے۔

رئیس احمد سادہ انداز میں بولے۔

جی ابو..... سنا تو ہے ..... لیکن دیکھا نہیں .....

میں جانتا ہوں شہباز بابو کے مکان کو ..... ماشاالله کیا کھوٹھی ہے .....

رحیمو نے قریب آتے دو انگلیاں جوڑ کر تعریف کی۔

چلو پھر رحیمو..... کارڈ دے آئیں

رئیس احمد کھڑے ہو گئے۔

سندر جھیجک رہی تھی۔

ہاں کیوں نہیں ..... چلو ..... بلکہ خلیل کو آنے دو .....

رئیس احمد نے کہا ..... وہ دیکھ رہے تھے کہ اس وقت سندر کس قدر خوش نظر آ رہی تھی۔ .....

ابو خلیل ماموں تو ابھی ایک گھنٹہ نہیں آسکتے۔

سندر نے کہا۔

ٹھیک ہے خلیل کو آنے دو۔ اس طرح اس خاندان سے تعارف بھی ہو جائیگا۔

سندر خاموش ہو گئی۔

لو..... وہ آ ہی گیا۔

سیاہ گاڑی گیٹ کے اندر دیکھ کر رئیس احمد بولے۔

اتنی دیر میں خلیل ان کے قریب آ چکے تھے۔

سیاہ سوٹ میں ملبوس وہ کس قدر چاک وچوبند اور سمارٹ لگ رہا تھا۔ رضیہ بھی اسی طرح چاک وچوبند رہا کرتی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

بھئی واہ ..... خلیل بڑے تازہ دم لگ رہے ہو..... رئیس احمد نے پسندیدگی سے کہا۔

جی ہاں ..... لیکن طالب مشروب ہوں ..... وہ بھی گرماگرم..... خلیل سامنے کرسی پر بیٹھ گئے

چائے اور وہ بھی گرم مشروب ہے۔

سندر نے پہچان لیا تھا۔

ہاں ..... چائے ضرور پیوں گا۔

خلیل نے ٹیک لگائی۔ وہ تھکے تھکے سے انداز میں بولے۔

بہت کام تھا آفس میں۔

رئیس احمد بولے۔

جی ہاں ..... مسٹر انوار ابھی تک نہیں لوٹے ..... کام کی نوعیت بڑھ گئی ہے۔

خلیل نے بالوں کو ایک ہاتھ سے درست کیا۔

چائے بناؤ۔

سندر نے کہا۔

ارے نہیں ..... شہباز کے ہاں چلتے ہیں..... وہیں پئیں گے۔

رئیس احمد نے محبت سے سندر اور خلیل کی طرف دیکھا۔

چلیے ..... ہم تیار ہیں

خلیل مسکراتے ہوئے بولے۔

تینوں ساتھ ساتھ چلتے گاڑی تک آگئے۔

خلیل میاں ہم باپ بیٹی پیچھے بیٹھتے ہیں ..... تم ڈرائیو کرو۔

رئیس احمد بیٹھے ہوئے بولے۔

یس سر..... خلیل ہنستے ہوئے اگلی سیٹ پر سٹیرنگ پکڑ کر بیٹھ گئے.....

ارے ..... رحیمو سے تو پوچھو ..... کس جگہ کوٹھی ہے ..... رئیس احمد چونک کر بولے۔

عبدل ..... خلیل نے عبدل کو آواز دی۔

جی سرکار۔

رحیمو کو بلاؤ۔

بہتر جناب۔

عبدل چند لمحوں میں رحیمو کو بلا لایا۔

جی سرکار کیا حکم ہے۔

رحیمو جھک کر رئیس احمد سے بولا۔

شہباز کی کوٹھی کا کوئی اتہ پتہ.....

رئیس احمد نے کہا.....

جناب گلبرگ چوک نمبر1..... وہاں سے سامنے خوبصورت لال پھولوں سے ڈھکی ہوئی شہباز بابو کی ہی کوٹھی ہے۔

رحیمو نے کہا.....

ٹھیک ہے۔

اور خلیل نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

امی یہ کون آ گیا۔

برآمدے میں بیٹھی نجمہ نے حیران کن انداز میں کہا۔

کیا خبر۔

سکینہ بیگم سفید گاڑی دیکھ کر بولیں ..... اور آنکھوں سے چشمہ اتار لیا۔

گاڑی پورچ میں رک گئی اور سندر سفید پرنٹ سوٹ میں ملبوس اتری یہ تو سندر چچا رئیس ہیں۔

نجمہ نے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

اور یہ نوجوان..... سکینہ بیگم گہری نظر سے دیکھ کر بولیں۔

اسے میں نہیں جانتی۔

نجمہ بولی۔

اتنی دیر میں دونوں فریق قریب آگئے تھے۔

آداب سکینہ بہن .....

آداب بھائی صاحب ..... راستہ بھول گئے آپ۔

سکینہ بیگم نے شکایت کی۔

اور نجمہ نے سندر کو گلے لگا لیا.....

چل ہٹ تم سے تو بولنا ہی نہیں چاہئے۔ کبھی بھول کر بھی .....

سندر نے منہ بسور کر کہا۔

نا میری بچی اب کوئی شکوہ نہ وہ ..... تمہارے لئے نہ جانے ہم سب کتنا تڑپے ہیں۔

وہ بڑی بے کلی سے سندر کی پیشانی چوم کر بولیں۔

یہ نیا آدمی ہے ..... سکینہ بہن اس کا تعارف کیجئے۔

جی ..... سکینہ بیگم نے بغور دیکھا۔

یہ ہیں میری بیوی رضیہ کے حقیقی بھائی خلیل میاں ..... میری بیٹی کے ماموں۔ رضیہ کا بھائی .....

سکینہ بیگم ورطہ حیرت میں کھو گئیں۔

ہاں ہاں سکینہ بیگم ..... تقسیم ہند میں یہ کہیں لاپتہ ہو چکے تھے۔ اب خود بخود ہی اصل مقام تک آ پہنچے۔

سیٹھ رئیس احمد بولے۔

محفل قہقہ زار بن گئی۔

آجایئے ..... ڈرائنگ روم میں .....

نجمہ نے کہا۔

چنانچہ سب ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔

شہباز کب آئے گا آفس سے۔

رئیس احمد بولے۔

وہ آنے ہی والا ہے۔ وقت تو ہو گیا ہے۔

سکینہ بیگم نے کلاک کی طرف دیکھا۔

آؤ سندر کچن میں نجمہ نے کہا.....

دونوں باہر چل دیں.....

خلیل نے بوریت محسوس کی ..... اور وہ بھی ان کے پیچھے ہی چل دیا۔

ارے آپ ..... خلیل ماموں یہاں کچن میں آپ کا کیا کام۔ سندر نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں بھی آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں ..... پہلی نظر میں نجمہ خلیل کو اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ نجمہ کی طرف دیکھ کر بولا..... ویسے بھی نجمہ کی سادگی اسے بری طرح بھا گئی تھی۔ ایک ہی نظر میں نجمہ اس کے من میں سما گئی تھی' وہ نجمہ کی جھکی جھکی شرمیلی پلکوں کی جھالروں میں الجھ سا گیا تھا۔ اٹھتی جھکتی نگاہیں اس کے وجود کو ریزہ کرنے میں جواب نہ رکھتی تھیں۔

آپ بیٹھ جائے۔

نجمہ نے کرسی اٹھا کر خلیل کے قریب رکھ دی۔

خلیل مسکراتے ہوئے بیٹھ گئے۔

چند سیکنڈ بھی نہ ہوئے تھے کہ چائے معہ لوازمات کے بالکل تیار تھی۔ سندر تمہاری دوست خانہ داری اچھی کر لیتی ہے۔

جی ہاں ماموں ..... شامی کباب تو غضب کے بناتی ہے۔

سندر نے فریج میں بنے ہوئے کباب نکال کر تلنے کو رکھے۔

www.pdfbooksfree.pk

گھی کڑاہی میں ڈال کر نجمہ نے چولہے پر رکھی..... اور سندر نے کباب اس میں ڈال دیئے۔

اچھا بھئی میں تو چلا.....

خلیل اٹھتے ہوئے بولے۔

اب بیٹھتے ہوئے بولے۔

اب بیٹھئے نا..... جاکہاں رہے ہیں آپ۔

نجمہ نے برجستہ کہا۔

اچھا ..... آپ بول لیتی ہیں۔

خلیل نے جھک کر شریر انداز میں کہا۔

اور نجمہ لجا کر نظریں جھکا گئیں۔

سندر بھی ہنس دی۔

تینوں ساتھ ساتھ چلتے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔

وہ بھیا بھی آگئے۔

نجمہ نے چونک کر سامنے پورچ کو دیکھا۔

رئیس احمد نے عینک اتار کر دیکھا۔ وہ دیکھتے رہ گئے۔

شہباز خوبصورت گاڑی سے باہر آیا اور غلام گردش کے پہلے زینے پر قدم رکھا ڈرائنگ روم میں چلئے جناب۔ مہمان میں-----

ملازم نے آکر کہا۔

بیٹا ادھر ہی آجاؤ.....

ماں کی آواز پر وہ چونکا.....

نگاہ اٹھا کر دیکھا سامنے برآمدے میں ماں پکار رہی تھی۔

وہ مسکراتا ہوا ادھر ہی آگیا۔

آؤ بیٹا..... دیکھ ..... کون آیا ہے۔

سکینہ بیگم نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا.....

کون لوگ ہیں امی.....

وہ چلتے چلتے بولا۔

چلو تو سہی ..... تم خود دیکھ لو گے۔

ماں نے کہا۔

دونوں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے.....

رئیس احمد کو دیکھ کر وہ یوں گویا ہوا اس جیسے گزشتہ ایام میں کوئی بات نہ ہوئی ہو۔ سندر نے نگاہیں جھکا لیں۔

لیکن خلیل نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

ان سے ملو بیٹا یہ خلیل ہے میری بیوی رضیہ کا حقیقی بھائی ..... رئیس احمد نے تفصیلاً تعارف کروالیا۔

اچھا اچھا.....

شہباز نے خلیل کا ہاتھ بڑی گرم جوشی سے دبایا۔ اور چند لمحوں میں دونوں بے تکلف دوستوں کی طرح محو گفتگو رہے۔

سندر شہباز سے نظریں نہ ملا رہی تھیں۔ ویسے بھی خلیل کے سامنے جھجک محسوس کر رہی تھی۔

چائے کا دور چل رہا تھا۔

نجمہ نے سندر کو آنکھ سے اشارہ کیا۔

دونوں کمرے سے باہر چل دیں۔

سندر تم جانتی ہو ..... میں تمہیں یہاں کیوں لائی ہوں۔ نجمہ نے سنجیدگی سے کہا۔

ہاں ..... اپنا کمرہ دیکھانے کے لیے۔

سندر بھی شریر ہو گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

ارے بہن ..... کمرہ دیکھانے کا شوق نہیں ہے مجھے۔

پھر کیوں؟

سندر ہنس دی۔

ارے پگلی..... بھیا سے اچھی طرح بولنا..... انہوں نے تمہارے بغیر بہت ازیت ناک دن گزارے ہیں۔ شب بیداری کی حد کر دی ہے بھیا نے۔

نجمہ کو بہت دکھ ہو رہا تھا۔ اسے شہباز کی حالت کا اندازہ تھا۔ میں تو بڑی خوش رہی ہوں ..... تمہیں میرا خیال کیوں نہیں ای۔

سندر نے چوٹ کی۔

چل چل..... یہ گلے شکوے.....

ایک دم پردا سرکا اور شہباز ہاتھ پر کوٹ اٹھائے داخل ہوا

آیئے آیئے..... بیٹھیے ..... بھیا.....

نجمہ نے اس کے ہاتھ سے کوٹ لیا اور باہر نکل گئی۔

شہباز نے دیکھا سندر کی پشت اس کی طرف تھی..... چہرا جھکائے وہ پلنگ پر بیٹھی تھی۔

ایک لمحہ بھی نہ گزرا ساری کلفتیں دور ہو گئیں ..... شہباز اس کے قریب چلا گیا۔

سندر .....

وہ اس کے پاس ہی تو بیٹھ گیا۔

وہ کسمسائی.....

اور شہباز نے ہاتھ کو پیچھے کی طرف کر کے بازو سندر کے گرد حمائل کر دیا۔

ہٹیئے---------- میں نہیں بولوں گی آپ سے .....

سندر نے کسمساتے پرے ہٹنے کی کوشش کی۔

کیسے نہیں بولو گی ..... اتنے دن تمہارے بغیر ویران گزارے ہیں۔ محبت

سے مغلوب ہو کر شہباز نے سندر کے عنابی ہونٹوں کو چوم لیا۔

بہت دنوں کا حساب لینا ہے جناب سے۔ شہباز اسے محبت سے دیکھ رہا تھا۔

ہ سرتاپا لرز گئی..... اور اپنے آپ کو شہباز کے ہی وجود میں چھپا لیا۔

سندر..... تم نے میرا اتنا بھی خیال نہ کیا کہ میں تمہارے بغیر کیسے زندہ ہوں گا۔

وہ محبت پاش نظریں سندر کی آنکھوں میں ڈال کر بولا۔

کیا کرتی شہباز..... میرے دل کی کیفیت کوئی نہیں جانتا..... کیا بتاؤں میں س قدر مجبور تھی۔

وہ ندامت امیز لہجے میں بولی۔

چلو مٹی ڈالو گزرے لمحات کو ..... اب کی بات کرو۔

وہ سر جھکا کر سندر کو دیکھنے لگا۔

آپ ناراض ہیں نا مجھ سے۔

سندر نے کہا۔

دیوانی ہو..... میں تم سے ناراض ہوں گا..... تم سے ..... جو میری رگوں ں گردش کرتے خون کی طرح ہے ..... میرا سرمایہ حیات ..... میری کائنات کی ونق ..... تمہیں اس بات کا احساس نہیں کہ میں تمہیں کس قدر چاہتا ہوں۔ ش تمہیں اس کا اندازہ ہو جاتا۔

وہ کس قدر عاجزانہ انداز میں بول رہا تھا۔

بھیا چائے تو پی لیں.....

نجمہ نے باہر سے ہی کہہ دیا۔

ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔

سندر شہباز کے کہنے پر کھڑی ہو گئی۔

بہت منت سماجت کے بعد شہباز نے رات کے کھانے پر روک لیا .....

www.pdfbooksfree.pk

رئیس احمد اور خلیل نے بہترا جانے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن سکینہ بیگم کے سامنے ان کی ایک نہ چلی.....۔

سکینہ بیگم نے بہت ہی پر تکلف کھانا تیار کیا ..... نجمہ اور سندر بلکہ شہباز اور سندر نے مل کر مرغ روسٹ کئے۔ سب نے مل کر کام کیا۔ خلیل ماموں ..... ادھر آیئے سلاد بنائیں۔۔۔۔۔۔۔ سندر نے جب خلیل کو ادھر ادھر منڈلاتے دیکھا۔ وہ خلیل کی دلی کیفیت جان گئی تھی۔

جی فرمایئے۔

خلیل فوراً کچن میں گھسا..... اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں۔ نجمہ نے سلاد کی سب چیزیں خلیل کے سامنے رکھ دیں۔

آپ پکڑاتی جائیں ..... میں کاٹتا جاتا ہوں۔

خلیل نے بہانہ بنایا۔

خلیل کی چالاکی پر نجمہ اور سندر دونوں ہنس دیں

پلاؤ کو دیکھ لینا ..... مدد کرتے کرتے کہیں چاول نہ خراب ہو جائیں شہباز از راہ مزاق نجمہ سے بولا۔

چالوں کو دم دے دیا ہے بھیا۔

نجمہ نے کہا۔

ارے یار مجھے بھی مدد کی ضرورت ہے۔

خلیل نے خوبصورت پلیٹ سجا کر نجمہ کو پکڑائی۔

دیکھ لو نجمہ ..... اچھی ہے ..... خلیل نے کہا.....

بہت اچھی .....

نجمہ صرف اتنا ہی کہہ سکی.....

میرا خیال ہے آپ اچھے باورچی ثابت ہو سکتے ہیں۔

شہباز نے پلٹ کی نفاست دیکھ کر کہا۔

ہاں بھئی ..... مستقبل میں ارادہ تو ہے۔

خلیل نے نجمہ کی طرف دیکھا۔

اف اللہ ..... خلیل ماموں ..... میں آپ پر یہ ظلم نہیں ہونے دوں گی۔

سندر نے بڑی محبت سے کہا۔

جب میں باورچی بن سکتا ہوں تو تم کیوں نہیں بن سکتے۔

شہباز نے خلیل سے کہا۔

ایک فلک شگاف قہقہ بلند ہوا ..... دونوں اپنی اپنی بات سمجھ کر خاموش ہو گئے۔

بڑے خوشگوار ماحول میں کھانا ختم ہوا۔ شب کے گیارہ بج چکے تھے۔۔۔ آنے کو کس کا جی چاہتا تھا۔ پھر بھی بادل نخواستہ اٹھنا ہی پڑا۔ ایک ہی ملاقات میں محفل گل گلزار بن گئی کئی محبتوں نے جنم لیا اور کئی محبتوں کو استحکام ملا۔ خلیل پوری طرح دیوانہ ہو چکا تھا نجمہ کا۔ اور شہباز تو پہلے ہی دیوانہ تھا سندر کا۔ بہت عرصہ وہ خانماں برباد رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اب گھر بن جائے..... لیکن وہ کیسے نجمہ کی بات کرے گا.....

رئیس احمد اس بارے میں بہتر معاون ثابت ہو سکتے ہیں..... اسے کیا معلوم کہ رئیس بہت پہلے ہی یہ سوچ چکے تھے..... صرف کسی مناسب وقت کے منتظر تھے۔ وہ تو خود نجمہ کے روپ میں خلیل کا گھر بسانا چاہتے تھے۔

خلیل ایک اچھا مسلمان تھا۔ وہ مکمل طور سے صوم و صلواۃ کا پابند تھا۔ دین اسلام سے اسے مکمل عبور حاصل تھا۔ اس کے کردار و افعال سے کوئی بھی یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے آباؤ اجداد کس مذہب کے پیروکار تھے..... اب وہ ایک مکمل مسلمان تھے۔

www.pdfbooksfree.pk

22

سندر بیٹے.....

وہ غلام گردش میں آ کر پکارا۔

آجایئے خلیل ماموں----------

سندر نے اپنے کمرے سے آواز دی۔

باہر جاؤ گی۔ نہ جانے کیوں وہ تنہا نہ جانا چاہتا تھا۔

خلیل نے کہا۔

چلو پھر..... آج تمہیں اپنے عزیز ترین دوست کے ہاں لے کر چلتا ہوں..... بہت عرصہ ہی ہو گیا ہے اس سے ملے ہوئے۔

چلئے۔

لباس تبدیل کر کے جانے کے لئے تیار ہو گئی۔

سندر۔

وہ سٹرینگ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

جی.....

کیا خیال ہے نجمہ کو لے جائیں.....

خلیل نے کہا۔

ضرور لے جائیں..... سندر پوری رضامندی سے بولی۔

وہ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

اچھا..... تم کہتی ہو تو لے چلتے ہیں۔

خلیل نے کہا۔

بہت چالاک ہیں آپ.....

سندر ہنس دی۔

اور گاڑی شہباز کے گھر کے سامنے رکی۔

دونوں گاڑی سے اتر کر لان میں اتر گئے۔

سکینہ بیگم دھوپ میں بیٹھی کسی کپڑے کی خراش تراش کر رہی تھیں۔

آداب خالہ جان۔

آؤ بیٹی جیتی رہو..... آؤ خلیل بیٹے۔

وہ ہمہ تن شفقت بن گئیں۔

شکریہ۔

خلیل ان کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

نجمہ کہاں ہے۔ خالہ جان۔

سندر نے کہا۔

اپنے کمرے میں ہو گی بیٹی.....

سکینہ بیگم نے تراشیدہ کپڑوں کو ایک طرف رکھ دیا۔

میں اسے لاتی ہوں۔

سندر ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی نجمہ کے کمرے میں پہنچ گئی۔

نجمہ----------

وہ دروازہ سے بولی۔

آجاؤ..... اکیلی آئی ہو۔

نجمہ نے متلاشی نظریں پشت کی جانب ڈال دیں۔

جی نہیں..... ماموں خلیل بھی ہیں..... اور آپ ادھر لان میں تشریف لایئے۔

سندر نے کہا۔

کیوں.....

نجمہ نے دلچسپی سے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

سیر کو چلیں..... خلیل ماموں ہمیں گاؤں لے کر چلیں گے۔

سندر بڑی معصومیت سے خوش ہو کر بولی۔

امی سے اجازت لے لی۔

دل ہی دل میں نجمہ کا جی بھی چاہ رہا تھا۔

تم اٹھو تو سہی..... اجازت بھی لے لیں گے۔

سندر نے نجمہ کا بازو پکڑ کر کھینچا۔

اچھا بابا..... ٹھہرو جوتا تو پہن لوں----------

وہ جوتا گھسیٹتے ہوئے چل دی۔

خالہ جان ہم گاؤں جارہے ہیں..... ہمیں اجازت دیں۔ نجمہ بھی ہمارے ساتھ چلی جائے۔

خلیل نے بغور سکینہ بیگم کے چہرے کی طرف دیکھا۔

لیکن سندر کی بات ٹالنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔

اچھا بیٹی چلی جاؤ..... شہباز نہ کچھ کہے۔

سکینہ بیگم کو شہباز کی طبیعت کا بھی علم تھا کہ وہ نجمہ کو کہیں آنے جانے سے گریز کرتا تھا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بھی وہ مشرقی تہذیب کا دلدادہ تھا۔

آپ شہباز کی فکر نہ کریں..... میں اسے سنبھال لوں گا۔

خلیل نے کہا۔

اچھا بیٹا لے جاؤ.....

سندر بہت خوش ہوئی.....

تینوں خوش خوش گاڑی میں سوار گاؤں روانہ ہو گئے..... شہر سے باہر مضافاتی بستی میں داخل ہوئے گاڑی ایک بہت بڑی حویلی میں لوہے کے گیٹ میں داخل ہوئی۔ گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہی حویلی کے ملازم نے بھاگ کر بڑی

تیزی اور تمیز سے کار کا دروازہ کھول دیا۔

سلام صاحب۔

ملازم نے کہا۔

تینوں باہر نکل آئے۔

اہل خانہ گھر میں موجود ہیں.....

خلیل نے ملازم کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے کہا۔

سب ہی موجود ہیں سرکار..... آپ تشریف رکھیں..... میں اطلاع کرتا ہوں۔

ٹھیک ہے۔

لیکن چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ انتہائی نفیس آدمی باروعب شخصیت کا مالک باہر آگیا۔

آداب انکل.....

ارے..... خلیل بیٹے تم..... اتنی مدت کہاں رہے۔

حویلی کے مالک حفیظ علی بڑی گرم جوشی سے خلیل سے بغل گیر ہوئے..... بعد میں انہوں نے نجمہ اور سندر کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

آجاؤ اندر..... میرے بچو.....

وہ تینوں کو حویلی کے اندر لے گئے..... حویلی کیا تھی ایک محل تھا۔

سعید کی ماں ..... دیکھو کون آیا ہے.....

وہ بڑے مسرت بھرے انداز میں بولے۔

ایک وسیع و عریض غلام گردش کا زینہ پار کر کے حفیظ علی کی بیوی عزیز خاتون قریب آگئیں۔

ارے خلیل بیٹا..... آج چاند کہاں سے نکل آیا.....

وہ خلیل کی پشت پر ہاتھ پھیر کر بولیں۔

www.pdfbooksfree.pk

شکر کرو نکل تو آیا..... آپ نے کونسی خیرلی اس چادر کی۔ خلیل نے مزاحیہ انداز میں اپنے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ خوش رہو بیٹا..... یہ بچیاں کون ہیں پتہ تو چلے وہ سندر کی معصوم صورت دیکھ کر بولیں

یہ تو ہے میری بھانجی..... اور یہ لڑکی ہے..... بس لڑکی.....

وہ اور کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

بڑی پیاری ہے بچاری لڑکی .....

عزیزہ خاتون نے بڑی محبت سے نجمہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

سب لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

سعید کہاں ہے۔

خلیل نے کہا۔

آتا ہی ہو گا.....

عزیزہ خاتون سندر کو گھورتے ہوئے بولیں۔

خلیل بھیا..... بڑی دیر کے بعد آئے آپ.....

دوسری سمت سے نوجوان پتلی دبلی پیاری سی لڑکی پھدکتی ہوئی قریب آگئی۔

ارے واہ..... میری پیاری بہن تو اب آئی ہے.....

خلیل نے بڑے بوڑھوں کی طرح نادرہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔

آؤ بیٹھو.....

نجمہ نے اسے اپنے پاس بیٹھا لیا۔

چند ثانئے عزیزہ خاتون عجیب قسم کے مخمصے میں پڑ گئیں کہ نادرہ اور نجمہ حد درجہ ہم شکل لگ رہی تھیں..... یہ بات عزیزہ خاتون کی بجائے حفیظ احمد اور خود خلیل نے بھی محسوس کی۔

اس دوران سعید بھی موٹر سائیکل سے اتر کر ادھر ہی آگیا۔

ہیلو خلیل۔

دونوں بڑی گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے۔

جب سے تم نے مسٹر انوار کی نوکری کی ہے..... بھول گئے ہو.....

سعید نے شکوے شکایت کا دفتر کھول دیا۔

ارے یار..... تمہیں بھولنا میرا اختیار نہیں ہے..... بس وقت کی کمی تھی جو آ نہ سکا۔

خلیل نے معذرت خواہی کا انداز اپنا لیا۔

عزیزہ خاتون ابھی تک نجمہ کو گھورے جا رہی تھیں..... نادرہ اور نجمہ کا مشکل ہونا ان کے لئے حیرت زدہ تھا۔

نجمہ نے جھجکتے ہوئے نادرہ کی طرف اور پھر خلیل کی طرف دیکھا۔ نجمہ کو خود نادرہ کی صورت جانی پہچانی لگ رہی تھی۔

کچھ مہمانوں کو کھلایا پلایا بھی ہے۔ نادرہ صاحبہ.....

سعید نے نادرہ سے کہا۔

چونک کر نادرہ اٹھی۔

اور چند سیکنڈ میں چائے کئی عدد لوازمات کے ساتھ آگئی۔

بہت سی باتیں ہوتی رہیں..... عزیزہ خاتون اور حفیظ علی خلیل سے کچھ اہم باتیں کرنا چاہتے تھے۔

تینوں لڑکیاں بھی کافی بے تکلف ہو چکی تھیں۔

نادرہ..... بیٹا جاؤ اپنے کمرے میں..... بہنوں سے وہیں باتیں کرو۔ ٹھیک ہے امی.....

تینوں اٹھ گئیں۔

حفیظ علی نے میدان صاف دیکھا تو بولے۔

خلیل بیٹے نادرہ اور سعید کی بات پکی کر دی ہے۔

v.good بہت اچھا کیا..... مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

خلیل نے بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔

اور تاریخ بھی مقرر کر دی ہے.....

عزیزہ خاتون نے کہا۔

میرے لئے حکم.....

خلیل نے کہا۔

تمہارے لئے یہ حکم ہے بیٹے کہ کم از کم شادی سے قبل ایک ہفتے کی چھٹی لے لو.....

حفیظ علی بڑی الجھن میں گرفتار نظر آرہے تھے.....

مجھ پر تو ابا کو یقین ہی نہیں ہے.....

سعید نے کہا۔

ہاں بیٹا خلیل سمجھدار نوجوان ہے..... زمانے کے نشیب و فراز دیکھ چکا ہے۔

ویسے بھی وہ ایسے کاموں میں سمجھ بوجھ رکھتا ہے۔

حفیظ بھی بولے۔

آپ بے فکر رہئے..... میں انشاء اللہ ضرور چھٹی لے لوں گا۔

شاباش بیٹا.....

خلیل ان لوگوں کی محبت سے پہلے ہی مرعوب تھا۔

سعید کے بعد خلیل بیٹے کی باری ہے۔ عزیزہ خاتون نے کہا۔

خلیل ہنس دیا.....

ہاں یار کوئی لڑکی دیکھ لو..... ہم پہنچ جائیں گے.....

سعید شریر انداز میں بولا۔

ارے نہیں بھئی..... ہماری ایسی قسمت کہاں..... کون پسند کرے گا.....

خلیل نے شریر انداز میں ہی جواب دیا۔

کیوں..... تمہارے سر پر سینگ ہیں کیا.....

سعید ہنس دیا۔

انشاء اللہ وقت آنے پر خلیل بیٹے کی بھی شادی دھوم دھام سے ہو گی۔

عزیزہ خاتون نے بڑی محبت سے کہا۔

تم بڑے خوش قسمت ہو بیٹا..... تمہیں تمہارے اپنوں میں سے کوئی تو ملا۔

آپ درست فرماتی ہیں..... گو میری بہن زندہ نہیں ملی..... لیکن سندر کے روپ میں اس کی بہت سی کمی پوری ہو گئی ہے۔

بہت خوبصورت ہو گی تمہاری بہن.....

عزیزہ خاتون نے کہا۔

جی ہاں بہت..... ویسے اس بات کو بیس سال گزر چکے ہیں..... تقسیم ہند کے وقت میں بہت چھوٹا تھا..... ویسے صورت تو نہیں بھولی مجھے..... سندر بالکل ہی ناک نقشے کی مالک ہے۔

وہ بڑی اداسی کے ساتھ بولا۔

ادھر شام کے سائے پھیلتے ہی شہباز کی گاڑی گیٹ سے داخل ہوئی.....

سکینہ بیگم نے بڑا دروازہ کھول کر غلام گردش میں آکر دیکھا۔ آ گئے بیٹا.....

وہ بڑی محبت سے بولیں۔

امی آپ باہر کیوں کھڑی ہیں..... نجمہ کہاں ہے.....

شہباز نے غلام گردش کی بتی آن کرتے ہوئے کہا۔

ناراض نہ ہونا بیٹا..... خلیل اور سندر اسے لے گئے..... کہیں دعوت کا پروگرام تھا ان کا۔

www.pdfbooksfree.pk

سندر..... آئی تھی.....

شہباز دلچسپی سے بولا۔

ہاں بیٹا..... لیکن تم اس قدر لیٹ کیوں آئے ہو۔

ماں نے شکایت کی۔

اماں..... کام بہت تھا.....

دونوں ماں بیٹا اندر چلے گئے۔

عین اس وقت..... خلیل سندر اور نجمہ داخل ہوئے.....

شہباز اور خلیل نے اچھے دوستوں کی طرح ہاتھ ملائے..... سندر اور نجمہ دوسرے کمرے میں چلی گئیں..... نجمہ ویسے بھی بھائی کے خوف سے شہباز کا سامنا نہ کر سکتی تھی۔

دن گزرتے گئے شہباز اور خلیل کی دوستی بھی گہری ہو گئی..... دونوں سعید کے پاس جانے لگے۔

عزیزہ خاتون کو شہباز کی ہنس مکھ طبیعت بہت پسند آئی۔ آہستہ آہستہ شادی کے دن قریب آ گئے۔ خلیل کا سعید کی شادی میں بڑا عمل دخل تھا۔ خلیل ویسے بھی ان لوگوں کی بہت عزت کرتا تھا۔ حافظ جی کے انتقال کے بعد حفیظ علی اور اہل خانہ نے خلیل کو بیگانگی کا احساس نہیں ہونے دیا تھا یہی وجہ تھی کہ خلیل کو پورا پورا اختیار تھا کہ وہ جسے چاہے اس شادی میں مدعو کرے۔ اس لئے خلیل نے ایک ماہ کی چھٹی لے لی تھی..... تاکہ تسلی اطمینان اور یک سوئی کے ساتھ وہ سعید کی شادی میں شرکت کر سکے۔ خلیل نے اپنے دوست احباب بلکہ ثروت جہاں اور دیگر اہل خانہ کو بھی شرکت کی دعوت دی اور سکینہ بیگم شہباز نجمہ رئیس احمد سندر کو خاص طور سے مدعو کیا۔

نادرہ شرمائی سجائی اپنے کمرے میں بیٹھی تھی.....

عزیزہ خاتون نے خلیل کو ہدایت کی تھی کہ اپنے تمام عزیز دوست احباب کو

چند دن پہلے شادی میں بلائے۔ تاکہ رونق رہے..... ثروت جہاں نے تو انکار کر دیا۔ البتہ سکینہ بیگم نجمہ اور سندر چلی گئیں.....

سکینہ بیگم شدید طور سے حیران تھیں کہ عزیزہ خاتون والہانہ محبت کرتی ہیں نادرہ سے..... لیکن سعید سے شادی..... کیا مطلب..... کیا نادرہ ان کی عزیز یا رشتہ دار ہے..... یا اس بچی کا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ نادرہ کی صورت کو دیکھتی تو کلیجہ شک ہو جاتا..... قدرت نے میری نجمہ سے کتنی صورت ملا دی اس کی..... نادرہ اداس ٹیک لگائے بیٹھی تھی..... سکینہ بیگم نے بڑی محبت سے نادرہ کی پیشانی چوم لی۔

لیٹ جاؤ..... میری بچی تھک جاؤ گی.....

نادرہ کی سہیلی کھل کھلا کر ہنس دی.....

خالہ جان نادرہ نے کونسا سفر کرنا ہے..... یہی گھر اس کا اور یہی سعید بھائی

نادرہ جھینپتی ہوئی مسکرا دی۔

سکینہ بیگم بھی مسکرا دیں.....

یہ بیٹی بہت اچھی بات ہے..... سعید بہت نیک اور اچھا نوجوان ہے۔

بہن آپ نے چائے پی۔ وہ جنوری شروع کی موسمی رم جھم دیکھ کر عزیزہ دن کمرے میں آ کر پوچھنے لگیں۔

ناشتے کے بعد تو پی تھی بہن جی.....

اب پھر بن رہی ہے..... پی لیں..... سردی ہے..... لڑکے پی رہے ہیں ہے۔

سکینہ بیگم ہنس دیں۔

مجیدہ..... وہ ملازمہ سے بولیں۔

جی بی بی.....

www.pdfbooksfree.pk

بہن جی کے لئے اور نادرہ کے لئے چائے بھی لے آؤ انڈے بھی.....

نہیں نہیں مجیدہ میں انڈا نہیں لوں گی..... نادرہ بیٹی کے لئے لے آنا۔

سکینہ بیگم نے کہا۔

میں صرف چائے امی..... انڈا نہیں لوں گی.....

وہ عزیزہ خاتون سے بولی۔

عزیزہ خاتون چونک گئیں۔

تم نے صبح ناشتہ بھی نہیں کیا۔ کئی دنوں سے دودھ بھی نہیں پی رہی۔ ..... میری جان کس بات کا غم ہے تمہیں..... یہ گھر یہ حویلی یہ سب کچھ کس کا ہے..... تمہارا ہے..... تم نے تو کسی کو نہیں چھوڑا..... تو اپنے والدین کے پاس ہی رہے گی..... میری بچی.....

عزیزہ خاتون نے جھک کر نادرہ کو چوم لیا۔

سکینہ بیگم بغور دیکھ رہی تھیں..... وہ عزیزہ سے بہت کچھ دریافت کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن نادرہ کی موجودگی میں پوچھنا ممکن نہ تھا۔ اسی وقت نجمہ سندر اور دیگر لڑکیاں نادرہ کو کھینچ کر لے گئیں۔۔ اتنا اچھا موسم ہے..... اور تم اندر گھسی ہوئی ہو۔

مناز لڑکی نے کہا۔

چلو چلو اٹھو..... باغ میں چلتے ہیں.....

کوثر نے نادرہ کا بازو پکڑا اور باہر لے گئیں۔

سکینہ بیگم تو پہلے ہی یہ پوچھنا چاہتی تھیں..... انہوں نے جرات کر ہی لی۔

بہن جی..... یہ ذاتی سا سوال ہے۔ برا نہ منائیے گا..... سکینہ بیگم کا لہجہ عاجزانہ تھا۔

جی..... پوچھئے..... برا ماننے کی اس میں کونسی بات ہے۔

نادرہ سے آپکا کیا رشتہ ہے۔

سکینہ بیگم نے ایک دم پوچھ لیا۔

جی..... نادرہ رشتہ میرا----------

عزیزہ خاتون شش و پنج میں پڑ گئیں۔

بہن یہ سوال کر کے آپ نے مجھے ماضی یاد دلا دیا ہے..... یقین جانیں نادرہ کو میں اپنے ہی جسم کا ایک حصہ سمجھتی ہوں۔ میں نے اسے پوری مامتا دی ہے۔

عزیزہ خاتون نے کہا۔

یہ تو ظاہر ہو رہا ہے..... لیکن میرا مطلب کہ نادرہ ہے کون لڑکی-----

بتائیے..... نادرہ مجھے کیسے ملی۔

حویلی کے صحن میں عزیزہ خاتون ایک دس سالہ خوبصورت لڑکے کی کنگھی کر رہی تھیں..... کہ ایک بھاگی ہوئی خستہ حال عورت ان کے پاس آئی۔ اس وقت پاکستان کو بنے ہوئے صرف ایک ماہ ہو چکا تھا.....

کون ہو تم..... عزیزہ خاتون لڑکے کو ایک طرف کرتے بولیں۔

میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے جو میں اس کے حفاظت کر سکوں۔ یہ کہہ کر اس نے نادرہ کو جو ایک چادر میں لپٹی ہوئی تھی..... میرے سامنے چارپائی پر ڈال دیا۔ نادرہ بے ہوش نظر آ رہی تھی۔ یہ کون بچی ہے کچھ بتاؤ تو۔

عزیزہ خاتون نے کہا۔

وہ بولی اسے کئی دن ہو گئے ہیں کچھ کھائے پیئے..... میرا اب آخری وقت آ گیا ہے..... یہ مجھے راستے میں چھپی ہوئی ملی تھی..... میں ٹھکانہ تلاش کرتی کرتی یہاں تک پہنچی ہوں..... یہ اس کی چیزیں ہیں..... اس نے چادر میں ایک طرف اشارہ کیا۔

تم کون ہو.....

عزیزہ خاتون نے اس کی اڑتی رنگت..... سفید ہوئے ہونٹوں کو غور سے دیکھ کر کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

میں صرف اس وقت ایک عورت ہوں..... میرے سب عزیز رشتہ دار قتل ہو گئے ہیں..... اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے---------- آپ اس کو اپنے پاس----------

آگے اس کو اجازت نہ ملی- وہ دھڑام سے زمین پر گری اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی- وہ بے حس وحرکت گھاس پر پڑی تھی..... عزیزہ خاتون نے اس کی ہی چادر اس پر ڈال دی تھی-

عزیزہ خاتون نے اس لاوارث عورت کی تجہیز و تکفین اسلام اصولوں کے تحت بڑے اچھے طریقے سے کی- آخری غسل دینے پر علم ہوا کہ اس کا سارا جسم زخموں سے چور تھا..... جن پر کوئی مرہم نہیں تھا اور نہ دوائی- اور اس کے پیٹ میں نصف فٹ گہرا زخم تھا..... جس میں کیڑے پڑ چکے تھے- اس وقت میں نے نادرہ کی نگہداشت شروع کر دی- قدرت نے اسے زندگی دی اور یہ اس قدر کمزور ہونے کے باوجود صحت پکڑ گئی- اب یہ آپکے سامنے ہے-- میں نے اس کے والدین کی بہت تلاش کی مگر مایوس رہی..... اب میں نے اس امید کو ختم کر دیا ہے- اور نادرہ کو اپنی ہی روح میں درایت کرنے کے لئے میں اس کو اپنے بیٹے سعید سے بیاہ دیا ہے- نادرہ بہت ہی اچھی لڑکی ہے-

آپ نے بہت اچھا کیا..... جو نادرہ کو اس قدر مضبوط سہارا دیا-

یہ دیکھیں میں نے تو اس کی سب چیزیں جو وہ عورت میرے حوالے کر گئی تھی..... سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں- یہ کہہ کر عزیزہ خاتون نے ایک گھڑی سکینہ بیگم کے سامنے کھول دی-

کنگھن..... یہ چوڑیاں..... یہ کرتہ..... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں..... اور پیسے..... یہ تصویر میرے شوہر کی.....

سکینہ بیگم ایک ایک چیز کو اٹھا کر سینے سے لگانے لگیں..... بہن..... یہ میری فوزیہ ہے..... یہی میری فوزیہ ہے..... اس کی کمر دیکھ لو..... زخم کا نشان ہے..... فوزیہ بیٹی..... میری بچی..... وہ دیوانہ وار کمرے سے باہر بھاگیں.....

عزیزہ خاتون سکتے کے عالم میں سب دیکھے جا رہی تھیں..... اس اثنا میں سب لوگ کمرے میں جمع ہو گئے..... میں بھی کہوں نادرہ نجمہ کہ ہمشکل کیوں ہے..... سکینہ بیگم نے نادرہ کو لپٹا لیا..... نجمہ اور شہباز نے نادرہ (فوزیہ) کو لپٹا لیا- بیس برس کے بعد ان کو قدرت نے عطیہ دیا..... ان کی گم شدہ بچی عزت کے ساتھ ان کو واپس مل گئی..... سکینہ بیگم سجدے میں گر گئیں-

شادی کا ہنگامہ ختم ہو گیا..... سکینہ بیگم سعید فوزیہ کو کچھ دنوں کے لئے اپنے ہاں لے آئیں تھیں..... فوزیہ کیا ملی کہ ساری کائنات کی خوشیاں مل گئیں- چاروں جانب چاندی چاندی بکھر گئی..... مدت سے ترستی آنکھوں کو سکون نصیب ہوا-

23

فوزیہ کے ملاپ سے ثروت جہاں کی دکھتی رگ کو ضرب کاری سے آشنا ہونا پڑا- وہ اپنے پلنگ پر بیٹھیں آنسو بہا رہی تھیں..... فضا میں ہلکی ہلکی سی سسکیاں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں-

بیگم کیا ہوا- یہ رونا----------

انوار احمد بہت حیرت زدہ انداز میں بولے- اور انہوں نے چشمہ ہٹایا- کچھ بھی نہیں بس یوں ہی- ثروت جہاں نے آنکھیں صاف کیں-

ارے بیگم" اب رونے دھونے سے فائدہ ..... ایک عرصہ بیت چکا ہے ..... وہ تو مقدر اچھے تھے سکینہ بیگم کے ..... بیٹی مل گئی..... ورنہ لاتعداد قتل ہوا ہے- انوار احمد بھی افسردہ ہو گئے تھے-

میری بہن نصرت تو اسی وقت ہندو غنڈوں نے قتل کرتے دی تھی ..... جب

www.pdfbooksfree.pk

میاں جی کی خبر رئیس کے ہاں پہنچی تھی۔

اس نے تو ہندو غنڈوں کو ہنگامہ کرتے دیکھ لیا تھا۔ بلکہ میاں جی کے ساتھ اسی وقت سب حویلی کو ہی قتل کر دیا تھا۔

ثروت جہاں سسک سسک کر رونے لگیں ..... ماضی کی اذیت ناک داستان کی یاد سینے میں پھانس کی طرح چبھنے لگیں۔ ماں اور باپ کی دلدوز چیخیں تصور میں ہی ان کا سینہ چیرنے لگیں۔

انوار احمد خاموش رہے۔

اس نگوڑی ملک تقسیم نے کتنے گھر تباہ کئے۔

ثروت جہاں نفرت سے بولیں۔

خدا کا لاکھ شکر ہے کہ آج ہم آزاد ہیں۔ اگر چند جانیں تلف ہو گیں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔

انوار احمد نے فوراً کہا۔

حرج کیوں نہیں ..... میری اتنی پیاری بہن دنیا سے چلی گئی۔ آپ کہتے ہیں حرج ہی نہیں۔

ارے بھئی نصرت آپا تو حویلی سے بھاگ گئیں تھیں۔

ہاں بھاگ تو گئیں تھیں..... اور انہیں راستے میں کہیں بیٹے سمیت قتل کر دیا ہے انوار احمد خاموش ہو گئے۔

سندر کے کمرے کا زینہ چڑھتے ہوئے وہ ایک دم کسی سے ٹکرائی۔

او ہو ..... آپ ہیں ..... مس نجمہ صاحبہ..... چوٹ تو نہیں آئی۔

خلیل اگر نجمہ کو پکڑ نہ لیتا تو شاید وہ گر جاتی۔

جی ..... جی ..... نہیں .....

وہ جھجکتے ہوئے بولی.....

نجمہ .....

جی ..... اسے یوں لگا جیسے بہت دور سے بول رہا ہو۔

کبھی شرف ملاقات تو بخشئے۔

وہ حد درجہ مہذب انداز میں بولا۔

لیکن نجمہ خاموش رہی۔

نجمہ ..... میری بات کا جواب نہیں دو گی۔

خلیل نے نجمہ کو ٹھوکا دیا۔

جی ..... کیا دوں .....

صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

ارے بھئی کہیں باہر ملو..... یہاں بھی تم کم آتی ہو۔

خلیل نے نجمہ کو دونوں شانوں سے تھام لیا۔

نجمہ کسمسائی ..... شرم حجاب مانع تھا..... منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ محبت کی چاشنی روح تک سرایت ہو گئی۔

آؤ ایک ساتھ سندر کے پاس چلیں.....

وہ نجمہ کے ہاتھ کو تھامے سندر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ارے ..... آپ لوگ.....

سندر کو بالکل حیرت نہیں ہوئی۔

سندر تمہیں حیرت نہیں محسوس ہوئی۔ ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر۔

یں ماموں ..... حیرت کی تو بات ہی نہیں۔

سندر ہنس دی۔

پھر وقت کے ساتھ ساتھ خلیل اور نجمہ کی محبت لازوال بنتی گئی..... اس رستے پر چلتے چلتے ..... آخری حدوں تک پہنچ گئے۔

ما شاء اللہ لڑکا جوان ہو ہی گیا۔ وہ سامنے شہباز کی خوبصورت تصویر دیکھ کر لا۔

www.pdfbooksfree.pk

شہباز برآمدے میں آتے آتے ٹھٹکا۔

ہاں نصین ..... آہستہ بولو۔ ..... دیواروں کے کان ہوتے ہیں.....

سکینہ بیگم فوراً پریشان ہو گئیں۔

تم سناؤ ..... تمہیں کیسے میری پہچان ہوئی.....

سکینہ بیگم چونکی ہو گئیں تھیں۔

کیسے نہ پہچانتی ..... کل آپ کو بازار میں اچانک دیکھا..... اچھی طرح دل کو یقین آیا تو آج آگئی۔

نصین نے بغور شہباز کی تصویر دیکھی۔

اندر اندر سے سکینہ بیگم کا دل لرز رہا تھا کہ کہیں یہ عورت بھید ہی نہ کھول دے۔ کہاں گھر ہے تمہارا۔

سکینہ بیگم نے کہا۔

میں ادھر ہی الطاف کالونی میں رہتی ہوں ..... میری بھی دو بیٹیاں ہیں.....

نصین نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے اٹھ کر کہا۔

اور میاں.....

سکینہ بیگم بولیں۔

وہ بچارہ دو سال ہوئے انتقال کر گیا .....

اب گزر اوقات کیسے ہوتی ہے۔

سکینہ بیگم نے باہر کھڑکی میں جھانکتے ہوئے کہا ..... لیکن شہباز اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔ عجیب قسم کے اندیشے اس کے اندر ہیجان پیدا کر رہے تھے۔ تو کیا میں ..... کس کا بیٹا ہوں ..... اس عورت نے بتایا نہیں۔ وہ ایک دم اٹھ بیٹھا۔

وہ ایک دم اٹھ بیٹھا۔

اگلے پچھلے خیالات کے ہجوم نے اس کی روح کو انجانے راستوں میں الجھا دیا۔ وہ کون ہے ..... اس کی کیا شناخت ہے ..... کیا امی نے مجھے راستے میں پڑا

ہوا پایا ہے۔ میں کون ہوں ..... میں کون ہوں ..... میں .... وہ ایک دم سے چونکا ..... دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تھی۔ نصین گیٹ سے نکل گئی تھی ..... شہباز پچھلے دروازے سے نکل کر دبے پاؤں ..... نصین کے تعاقب کو چل دیا ..... چار پانچ گلیاں عبور کر کے وہ عورت ایک متوسط چھوٹے سے مکان میں داخل ہوئی ..... وہ وہاں سے پلٹ آیا تھا تمام شب وہ سو نہ سکا درد و کرب کی ایک لہر جس نے اس کے حواس کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

وہ پریشان حال بغیر ناشتہ کئے ..... آفس کے لئے تیار ہو گیا۔

بیٹا .... میری جان ..... ناشتہ نہیں کرو گے۔

سکینہ بیگم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

نہیں امی ..... دل نہیں چاہ رہا۔

وہ یوں محسوس کر رہا تھا جیسے مصنوعی زندگی گزار رہا ہوں۔

دل نہیں چا رہا ..... طبیعت ٹھیک ہے تمہاری.....

سکینہ بیگم نے شدید محبت سے بیٹے کو دیکھا.....

وہ بھی سکینہ بیگم کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا ..... کیا تلاش کر رہا تھا .... کچھ نہ جان سکا .....

کیا بات ہے بیٹا ..... تمہیں کیا چاہیے .....

سکینہ بیگم نے شدید محبت کے ناطے شہباز کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا' کچھ نہیں امی .....

وہ سکینہ بیگم کے ہاتھ ہٹا کر باہر نکل گیا۔

یا الٰہی.....

سکینہ بیگم کے سینے میں درد کی لہر برق بن کر سارے بدن میں دوڑ گئی۔ وہ سہارا لینے کے لئے ستون کی طرف بڑھیں ..... کہ نجمہ نے اسے تھام لیا....

امی کیا ہوا .....

www.pdfbooksfree.pk

نجمہ نے ماں کی آڑتی رنگت کو دیکھ کر کہا۔

کچھ نہیں .....بس چکر سا آگیا ہے۔

سکینہ بیگم نے پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔

چلیں اندر.....۔

وہ ماں کو سہارے کے ساتھ اندر کمرے میں لے گئی۔

شہباز بات کی تہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ نصین کا گھر تو اس نے دیکھ لیا تھا۔ آج موقعہ ملا اور وہ دفتر کی بجائے سیدھا نصین کے گھر پہنچا۔ دستک دینے پر نصین کی چھوٹی بیٹی باہر آئی۔

جی.....کس سے ملنا ہے آپکو.....۔

اماں نصین ہے.....۔

شہباز نے کہا۔

جی.....لڑکی اندر چلی گئی۔

چند لمحوں کے بعد نصین منہ میں پان پچر پچر چباتے باہر آئی۔

اے بیٹا کس سے ملنا ہے تمہیں۔

نصین جو اچھی صحت کی مالک تھی..... شہباز کو بغور دیکھ کر کہا۔

آپ سے .....اماں نصین سے۔

شہباز خوش مزاجی سے بولا۔

مجھ سے.....کس لئے بیٹا..... کوئی کام ہے.....۔

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

کہیں بیٹھنے کو کہیں تو بتاؤں.....۔

اچھا آؤ بیٹھک میں آ جاؤ.....۔

دونوں بیٹھک میں داخل ہوئے۔

ہاں اب کہو.....کیا بات ہے۔

نصین نے شہباز کے چہرے کو بغور دیکھا.....جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

آپ سچ سچ بتائیے میں کون ہوں۔

کیا ..... باولے ہو ..... تمہیں کیسے میں جانوں ..... مجھے کیا معلوم ..... نصین نے حیرت کا اظہار کیا۔

میرا مطلب کہ آپ نے میری امی کو کہا تھا کہ میں ان کا بیٹا نہیں ہوں ..... کل میرے گھر..... شہباز نے اس کی یاداشت ٹٹولتے ہوئے کہا۔

ارے ہاں ..... بی بی سکینہ کے ہاں ..... میں سمجھ گئی ..... تم نصرت جہاں کے بیٹے ہو ..... سیٹھ قاسم علی کی چھوٹی بیٹی ..... رئیس احمد ان کا ایک ہی بھائی۔

رئیس احمد ..... آپ پہچان لیں گی ان کو ..... وہ بری طرح اچھلا۔

تم رئیس احمد کو جانتے ہو .....

نصین نے کہا۔

وہ اس شہر میں رہتے ہیں ..... اگر تم ملنا چاہو ..... تو میں لے چلتا ہوں ..... شہباز کا دل بات کی تہ تک پہنچنے کو چاہ رہا تھا۔

آیئے .....

فوراً نصین کو گاڑی میں بٹھا کر وہ رئیس لاج لے گیا۔

وہ بہت جلد رئیس لاج پہنچ گیا تھا۔

نصین کو سیدھا ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

آپ بیٹھیں میں ابھی آہا ہوں۔

وہ باہر آگیا.....

ارے آپ ..... خیریت تو ہے۔

سنبر نے حیرت کا اظہار کیا۔

www.pdfbooksfree.pk

کیا حال ہے ..... ٹھیک تو ہو---------

وہ سندر کے قریب آتے بولا۔

آپ سنائیں ..... وقت بہت کم ملتا ہے جناب کو آنے کا .....

وہ ابھی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ دوسری طرف سے رئیس احمد نائٹ گاؤن میں ملبوس ادھر ہی نکل آئے۔

آداب چچا جان۔

جیتے رہو بیٹا ..... کیسے آنا ہوا۔

آپ سے ایک شخصیت ملوانے آیا ہوں۔

وہ ہنس دیا۔

شخصیت ..... کوئی اہم ہے۔

وہ حیران ہو گئے۔

جی ہاں اہم ہی ہے ..... آپ چلئے داخل ہوئے .....

نصیبن کو دیکھ کر وہ ٹھٹھکے .....

نصیبن ..... تم ..... یہاں کیسے ..... تم حویلی میں سے کیسے نکل آئیں وہ نصیبن کے پاس چلے گئے۔

چھوٹی سرکار.....

نصیبن سے ضبط نہ ہو سکا ..... رئیس احمد کو قریب دیکھ کر زارو قطار رونے لگی۔

رئیس احمد نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا ..... حوصلہ کرو ..... سناؤ کیسی ہو ..... اس وقت تمہاری نئی نئی شادی ہوئی تھی۔

رئیس احمد کو ماضی یاد آنے لگا۔

ہاں ..... رئیس بابو ..... بہت اچھا وقت گزرا ..... خدا اسے جنت نصیب کرے اچھا بھی بہت تھا۔

انتقال کر گیا تمہارا شوہر۔

رئیس احمد نے چونک کر کہا۔

جی ہاں یہاں آکر ہی اللہ کو پیارا ہوا فیض ..... دو بیٹیاں ہیں میری.....

نصیبن نے چہرا صاف کرتے ہوئے کہا۔

اب گزارہ کیسے ہو رہا ہے۔

رئیس احمد کو دکھ بھی ہو رہا ..... ان کے گھر کی ملازمہ ..... کس طرح وقت گزار رہی ہو۔

بس رئیس بابو ..... ہو ہی جاتا ہے..... محنت مزدوری کر کے ..... ہوں میں تمہارے بارے میں سوچوں گا ..... اب یہ بتاؤ ..... جس وقت ہندو غنڈوں نے حملہ کیا ..... تم کہاں تھیں۔

رئیس احمد پھر ماضی کی جانب لوٹ گئے۔

میں حویلی میں سرکار ..... میرے سامنے سب کو قتل کیا گیا..... نصرت جہاں جب منے کو لے کر بھاگیں تو میں ان کے پیچھے تھی ..... ایک غنڈے نے ان کو تیز دھار خنجر سے قتل کر دیا..... اور منا جھاڑیوں میں گر گیا ..... جسے میں اٹھا کر اپنے فیض کے ساتھ اسٹیشن پر آگئی وہاں میں نے منے کو ایک عورت سکینہ نامی کو منھادے دیا ..... کیونکہ شدت پیاس سے منا تڑپ رہا تھا سکینہ کی گود میں ایک بچی تھی ..... اس نیک عورت نے منے کو دودھ پلانا شروع کر دیا جس سے وہ چپ ہو گیا ..... اچانک حملہ ہوا ..... ہم جدا ہو گئیں اور وہ کون ہے ..... میں ہوں ..... شہباز نے نصیبن کی بات کاٹ دی..... بالکل یہ ہے وہ لڑکا ..... بالکل مقبول احمد کی تصویر .....

رئیس احمد چونکے ..... آج انہیں مقبول احمد کی ساری مشابہت نظر آرہی تھی۔ تم ..... میری نصرت ..... میری بہن کے بیٹے ہو ..... میرے بچے ..... وہ جھکے اور شہباز کو سینے کے ساتھ بھینچ لیا۔

www.pdfbooksfree.pk

شہباز تھرا گیا ..... ضبط گریہ سے اس کی آنکھیں ابلنے لگیں ..... اور یہ نوید سندر کے لئے کوئی معمولی حیثیت نہ رکھتی تھی.....

میری جان ..... تم میرے سامنے ہو کر بھی مجھ سے دور رہے۔.....

رئیس احمد کی آنکھوں سے آب رواں جاری تھا.....

نصین کی زبانی تمام شہادتیں سچ ثابت ہوئیں..... شہباز نصرت جہاں کا بیٹا تھا..... جسے سکینہ بیگم نے اپنا خون جگر پلا کر پروان چڑھایا تھا۔

رئیس احمد سے اب شہباز سے دور نہیں رہا جا رہا تھا۔ وہ بہت جلد سکینہ بیگم سے بات کرنا چاہتا تھا۔

ادھر شہباز کا رویہ اس بات کا غماز تھا کہ وہ اپنائیت اور غربت کے ترازو میں تل رہا ہے..... اور وہ کس پلڑے کا انتخاب کرے..... اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

دوسرے دن رئیس احمد کو دیکھ کر ان کی رہی سہی طاقت بھی جواب دے گئی۔ نہ جانے چھٹی حس کیوں اس قدر حساس تھی.....

آداب .....

رئیس احمد نے مودب سلام کیا۔

آیئے بھائی صاحب ..... بیٹھئے۔

وہ ڈرائنگ روم میں لے گئیں۔

میں آپ سے کچھ کہنے آیا ہوں.....

رئیس احمد نے کہا۔

مجھے معلوم ہو چکا ہے ..... بہتر تھا کہ میری موت کا پیغام لے کر آتے ..... نصین سے مجھے ساری داستان کا علم ہو چکا ہے۔

وہ تڑپ تڑپ کر رو دیں ..... شدت گریہ سے ان کی رگیں ابھر آئیں تھیں۔

رئیس احمد سکینہ بیگم کی اضطرابیت جان چکے تھے۔ لیکن خاموش رہے۔

آپ اب کیا چاہتے ہیں۔

سکینہ بیگم پژمردہ انداز میں بولیں۔

بہن آپ اداس نہ ہوں..... لیکن قدرت نے اسی ڈگر پر ڈال دیا ہے کہ میں انہوں کے لئے سرگرداں ہی رہوں ..... میرے خاندان میں صرف شہباز اور آپا ثروت ہی میرے پاس ہیں ..... باقی سب خدا کو پیارے ہو چکے ہیں۔

تو آپ شہباز ----------

وہ چیخ اٹھیں ..... ان کے اندر ایک طلاطم خیز سمندر تھا۔

جی ہاں --------- آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا --------- کہ شہباز مجھے دے دیجئے---------

سکینہ بیگم سکتہ کے عالم میں رئیس احمد کو دیکھتی رہ گئیں۔

ہاں امی ..... بھیا کو دے دیجئے ..... آخر ان کی چیز ہے۔

ہاں ہاں---- سکینہ بہن---- آپ کے پاس آتا جاتا رہے گا..... میں ذرا تشنگی دور کرنا چاہتا ہوں ..... رئیس احمد نرم انداز میں گویا ہوئے .....

عین اس وقت جب دونوں فریق ہاں اور نا کے اعراف میں پڑے ہوئے تھے شہباز داخل ہوا.....

شہباز ماں سے اجازت لے لو..... باقی عرصہ تم میرے ساتھ رہو گے.....

کیوں امی ..... اجازت ہے۔

شہباز نے پلٹ کر پوچھا.....

چٹاخ ..... شہباز بلبلا اٹھا.....

امی .....

نجمہ چیخ اٹھی.....

گستاخ تیری اتنی جرات ..... تم میرے نام سے زندہ ہو ..... تمہیں اپنی کوکھ

www.pdfbooksfree.pk

سے جنم نہیں دیا تو کیا۔۔۔۔۔۔۔۔ خون جگر پلایا ہے تمہیں۔۔۔۔۔۔ تمہاری بہتر پرورش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا میں نے۔۔۔۔۔۔ تم کیچڑ میں رینگنے والے کیڑے تھے...... آج تمہیں شہباز بنا دیا...... دیکھو آئنہ ...... تم کیا ہو اور پچیس برس پہلے کیا تھے۔ اس کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے ان کی قوت گویائی ساتھ چھوڑ گئی ہو...... وہ سسک سسک کر رو رہی تھیں......

شہباز ساکن کھڑا تھا۔

سکینہ بیگم کی سسکیاں اس کے تن بدن میں آرے چلا رہی تھیں۔

میرا مطلب آپ کو تکلیف دینا نہیں ہے سکینہ بہن ......

اس سے تو بہتر تھا آپ مجھے ریزہ ریزہ کر کے میرے جسم کی دھجیاں دریا میں پھینک دیتے ...... مجھے تختہ دار پر لٹکا دیتے ...... رئیس صاحب...... میں بہت بڑا جرم کیا ہے...... ایک لاوارث بچے کو صاحت دی ہے......

اپنی آغوش کی گرمی پہنچا کر اسے پرسکون کیا ہے...... اب میں نے بڑھاپے کی لاٹھی تیار کر لی ...... آپ اس کو لینے آ گئے...... ہرگز نہیں......

ایک آتش فشاں پھٹ پڑا تھا ...... سب ساکن متحیر کھڑے تھے ...... شدت گریہ سے سکینہ کی آنکھیں بہت متورم نظر آ رہی تھیں۔ اور سانس لرز رہا تھا۔

رئیس احمد کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے جسم سے کسی نے ساری توانائی نکال لی ہو...... لیکن پھر بھی وہ طاقت کو جمع کر کے پھر گویا ہوئے۔

بیٹا تو تمہارا ہی ہے۔۔۔

اور پھر بھی لے کر جا رہے ہو ...... رئیس احمد ...... یہ ظلم نہ کرو مجھ پر ......جیتے جی مر جاؤں گی میں ...... وہ چیخ چیخ کر رونے لگیں......

دوسرے ہی لمحے شہباز بری طرح ہڑبڑا گیا......

اتنے خود غرض نہ بنو شہباز ...... تمہیں ماں نہیں ملے گی۔۔۔ تمہیں ماں نہیں ملے گی ...... اگر جانا ہی ہے تو اس معصوم کی ممتا واپس کرو ...... وہ محبت

کرو جو پچیس برس لٹاتی رہی ہے ...... واپس کرو...... واپس کرو ...... شہباز ح تک لرز گئی...... نہیں ...... نہیں ...... اماں ...... میری اماں...... ماں کر دو ...... میں بھٹک گیا تھا...... گیا تھا ...... مجھے ماں نہیں مل سکتی...... نہیں ملے گی......

وہ بری طرح سکینہ بیگم کے قدموں پر جھکا ......

میرے بچے ...... میرے بیٹے ......

سکینہ بیگم نے یوں شہباز کو لپٹایا جیسے دنیا سے چھپا لینا چاہتی ہوں ......

ی طرف نجمہ نے شہباز کے سینے پر سر رکھ دیا۔

میری بہن ......

شہباز نے نجمہ کے بالوں پر شفقت بھرا بوسہ دیا ...... سکینہ بیگم نے شہباز کی چوم لی ...... اور شہباز نے سکینہ بیگم کے ہاتھوں کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ اماں معاف کر دیا ...... شہباز نے آنکھیں بند کر لیں۔

رئیس احمد جھکے اور شہباز کے شانوں پر ہاتھ پھیرا...... راستہ انہیں بھی نظر پر ہاتھ آ رہا تھا۔ واقعی سکینہ بیگم پر ظلم کرنے والے تھے۔

سکینہ بہن...... میں اس راز کو سینے میں دفن کر لوں گا...... شہباز نصرت کا سکینہ کا بیٹا ہے...... دنیا والوں کو یہی علم ہے یہی رہے گا...... میرے لئے تم ہی نصرت جہاں ہو...... شہباز تمہارا بیٹا ... رئیس احمد نے ماں سے لپٹے شہباز کو سکینہ بیگم سمیت لپٹا لیا......

بھائی صاحب

سکینہ بیگم نے بھی سر کو رئیس احمد کے سینے پر رکھ دیا

میری بہن ......

رئیس احمد نے شفقت بھرا ہاتھ سکینہ بیگم کے سر پر رکھا

اس واقعہ کے بعد رئیس احمد سکینہ بیگم کی بہت قدر کرنے لگے تھے۔ شہباز

www.pdfbooksfree.pk

ان کی آنکھ کا تارا تھا..... اب وہ بھی بغیر کسی جھجک کے سندر کے کمرے میں چ
جاتا تھا۔ وہ کتاب پر جھکی اور دوسرے ہی لمحے وہ اچھلی۔

کیا ہو گیا ہے آپ کو.....

وہ ہنس دی۔

شہباز نے اسے چاروں جانب گھما لیا۔

تمہیں عنقریب ماموں جان سے مانگ لوں گا۔

شہباز نے سرگوشی کی۔

جی ..... کیا.....

سندر نے جھک کر کہا۔ اور چھوٹا سا دہانہ کھول دیا۔

اب تو بابر میرے راستے کی دیوار نہیں بن سکتا۔

شہباز سندر کی آوارہ لٹوں سے چھڑ چھاڑ کرتے بولا۔

پہلے کب تھا وہ.....

سندر نے کہا۔

پہلے تھا وہ ..... لیکن اب تو میں اپنے حق کے لئے جان لڑا دوں گا۔

شہباز نے سینہ تان لیا.....

اگر یہی حق اس نے جتایا ..... کیونکہ حق کی نوعیت تو ایک ہی ہے۔

سندر نے شہباز کی ٹائی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

وہ بابر ہے..... اور میں شہ باز ہوں ..... جھپٹ پڑوں گا۔ ایسے ..... ش
نے ایک ہاتھ سے اداکاری کی۔

تم .....

بابر تحقیر امیز انداز میں بولا۔

لیکن تم یہاں کیسے ..... تمہارا رئیس لاج میں داخلہ بند تھا۔

بابر تن کر بولا۔

شہباز چلئے باہر..... مجھے جھگڑا نہیں پسند.....

وہ شہباز کے بازو کو پکڑ باہر لے گئی۔

اور وہ ہاتھ ملتا دانت پیستا کھڑا رہا۔ اب سندر کا انداز بھی بہت بدل گیا تھا۔
لڑ شہباز کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتی تھی۔ وہ سندر کے کمرے میں لا
سوچوں کے ساتھ باہر نکل آیا..... وہ چاروں جانب سے دیکھ چکا تھا کہ سندر
کے قابو نہیں آسکتی ..... وہ یہی سوچتے کمرے سے نکلا..... اور گاڑی میں
چل دیا..... سندر نے کمرے کی کھڑکی سے ..... وہ جا چکا تھا.....

سندر .....

شہباز نے کہا۔

فرمائیے.....

وہ پلٹ کر بولی۔

بابر سے اس قدر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میری جان.....

شہباز نے سندر کو بازو سے پکڑ کر اپنے قریب بیٹھا لیا۔

آپ نہیں جانتے..... بابر ایک کمینہ دشمن ہے ..... اسے ابو کی دولت سے
محبت ہے..... اسی لئے وہ مجھ سے شادی کرنے پر مصر ہے..... مجھ سے
ں اس کی ضرورت ہے..... اور دولت اس کی کمزوری۔

سندر نے اصل حقائق سے پردہ اٹھا دیا۔

انوار احمد بھی تو کچھ کم نہیں ہیں۔

شہباز نے کچھ سوچ کر کہا۔

لیکن ابو سے زیادہ نہیں.....

اور میں چاہتا ہوں صرف سندر مل جائے..... اور مجھے دنیا کی کسی چیز کی
ش نہیں ہے۔ شہباز نے محبت پاش نظروں سے سندر کے گلناری چہرے کو
ا۔ وہ محبت کے راستے پر چلتے چلتے کتنی دور پہنچ گئے تھے۔ اتنا طویل سفر طے

www.pdfbooksfree.pk

کرنے کے بعد اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا..... وہ اس سفر کی طوالت میں
اضافہ ہی کرنا چاہتا تھا۔ وہ محبت کو اپنے اختیار میں سمجھتے تھے.....
ایک دوسرے کو چاہے جا رہے تھے۔
دل سے۔
دل کی گہرائیوں سے۔

24

کھلا کھلا سا موسم تھا.....
دسمبر کی سفید دھوپ رئیس لاج کے در و دیوار کو جگمگا رہی تھی۔ سا
چھوٹے لان میں مفقت حسین کرسیاں بچھی تھیں۔ خلیل اور رئیس ا
دھوپ کا مزا لینے بیٹھے تھے۔ رحیمو بابا چائے کے لئے کچن میں چلا گیا تھا..... ا
رحمت اب بہت کمزور اور ضعیف ہو چکی تھی..... وہ اکثر اپنے کمرے میں ہی ر
..... نصیبن کو اب بلا لیا گیا تھا۔ نصیبن نے لاکھ شکرانے کے ساتھ دوبارہ اس
کو سنبھال لیا تھا..... اب اسے اپنا اور اپنی بیٹیوں کا کوئی فکر نہیں تھا
ضروریات زندگی بڑے اچھے طریقے سے پوری ہو رہی تھیں رحیمو نے چا
بنا کر ٹرالی پر رکھی اور لان کی طرف لے گیا۔
نصیبن تم آج قیمہ کوٹ لو..... خلیل میاں کباب بڑے شوق سے کھا
ہیں۔
وہ جاتے جاتے بولا۔
بس ابھی لو بابا..... دو منٹ کا کام ہے۔
نصیبن کام کے لئے تیار ہو گئی۔
اور وہ چائے لے کر لان میں چلا گیا۔

ارے واہ ..... رحیمو بابا تمہاری کیا بات ہے۔
خلیل نے ٹانگیں سیدھی کر کے ٹرالی کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔
رحیمو ..... رئیس احمد بولے۔
جی سرکار۔
اماں رحمت کو چائے دے آؤ.....
لو ..... اسے کیوں نہ دوں گا سرکار..... ایک مدت کا ساتھ ہے ہمارا.....
رحیمو ہنس کر بولا۔
رئیس احمد اور خلیل کھل کھلا کر ہنس دیئے۔
ہاں بھئی تم درست کہتے ہو..... بڑی خدمت لی ہے تم دونوں سے ..... میں
کئی مرتبہ سوچتا ہوں کہ اس گھر کی رونق صرف اماں رحمت اور رحیمو کی وجہ
سے تھی..... اور پھر جب رضیہ ملی تو یہ گھر اور بھی آباد ہو گیا.....
رئیس احمد اداس ہو گئے۔
..... اداس نہ ہوئیے سرکا ..... خلیل میاں کی شادی کر دیجئے..... رونق ہی
رونق ہو جائے گی رحیمو نے شرم شرم میں کہہ دیا۔
چائے۔
جی ..... وہ کیسے.....
خلیل کچھ کچھ جھک کر بولا.....
ارے بھئی تم انسان نہیں ہو..... تمہیں بھی گھر بسانے کی ضرورت ہے.....
اس گھر کے آنگن میں بچے کھیلیں خوشیاں ناچیں
کتنا مزا آئے گا..... جب تمہارے بچے ..... رضیہ کے بھتیجے اس آنگن میں
کھیلیں گے۔
رئیس احمد کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔
میں آپ کا بیٹا ہوں ..... اس آنکھوں میں آپ کے پوتے پوتیاں کھیلیں

www.pdfbooksfree.pk

گے.....

وہ بڑے سچے جذبے کا غماز لگ رہا تھا..... رئیس احمد تشکر امیز نظر اس کے چہرے پر ڈال کر مسکرائے۔

خدا تمہیں بہت خوشیاں دے..... میرے لئے بہت ہے کہ تمہاری صورت میں مجھے رضیہ کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔

وہ کھو سے گئے۔

کتنے عظیم ہیں آپ کہ اتنی بھری جوانی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی..... اگر چاہیں تو آپ اب بھی.....

نہیں نہیں خلیل بیٹے یہ کیا کیا چاہ رہے تھے..... اس گھر میں رضیہ کی یادوں میں کسی اور کو شریک بنانا میرے بس میں نہیں ہے۔ اس کی محبت ..... اس کی چاہت ..... اس کی خدمت..... اس نے جتنا مجھے چاہا ہے..... میں تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

رئیس احمد رضیہ کے تصور میں کھو سے گئے.....

خلیل بھی خاموش تھا..... کچھ دیر ماحول سوگوار رہا..... پھر رئیس احمد نے ہی اس سکوت کو توڑا کوئی لڑکی تمہاری نظر میں ہے۔

رئیس احمد نوجوانوں کے خیالات سے متاثر ہو کر بولے۔

جی..... نہیں..... میں نے تو اس بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

وہ رئیس احمد کے سامنے جان بوجھ کے جھوٹ بول گیا۔

اچھا یہ بات ہے..... تو پھر اگر تم مناسب سمجھو تو ..... وہ چند سیکنڈ رکے..... پھر گویا ہوئے۔ نجمہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اچھی ماں کی اچھی بیٹی ہے۔

رئیس احمد نے بغور خلیل کے چہرے کو دیکھا..... جس پر مسرت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں..... یوں محسوس ہو رہا تھا کہ واقعی رئیس احمد نے اس کے دل کی بات بوجھ لی۔ جس طرح آپ چاہیں..... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

وہ بڑی سعادت مندی سے بولا۔

بیٹا زندگی تو تم نے گذارنی ہے۔..... میں تو تمہیں بہتر شریک حیات تلاش کرنے میں تمہاری مدد ہی کر سکتا ہوں۔

رئیس احمد مسکرائے۔ ان کے متبسم ہونٹوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بھی خلیل کے لئے نجمہ کو پسند کرتے ہیں۔

خلیل بھی ہنس دیا۔

دوسرے دن سندر کو ساتھ لئے وہ سکینہ بیگم کے ہاں چل دیئے۔ زہے نصیب میرا بھائی آیا..... نجمہ بیٹی جلدی سے اچھی سی چائے بنا کر لا.....

سکینہ بیگم نے سر جھکایا..... جس پر رئیس احمد نے دست شفقت رکھ دیا..... اور سکینہ بیگم نے سندر کو ساتھ لگا لیا۔

میں جاتی ہوں نجمہ کے پاس خالہ جان۔

سندر باورچی خانے میں چلی گئی۔

بہن ..... میں آج تم سے کچھ مانگنے آیا ہوں۔ خیرات ڈال دو گی نا.....

رئیس احمد سوالی بن کر بولے۔

جی ..... سکینہ بیگم چونک گئیں۔

خدا نہ کرے میرا بھائی خیرات لے..... سارا گھر قربان کر دوں..... بلکہ اپنی ساری دنیا۔

وہ بڑی محبت سے بولیں۔

واقعی ..... سکینہ بیگم ..... آج ہم تم سے بہت قیمتی چیز مانگنے آئے ہیں۔

آپ پہلیاں نہ بجھوائیے..... بات تو کریں..... میری تو اپنے بھائی کے لئے جان بھائی حاضر ہے۔

سکینہ بیگم ..... مجھے خلیل بیٹے کے لئے نجمہ کا رشتہ چاہئے۔

رئیس احمد نے بغور سکینہ بیگم کے چہرے کو دیکھا.....

www.pdfbooksfree.pk

چند لمحے انہوں نے محسوس کیا کہ سکینہ بیگم پر شکن پیشانی کے ساتھ چونک گئیں تھیں--- پھر مسکرا دیں-

خلیل بہت نیک بچہ ہے..... اس کی شرافت کی قسم کھائی جا سکتی ہے..... پر ..... وہ چپ ہو گئیں.....

وہ ہندو مذہب سے مسلمان ہوا ہے..... یہی کہنا چاہتی ہو نا.....

رئیس احمد نے کھل کر بات واضع کر دی-

جی ..... سکینہ بیگم نے اتنا ہی کہا اور خاموش ہو گئیں-

اس بارے میں مت گھبراؤ..... میں نے چاروں طرف سے تسلی کر لی ہے..... اور پھر ہمارے آباو اجداد میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں..... ایک مسلمان مرد کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے..... پھر خلیل ..... پانچ وقت کا نمازی ہے ..... اور دینی شرعی احکام کی پروی کرتا ہے- اس کی ہر صبح کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوتا ہے-

یہ تو آپ درست کہتے ہیں..... نماز تو کبھی قضا نہیں کرتا.....

سکینہ بیگم حقائق کو جھٹلا نہ سکیں-

تو ہاں کہہ دو نا.....

رئیس احمد خوشی سے اچھلے.....

میری طرف سے آپ ہاں ہی سمجھئے..... لیکن شہباز سے پوچھنا بھی ضروری ہے-

بندہ حاضر ہے.....

عین اس وقت شہباز اندر داخل ہوا-

سکینہ بیگم اور رئیس احمد خوب ہنسے-

واقعی ..... وقت پر ہی پہنچے ہو بیٹا..... اس وقت تمہاری ضرورت تھی-

سکینہ بیگم نے محبت سے بیٹے کی طرف دیکھا.....

فرمائیے.....

شہباز نے کان آگے کئے..... اور ہمہ تن گوش ہو گیا-

بھائی صاحب ..... خلیل کے لئے نجمہ کو مانگتے ہیں-

سکینہ بیگم نے بغیر تمہید کے بات کہہ دی-

ہوں---------- شہباز چند لمحے گہری سوچ میں اتر گیا..... پھر ایک دم اچھلا Good ..... بہت اچھا امی ..... خلیل بہت اچھا نوجوان ہے- میں نے اسے قریب سے دیکھا ہے..... وہ انتہائی مہذب ملنسار اور سچا مسلمان ہے-

شہباز بھی خلیل کے چلن و کردار سے مرعوب تھا-

بس پھر بیٹا ہاں کہہ دو..... بہن کے لئے.....

ہاں ..... ہاں..... ہاں---------- ہمیں منظور ہے-

وہ آخری ہاں کے ساتھ جھکا..... ہنس دیا-

بہت شکریہ آپ دونوں ماں بیٹے کا ..... میرے سر سے بہت بوجھ تھا جو اتر گیا-

رئیس احمد تشکر امیز انداز میں گویا ہوئے-

نجمہ اور سندر چائے لے آئیں تھیں.....

ماحول میں کلیاں پھوٹتی دیکھ کر نجمہ دروازے پر ہی رک گئی-

نابابا نا..... میں نہیں جاتی.....

نجمہ واپس کچن کی طرف دوڑی-

اور ہنستی ہوئی سندر ٹرالی اندر لے گئی-

چھوڑ میں آگے لے جاتا ہوں- اتنا تو تیرا وزن نہیں ہو گا..... جتنا تو گھسیٹ رہی ہے-

سندر کو دیکھ کر شہباز نے ہنستے ہوئے ٹرالی پکڑ لی-

پھر سندر نے چائے بنائی- ہنسی خوشی ماحول میں چائے ختم ہوئی اور رئیس

www.pdfbooksfree.pk

احمد دامن قرار بھر کر لوٹ آئے۔ اور جب یہ خبر خلیل نے سنی تو وہ بہت خوش ہوا اتنا مقدر والا تو کوئی ہوگا..... جسے چاہے وہ مل جائے..... وہ رئیس احمد کو اپنا محسن سمجھ رہا تھا..... رئیس احمد واقعی اس کے سچے رفیق اور بے لوث چاہنے والے تھے۔

خداوند کریم اسی طرح میرا ساتھ دیجیو..... تو بڑا غفور رحیم ہے۔ بڑا کارساز ہے۔ وہ اپنے کمرے میں آنکھیں بند کئے اللہ سے باتیں کر رہا تھا۔

رئیس لاج کے کشادہ کمرے۔ وسیع و طویل غلام گردش۔ خوبصورت گیلریاں نفیس ڈرائنگ روم اور بہترین ڈرائنگ ہال پھر سے سنوارے جا رہے تھے۔ پھولوں باغیچوں کی تراش خراش دوبارہ جاری تھی..... رئیس لاج کی سجاوٹ زیب و زینت آرائش مالک کے اعلیٰ ذوق کی غماز تھی۔ ہر کمرہ دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ نجمہ رئیس لاج میں خلیل کی دلہن بن کر آگئی تھی..... رئیس احمد اور سندر کی دیرینہ خواہش آج پایا تکمیل تک پہنچ گئیں تھیں۔ کتنے خوش تھے۔ سکینہ بیگم اور شہباز کو رئیس احمد نے چند دنوں کے لئے اپنے ہاں ہی ٹھیرا لیا تھا۔ بے شک ثروت جہاں بھی اہل خاندان کے ساتھ مقیم تھی لیکن سکینہ بیگم اور شہباز کا وجود تو انہیں زہر ہی لگتا تھا۔

بہت دنوں سے وہ رئیس احمد سے کچھ کہنا چاہتی تھیں..... آج ان کے کمرے میں جانے کا موقعہ ملا

ارے آپا..... آؤ نا..... بہت دیر ہو گئی ..... بہن بھائی مل کر نہیں بیٹھے ..... رئیس احمد بڑی محبت سے بولے۔

اچھا تھا نصرت جہاں کے ساتھ میں بھی قتل ہو جاتی

کونسا خیال ہے تمہیں میرا..... آنکھیں صاف کرتے بولیں۔

ماشاء اللہ ..... بہت اچھی ہو اپنے گھر میں۔

ہاں جب بال بچوں کی شادی کے مسلے چھڑے تو مل کے کریں گے۔

رئیس احمد کرسی پر پہلو بدل کر بولے وہ بھی تمہیں خیال ہے۔

ثروت جہاں افسردگی سے بولیں۔

خیال کیوں نہیں آپا..... فریال آخر میری بیٹی بھی تو ہے۔

رئیس احمد بہن کی دلجوئی کرنے لگے۔

اگر تمہیں خیال ہوتا تو خلیل کے لئے فریال کا رشتہ نہ مانگتے ..... بس تمہیں تو ایک ہی دھن سوار ہے۔

سکینہ بیگم کو چار چاند لگ جائیں..... دنیا بھر کی خوشیاں اس کی جھولی میں ڈال دو.....

ثروت جہاں آنکھیں صاف کرنے لگیں۔

فریال کے لئے اب کوئی اچھا بہتر لڑکا تلاش کر لیں گے۔

رئیس احمد نے کہا۔

نہیں ..... اب کوئی ضرورت نہیں ..... میں نے فریال کی نسبت طے کر دی ہے۔

طے کر دی ہے..... کس سے ؟..... مجھ سے مشورہ کئے بغیر.....

رئیس احمد بری چونک گئے.....

کیا مشورہ لیتی تم سے

سندر کی تمنا تھی..... اب اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فریال کا تمہیں احساس نہیں ہوا..... چند دنوں میں فریال کا نکاح ہے..... لڑکا امریکہ جا رہا ہے۔ ساتھ لے جائے گا..... دل چاہے تو آجانا۔

لیکن وہ خاموش رہے۔ بہن کی جذباتی طبیعت سے واقف تھے۔ پل میں تولہ پل میں ماشہ۔ آپا ..... آپ خوامخواہ ناراض نہ ہوں

خلیل کے لئے تو میں نے قصد" نہیں پوچھا تھا۔ کہ کیا خیر آپ مانیں یا نہ مانیں

www.pdfbooksfree.pk

وہ تو مجھے معلوم ہے تم کس بات سے متاثر ہو کر کہہ رہے ہو۔ ویسے ان باتوں پر یقین نہیں کرتی۔ لڑکا اچھا تھا...... اور سچا پکا مسلمان ...... وہ بہت دیر انوار کے ساتھ کاروبار کے شراکت میں رہا ہے...... ہم لوگ تو اس کی ایمانداری کے بھی قائل تھے۔

یوں لگا جیسے وہ کف افسوس مل رہی ہوں۔

ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ چھوڑیئے ان گزری باتوں کو ...... میرے لائق اور کوئی خدمت...... کوئی خدمت نہیں ...... تاریخ مقرر ہونے پر تم آجانا...... سندر کو ضرور لانا...... باقی لوگوں سے میرا اب کوئی واسطہ نہیں ......

وہ حد درجہ جذباتی ہو رہی تھیں۔

او ہو ...... ایسا نہیں سوچتے...... سب آئیں گے ...... میں آج ہی سکینہ بیگم شہباز کو اطلاع کر دوں گا۔

رئیس احمد کسی طرح بھی بہن کا دل دکھانا نہ چاہتے تھے۔ نہ ہی شہباز کے بارے میں انہیں بتایا تھا۔ سکینہ بیگم تو بیٹی کے جہیز میں آگئی ہے...... جب سے نجمہ بیاہ کر آئی ہے ...... اس نے ملنے کا نام--------------

خلیل کے آجانے پر وہ خاموش ہو گئی------ حالانکہ خلیل دروازے پر پورا فقرہ سن چکا ہے۔ آؤ بیٹا کیسے آئے ہو۔

ابھی فون آیا ہے...... ہالینڈ والی پارٹی آرہی ہے...... میرے لئے حکم......

وہ مودب بولا۔

تم چلے جاؤ پھر تیار ہو کر...... آنے کا صحیح وقت نجمہ کو بتا کے جانا...... تاکہ پریشانی نہ ہو۔

خالہ جان تو جا رہی ہیں۔ نجمہ کو میں بتا دوں گا۔

خلیل نے جان بوجھ کے کہہ دیا تاکہ ثروت جہاں کی پریشانیوں میں کمی ہو جائے۔ وہ جانتا تھا کہ نجمہ کا کوئی ملنے والا بلکہ خود نجمہ انہیں ایک آنکھ نہ بھاتی

تھی۔

کیا کریں گی جا کر وہ۔ نجمہ یہاں ہے...... شہباز آفس۔

رئیس احمد نے نصرت جہاں سے مطلقہ ہر قسم کی بات صیغہ راز میں رکھی تھی...... بلکہ نصین کو بھی سختی سے منع کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ سکینہ بیگم کا بھرم نہ توڑنا چاہتے تھے۔ کتنے عظیم تھے وہ---------

وہ دن آن پہنچا جب سندر اور شہباز کو ایک بندھن میں باندھنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ آج رئیس لاج دلہن کی طرح سجا دیا گیا...... کیوں نہ ایسا ہوتا۔

رئیس احمد کو ایک اور پریشانی نے گھیر لیا تھا...... چونک کر انہوں نے آواز دی۔

نجمہ بیٹی۔

جی چچا جان۔

بیٹی تمہاری ماں کا ہاتھ کون بٹانے والا ہے۔

رئیس احمد کو زبردست تشویش ہوئی۔

آپ کو نہیں معلوم ...... سعید بھائی کے سب گھر والے آئے ہوئے ہیں...... اور باجی فوزیہ تو ایسے کاموں میں بڑی سمجھ دار ہے۔

نجمہ نے خوش ہو کر کہا۔

بہت اچھا ہوا...... میں یہ سوچ کر پریشان ہو گیا تھا کہ یہاں بھی تمہاری ضرورت ہے۔

نجمہ ہنس دی۔ وہ ہلکے پھلکے ذہن کے ساتھ ڈائنگ روم میں چل دیئے وہ اپنے آپ کو پرسکون محسوس کر رہے تھے۔

نجمہ بڑے کمرے میں چلی گئی۔

پھر وہ دن بھی آگیا جب شہباز دلہا بن کر رئیس لاج آگیا۔ سندر کو نکاح کی ورت میں ہمیشہ کے لئے شہباز کی ملکیت میں دے دیا گیا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی ہو گئی۔ سہیلیاں دولہے کو چھیڑتی رہیں ...... دودھ پلائی کی رسم اسی

www.pdfbooksfree.pk

گہما گہمی میں ختم ہوئی۔

اسی طرح ہنسی مذاق میں رخصتی کا وقت ہو گیا۔ دن ڈھل گیا۔ سسرال والوں کے چہرے مسرت و انبساط سے چمک رہے تھے۔ رئیس احمد نجمہ اور خلیل حد درجہ ملول لگ رہے تھے۔ کیا کرتے بیٹی تو شہنشاہ کی بھی گھر میں نہیں رکھی جاتی۔ نجمہ نے جو ماں اور بہن کا کردار ادا کیا تھا ..... اس کی مثال اس دور جدید میں ملنا محال تھی۔

بابر جھلایا ہوا پھر رہا تھا۔ رہی سہی امید اب ختم ہو چکی تھی۔ یہی سوچ سوچ کر اس کا انتشار بڑھتا جا رہا تھا۔ سندر اس قدر گراں مایہ چیز شہباز لے کر جا رہا تھا۔ شہباز نے زندگی کی بڑی بازی جیت لی تھی۔

آفتاب ان لرزتے دھڑکتے دلوں کی تاب نہ لاتے ہوئے رخ منور کو چھپانے کی سعی کر رہا تھا۔ اس کی سنہری دم توڑتی کرنیں لہو آشام رنگ میں ڈوبتی جا رہی تھیں۔ ماحول پر ایک اداسی چھائی ہوئی تھی۔ گو شام ڈھلتے ہی رئیس لاج روشنیوں کا نور ظہور ہوا تو سارا عالم بقعہ نور ہو گیا۔ وہ زیورات اور ریشم کی پوٹ بنی آرائشی منقش کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کے پاس ہی شفیق اماں رحمت اور رحیمو نے تو اس کو سینے سے لگا لیا۔ جا بیٹی ..... خدا تیرا حامی و ناصر ہو۔ خوشیاں تیرے گھر کی لونڈیاں ہوں ..... تو اپنے سہاگ کے ساتھ قیامت تک سلامت رہے۔

وہ بابا رحیمو کے سینے سے چمٹ کر خوب روئی۔

دیوانے ہوئے ہو کیا..... بچی کو رولا کر اور پریشان کرتے ہو۔

اماں نے رحیمو کو ہٹا دیا۔

رئیس احمد اور خلیل نے سندر کو سینے سے لگایا اور شہباز کے حوالے کر دیا۔

اور شہباز اس گراں بہا سرمائے کو دل کی وسعتوں میں سمیٹ کر اپنے گھر

www.pdfbooksfree.pk

لے آیا۔ پھولوں سے مزین سیج پر سندر کو بٹھا دیا گیا۔ کمرہ بہت خوبصورت اور نہایت آرائشی چیزوں سے سجا ہوا تھا ..... وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ گھر میں شور کی آواز کم ہو گئی تھی ..... یا کبھی کبھی کچن میں برتن دھونے کی آواز تھی۔

بدتمیز آسکتا ہے۔

دروازے میں شہباز کی آواز ابھری ..... اور سندر نے چہرا جھکا لیا۔

شہباز قریب آگیا ..... بہت قریب ..... سندر اور جھک گئی۔ جیب سے کندنی انگوٹھی نکال کر سندر کی انگلی میں پہنا دی..... اور دوسرے لمحے سندر کا گھونگھٹ الٹ دیا۔

سندر---------- وہ سندر کا خدادار ملکوتی حسن دیکھ کر دنگ رہ گیا..... وہ حوروں کی طرح پرتقدس نظر آرہی تھی..... وہ حسین اس قدر کہ چاند کا گماں ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے مالک نے اسے خاص دست فن سے تراشا ہو' وہ کسی فن کار کا حسین شاہکار نظر آرہی تھی۔ ضبط کا بندھن ٹوٹتا جا رہا تھا۔

پھر اس کے بازوؤں کا حصار تنگ سے تاریک ہوتا گیا..... سندر عافیت کے ساتھ شہباز کی پرسکون آغوش میں سمٹتی چلی گئی.....

جس طرح شب اجالے کو آغوش میں لیتی ہے۔

جس طرح خوش بو پھول میں۔

خورشید میں روشنی۔

وہ اسی طرح شہباز کے وجود میں سمٹی چلی گئی۔

☆☆☆

25

تمام قسم کی مصروفیات سے فراغت پا کر رئیس احمد سکینہ بیگم رحمیو اور اماں رحمت کو لے کر حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ انہوں نے ثروت جہاں سے بھی کہا تھا۔ لیکن انہوں نے انوار احمد کے ساتھ جانا چاہا۔ زندگی پرسکون ہو گئی تھی نجمہ نے گھر کو سنبھال لیا تھا اور خلیل نے سارے کاروبار کو ...... بے شک خلیل کے بعد انوار احمد کو خاص مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تاہم وہ حالات پر قابو پانے کے لئے کوشش جاری رکھے ہوئے تھے۔ پھر بھی وہ کسی بہتر صورت کے لئے خلیل سے ہی مشورہ کرتے رہتے۔ وہ جانتے تھے کہ باعتماد انسان خلیل جیسا بڑی آسانی سے نہیں مل سکتا۔

شادی کو دو ماہ گزر گئے تھے۔ سندر نے اس گھر کے رکھ رکھاؤ کو طور طریقوں کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اگر سکینہ بیگم بہترین ساس تھیں تو وہ ایک بہت اچھی بہو تھی۔ شہباز نے سندر کو جب بیوی کے روپ میں دیکھا تو اور بھی جان چھڑکنے لگا۔ اس نے سندر کو آج تک صرف محبوبہ کے روپ میں دیکھا تھا۔ بیوی کے روپ میں اس کے جوہر اور نکھر گئے تھے۔ شہباز کو فخر تھا کہ اس کی سندر اس روپ میں جانثار بیوی ثابت ہوئی ہے۔ وہ اپنی قسمت پر رشک کر رہا تھا۔ سندر صرف شوہر کی ہی نہیں ساس اور نندوں کی بھی اطاعت گزار تھی۔ نجمہ سے تو اس کا رشتہ بہت قریبی تھا۔

فوزیہ سے بھی اس کا تعلق بہنوں کی طرح تھا۔ سکینہ کے تمام ملنے والے ان لوگوں کی قسمت پر رشک کرتے تھے۔ لیکن بابر اس خاندان میں ہلچل پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ رئیس احمد اور سکینہ بیگم کی مطمئن زندگیوں کے ٹھہراؤ میں طلاطم پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ ہمیشہ ایک زبردست طوفان کے بارے میں سوچتا رہتا جو ان کی زندگیاں اجیرن کر دے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ چھوٹا موٹا دھوکا فریب ان کو علیحدہ

نہیں کر سکتا۔ کوئی بہت بڑی سازش ہو تو تب ہی ان کو جدا کیا جا سکتا ہے۔ شہباز اور سندر کی محبت اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ وہ جل رہا تھا انتقام کی آگ میں۔

سندر کا پاؤں بھاری ہو گیا تھا۔ لیڈی ڈاکٹر نے اسے زیادہ کام کرنے اور چلنے پھرنے سے منع کیا تھا۔ کیونکہ جسمانی طور پر وہ بے حد نازک اور کمزور تھی۔ اس ئے ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق اسے بیڈ رسٹ کی ضرورت تھی۔ آج صحن میں اغت حاصل کر کے وہ نکھری نکھری دھوپ میں شہباز کا سویٹر لے کر بیٹھ گئی۔

وہ ایک دم چونک گئی ......

لان میں جوان لڑکی چلی آ رہی تھی۔

سندر کے ہاتھ سلائیوں پر رک گئے ...... اور ادھر ہی دیکھنے لگی...... لڑکی یب آ گئی تھی۔ سفید چادر اس نے بدن پر لپیٹی ہوئی تھی۔ بلکہ جسم کو سوائے نکھوں کے اچھی طرح ڈھانپ رکھا تھا۔

یہ گھر شہباز کا ہے۔

وہ سندر کے قریب آ گئی۔

جی ہاں...... یہی ہے شہباز صاحب کا گھر......

سندر نے بااخلاق طریقے سے کہا۔

وہ بہت پریشان اور دکھی نظر آ رہی تھی...... وہ خاموش کھڑی رہی......

بیٹھئے...... کوئی کام ہے ان سے۔

سندر نے سلائیاں میز کے ایک طرف رکھ دیں۔

نہیں ...... کوئی کام نہیں ...... آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے۔

وہ لڑکی کرسی پر سنبھل کر بیٹھتے بولی۔

لڑکی کے انداز اس بات کے غماز تھے کہ وہ امید سے تھی۔ اس کے چہرے پر گہری [illegible] چھائیاں تھیں یا ویسے وہ دھندلی رنگت کی مالک تھی۔ اس کے بکھرے

www.pdfbooksfree.pk

بال ویران چہرا اس کی تباہ حالی کا رونا رو رہے تھے۔

وہ حد درجہ ملول اور مضطرب لگ رہی تھی۔

سندر نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

آپ کو ان سے کوئی کام ہے۔

سندر نے کہا۔

کام ..... کام کیا ہوگا..... مجھے تحفظ چاہئے..... آج سے سات ماہ پہلے کراچی میں شہباز کی اور میری ملاقات ہوئی ..... ہم دونوں میں محبت ہو گئی..... پھر ہم نے شادی کر لی۔

شادی.....

سندر تڑپ اٹھی۔

جی ہاں ..... یہ مجھے چھوڑ آیا..... لیکن میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں

تلاش کرتے کرتے یہاں تک آگئی ہوں ..... یہی شہباز کا گھر ہے..... میں اب کہیں نہیں جاؤں گی.....

وہ آنسو صاف کرنے لگی۔

سندر پر سکتہ طاری تھی.....

لڑکی نے لوہا گرم دیکھا تو پھر گویا ہوئی۔

کب آئے گا وہ .....

وہ بڑی مضطرب نظر آنے لگی۔

شام کو آئیں گے..... لیکن شہباز ایسے تو نہیں ہیں۔

سندر ورطہ حیرت میں کھو گئی۔

شہباز نے ظاہری شرافت کا ڈھونگ رچایا اور میرا سب کچھ لوٹ لیا۔

وہ سسک سسک کر رونے لگی۔

وہ پہلو بدلنے لگی۔

میں جا رہی ہوں..... کیونکہ میری طبیعت خراب ہو رہی ہے..... اسے کہہ دیجئے کہ مجھے تحفظ کی ضرورت ہے ..... ورنہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی۔

وہ دھمکی امیز انداز میں کہتی ہوئی نکل گئی .....

وہ بت کی طرح ساکن کرسی پر بیٹھی رہی..... حالات اور واقعات میں سو فیصد سچائی تھی۔ اس لڑکی کے چہرے کا کرب اس بات کی غمازی کرتا تھا کہ وہ ستائی ہوئی ہے۔ لیکن شہباز جس کی پارسائی کی میں قسمیں کھایا کرتی تھی۔ شہباز ایسا ہے..... نہیں نہیں یہ سب جھوٹ ہے..... شہباز ایسا نہیں ہو سکتا پھر وہ بچہ..... وہ اپنے آپ کو شہباز کی بیوی بتا رہی تھی..... کیا علم ہو ہی درست..... مرد کا کیا بھروسا۔

وہ یقینی اور غیر یقینی کے بھنور میں غوطہ زن تھی..... آنے والے وقت کے اندیشے اور وسوسے اسے زہریلے ناگ بن کر چاٹ رہے تھے۔ اسے چند لمحے محسوس ہوا وہ ننگے پاؤں سنگلاخ چٹانوں پر سرگرداں ہے..... اس نے اسے راستے کا انتخاب کر لیا ہے..... جس کا کوئی منزل نہیں ہے۔ وہ ارد گرد سے بے نیاز سوچوں میں محو تھی۔

سندر .....

وہ بری طرح ٹھٹکی .....

جب شہباز نے پشت سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

آگئے آپ.....

سندر نے آہستگی سے شہباز کے ہاتھ ہٹائے۔

ہاں ..... لیکن تم کہاں کھوئی ہوئی ہو..... طبیعت تو ٹھیک ہے..... وہ بازو کے حصار میں لے کر سندر کو ڈرائنگ ہال میں لے گیا۔

سندر نے پلیٹ اس کے سامنے رکھی۔

www.pdfbooksfree.pk

لیجئے ...... شروع کیجئے...... لیکن وہ بتا بھی نہ سکی۔

سندر سالن۔ روٹیاں اور دوسری اشیاء اس کے سامنے رکھتے ہوئی بولی۔ وہ اپنی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے چونکا۔

تم نہیں کھاؤ گی۔

وہ سندر کو گھورتے ہوئے بولا۔

نہیں ...... جی نہیں چاہ رہا۔

سندر اداس لہجے میں بولی۔

خیریت تو ہے...... اسے کیا معلوم کہ سندر کس کرب سے گزر رہی ہے۔

وہ پریشان ہو گیا......

بس کہہ جو دیا کہ بھوک نہیں ہے...... وہ کمرے سے نکل گئی۔

سندر کا انداز روکھا روکھا سا تھا۔

نذیرے ...... لے جاؤ...... مجھے بھوک نہیں ہے۔

جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نذیرا ٹرالی گھسیٹ کر کچن میں لے گیا۔

کیا بات ہے ...... صاحب نے کھانا نہیں کھایا۔

شیداں حیران ہوتے بولی۔

نہیں ...... بی بی نے کھانا نہیں کھایا ...... تو صاحب نے بھی واپس کر دیا۔

محبت ہو تو ایسی ہو......

شیداں کو شہباز کی محبت پر رشک آنے لگا۔ ہر

ایک تم ہو جسے بیوی کا کوئی خیال ہی نہیں ...... کبھی پوچھا ہی نہیں کہ نیک بخت تو نے کھانا بھی کھایا کہ نہیں۔

اری جا...... تو نے کبھی خیال کیا میرا......

نذیرا اچھل کر شیداں کے قریب ہو کر بولا۔

ادھر شہباز کمرے میں داخل ہوا۔

وہ منہ دیوار کی طرف کئے لیٹی تھی۔

سندر ......

وہ اس کی پشت کی جانب بیٹھ گیا۔

بات کیا ہے ...... کچھ پتہ تو چلے...... آخر میرا قصور کیا ہے۔

وہ زبردستی سندر کے رخ کو اپنی طرف کرتے بولا۔

سندر تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر تم کسی ایسی یسی غلط فہمی کا شکار ہو تو خدا جانتا ہے میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں اور کرتا ٹا...... ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ تم میری پہلی اور آخری چاہت ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے ساتھ ہی شہباز نے پوری طاقت سے سندر کو سینے کے ساتھ بھینچ یا۔ تم لے بھی بات تھی ...... بابر تو نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ساری کلفتیں دور ہو گئیں۔

پھر رات کا کھانا دونوں نے مل کر کھایا۔

سندر نے اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہیں سے بابر کے بارے میں خدشات ضرور تھے کہ وہ ایسی چالیں نہ کھیلتا ر

چند دنوں کے بعد اس نے اس بات کا ذکر خلیل سے بھی کیا۔

خلیل حیران رہ گیا۔

پھر تو وہ عورت نہیں آئی۔

نہیں ...... بہت دن ہو گئے ...... اس کو نہیں دیکھا۔ سندر نے کہا میں نہیں جانتا ...... شہباز ایسا ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

خلیل غیر یقینی کے گرداب میں اتر گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

لیکن وہ عورت .....

سندر نے کہا۔

ارے بیٹا..... دنیا میں بہت بڑے فراڈ ہو رہے ہیں ..... تم بس دل سے سب کچھ نکال دو..... اور اپنے شوہر کے ساتھ خوش رہو.....

خلیل نے سندر کو لپٹا لیا۔

شام ڈھلے وہ خلیل کے ساتھ اپنے گھر روانہ ہو گئی۔

لیکن جس کی چال تھی ..... اس کو نیند کہاں ..... جب کوئی رد عمل ظاہر نہ ہوا تو اس نے اپنے چمچوں کو اکٹھا کیا۔

گلشن بائی نے سہم کر نظر بابر کے بگڑتے چہرے پر ڈالی۔

گلشن بائی.....

بابر چنگاڑا.....

یس یس باس .....

وہ ڈری ڈری سی بولی..... وہ جانتی تھی کہ اس کا یہ فعل بابر کو پسند نہیں آئے گا۔

تمہاری سازش ناکام ہو گئی ہے ..... وہ دونوں میاں بیوی پھر ایک ساتھ ہیں۔ ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا سرکار۔

گلشن بائی نے کہا۔

کیوں ..... غلط فہمی بڑے بڑے تخل مسمار کر دیتی ہے..... سندر کیا شے ہے۔

بابر نے کہا۔

میں نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے سرکار۔

گلشن بائی نے کہا۔

پھر اب---------- میں ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے علیحدہ کرنا

چاہتا ہوں۔

بابر نے کہا۔

سب خاموش تھے ..... جیسے قوت گویائی سلب ہو چکی ہو.....

بابر نے چاروں طرف نظر دوڑائی پھر ایک دیو قامت انسان پر جا کر رک گئی۔

☆☆☆

www.pdfbooksfree.pk

26

سندر اور شہباز کی محبت کا ثمر قیصر کے روپ میں ظاہر ہو چکا تھا..... خدا نے دونوں کو بہت ہی پیارا بیٹا عطا کیا تھا۔ شہباز نے بیٹے کی پیدائش پر بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ قیصر تھا بہت خوبصورت گول مٹول بالکل شہباز کی تصویر..... اس کی اطلاع رئیس احمد کو بھی کر دی گئی تھی۔ ثروت جہاں کا دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا۔ کہ سندر ایک بیٹے کی ماں بھی بن گئی لیکن ان کا لخت جگر ابھی تک یوں ہی پھر رہا ہے۔ بے شک انہوں نے نجمہ اور خلیل کے سامنے بہت خوشی کا اظہار کیا لیکن اندر سے دل جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ ادھر نجمہ بھی امید سے تھی۔ کاش ان کے ہاں بھی پوتا پیدا ہوتا..... اس سوچ نے ان کو گھائل ہی کر کے رکھ دیا تھا۔ اور بابر کے لئے یہ خبر کسی بم کے دھماکے سے کم نہ تھی..... وہ دن رات پھر سے سندر کو اپنانا چاہتا تھا۔ لیکن کوئی راستہ نہ مل رہا تھا۔ اس کے جذبات بتدریج تکنیکی محسوس کر رہے تھے۔

صبح سے سندر کی طبیعت مضمحل تھی..... قیصر سو رہا تھا۔ میز پر کھانا رکھے اس نے شہباز کی طرف دیکھا چھوڑیئے کام۔

سندر نے شہباز کے ہاتھ سے کاغذ چھین لئے۔

او ہو ..... جان من ..... چلو چھوڑ دیا کام.....

شہباز اٹھتے ہوئے بولا۔

کہاں۔

ہاتھ دھو لو۔

وہ بیسن کی طرف جاتے بولا۔

وہ پھر اس کی پلیٹ میں سالن ڈالنے لگی۔

کھاؤ.....

شہباز نے چپاتی اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اسے تھمادی۔

مجھے بھوک نہیں۔

وہ پژمردگی سے بولی۔

صبح سے تم نے کچھ نہیں کھایا..... چلو ڈاکٹر کے پاس.....

شہباز نے کہا۔

نہیں نہیں ..... میں ٹھیک ہوں ..... کس نے تمہیں پریشان کیا ہے۔

شہباز خود پریشان و مضطرب ہو گیا۔

شہباز ..... میں بابر سے بہت خائف ہوں ..... وہ مجھے جان سے مار دینے کی دھمکیاں دیتا ہے۔

سندر کا انداز بہت افسردہ اور مرجھایا ہوا تھا۔ وہ ڈری ڈری سی لگ رہی تھی۔

تمہیں خائف ہونے کی ضرورت نہیں ..... بس قیصر کا خیال رکھنا..... باہر نہ جائے۔ شہباز کسی آنے والے خطرے سے بے سکون ہو گیا۔

قیصر تو میری جان ہے۔..... باہر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وہ تمام لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے جو دو دن پہلے بابر نے شہباز کی عدم موجودگی میں گذارے تھے۔

سندر ..... سندر..... تم نے میرا سکون برباد کر دیا ہے۔ میں تمہیں چین لینے دوں گا۔

وہ پاگل کتے کی طرح غرایا۔

تمہیں کیا مل جائے گا ایسا کر کے۔

سندر نے چونک کر کہا۔

تمہیں میرا سکون چھین کر جو ملا ہے ..... میں بھی وہ حاصل کر لوں گا۔

بابر کا انداز معنی خیز تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

تمہیں اب مجھ سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہئے..... جبکہ میں ایک بچے کی ماں ہوں---------- اس سے کیا فرق پڑتا ہے---------- تم سندر ہو اور سندر ہی رہو گی---------

بابر نے اس کی دراز حسین زلفوں میں نظریں الجھا دیں۔

فضول بحث نہ کرو ..... شہباز کے آنے کا وقت ہے..... چلے جاؤ ..... سندر نے نفرت سے کہا۔

بابر کو سندر کا یہ رکیک لہجہ کاٹ کھایا۔

میں شہباز سے خوفزدہ نہیں ہوں ..... بلکہ ہر خوف تمہارے اور اپنے ذہن سے اتار دینا چاہتا ہوں۔ وہ عجیب قسم کا بھونڈے لہجے میں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بولا۔

کیا مطلب۔

وہ چونکی.....

تمہاری شہباز سے علیحدگی.....

یہ کیسے ہو سکتا ہے..... شہباز کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتی۔

اور میں تمہارے بغیر ایک ایک پل کانٹوں پر بسر کر رہا ہوں۔

بابر بڑے گھٹیا انداز میں بولا۔

خدا کے لئے میرے راستے سے ہٹ جاؤ..... محبت کرنے والے یوں تو نہیں کرتے ..... عشق کو رسوائی کا لیبل لگا کر تم سچی محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔

اور۔

جب عشق ہی برباد کرنے پر تل جائے تو عاشق کو انتقام لینے کا حق پہنچتا ہے نا۔

بابر سندر کے بہت قریب ہو گیا۔

سندر نے چہرے کا رخ دوسری طرف موڑ لیا۔

مجھے تم سے کوئی محبت نہ تھی۔

سندر نے سچ بول دیا۔

مجھے تو تھی .....

بابر اٹھتا ہوا بولا۔

اس کا مطلب کہ تم اپنی ناکام محبت کا انتقام لینا چاہتے ہو۔

وہ شدید غصیلے انداز میں بولی۔ اسے بابر سے گھن آنے لگی تھی۔

ہاں ..... میں تمہیں جدا کر کے چھوڑوں گا..... تمہیں شہباز کے ساتھ میں رہنے دوں گا۔

وہ چل دیا.....

تم اپنی ہر چال آزما لو ..... انشاء اللہ ناکامی تمہارا مقدر ہو گی۔

وہ بڑے وثوق سے کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

سندر ..... کیا سوچ رہی ہو۔

جی---------- سندر بری طرح چونک گئی۔

بس یوں ہی خیال آگیا تھا۔

بابر کا .....

شہباز نے محبت پاش نظروں سے سندر کے اداس چہرے کو دیکھا۔

تم بابر کا خیال دل سے نکال دو..... مجھے تم سے جدا کرنا آسان نہیں ہے۔

شہباز نے سندر کے خوبصورت وجود کو اپنی مضبوط باہوں کے حصار میں لے لیا۔

ارے ..... مجھے تو بہت ضروری ملنا تھا کسی سے۔

وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔

اس وقت .....

وہ گھبرا سی گئی۔

کوئی بات نہیں ..... ابھی آجاؤں گا..... تم باہر مت جانا..... وہ محبت سے

www.pdfbooksfree.pk

دلاسا دیتا نکل گیا۔

ابھی شہباز نے گاڑی پورچ سے نکالی ہو گی کہ بیرونی کال بیل بجنے لگی۔

وہ کسی انجانے اندیشے سے دھل گئی۔

آیا تیز تیز قدم اٹھاتی ڈرائنگ روم سے ہوتی ہوئی باہر چل دی۔

آنے والے کی پشت تھی۔

فرمایئے..... کس سے ملنا ہے آپ کو۔

آیا نے کہا۔

وہ بے ساختہ مڑا.....

ملازمہ بری طرح لرز گئی۔ مکروہ ناک نقشہ اور سیاہ چہرے پر زخم کا بھدا سا داغ۔ دیوہیکل بدن پر سفید پنٹ اور خاکی بوشرٹ اسے عجیب منحقہ خیز لگ رہی تھی۔ شہباز گھر پر ہے۔

خوفناک شخص غراتا ہوا بولا.....

جی نہیں ..... وہ نہیں گھر پر.....

اس کی بیگم تو ہو گی..... جدلی بول.....

وہ ملازمہ کے قریب ہو گیا۔

ہے جی ..... بیگم جی تو گھر پر ہی ہیں۔

بلا پھر..... جلدی کر۔

وہ گونج دار آواز سے بولا۔

وہ بھاری بھر کم شخص صوفے پر دراز ہو گیا۔

ملازمہ کو اس قدر بے تکلفی اچھی نہ لگی۔

آپ بتا دیجئے---------- میں پیغام دے----------

بکواس مت کرو---------- بلاؤ اس کی بیوی کو۔

وہ ملازمہ کو دھکا دینے کے لئے بڑھا ..... لیکن وہ جا چکی تھی.....

بیگم صاحبہ..... میں نے بہت انکار کیا..... لیکن وہ نہیں مانتا..... ملازمہ نے سہم کر سب کچھ کہہ دیا۔

کون ہے وہ------

معلوم نہیں سرکار..... بڑا ہی خوفناک ہے۔

ملازمہ کانپ رہی تھی۔

ایک دم سندر دھل سی گئی.....

تم نے کہا نہیں ہے کہ صاحب گھر پر نہیں ہیں۔

سندر خود بھی حراساں ہو چکی تھی۔

میں نے کہا ہے بیگم صاحبہ ..... وہ نہیں مانتا.....

ملازمہ کے منہ سے آواز نہ نکل رہی تھی۔

پھر بیل کی آواز پر دونوں چونک گئیں۔

اچھا تم ..... قیصر کے پاس بیٹھو.....

وہ سنہری انچل سر پر رکھتے اٹھی۔

کیا بات ہے۔ سندر نے کہا۔

وہ شخص فوراً پلٹ گیا۔

آداب .....

وہ جھک کر مودب ہو گیا۔

کیا کام ہے۔

سندر لاشعوری طور پر ترش روئی سے بولی۔

لیکن وہ اس درنایاب کو دیکھتا رہ گیا..... (باس سچا ہے واقعی یہ لڑکی محبت کے قابل ہے) وہ سوچنے لگا۔ پھر اس نے دوسرا سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا۔

میرے بھائی کی زندگی برباد کر کے تم سکون سے نہیں بیٹھ سکتیں۔

www.pdfbooksfree.pk

کیا بکتے ہو ..... اور کیا مطلب ہے تمہارا۔

عین اس وقت گاڑی گیٹ کے اندر داخل ہوئی..... وہ شخص جان چکا تھا اب آنے والد ادھر ہی آئے گا..... سب مطلب واضع ہو جائے گا۔

وہ گرج دار آواز میں بولا۔

تم ہو کون ..... میں تمہیں بالکل نہیں جانتی۔

وہ بری طرح خوفزدہ تھی۔

اس شخص کا بھائی ہوں ..... جس سے محبت کی پنگیں بڑھا کر تم نے دوسری شادی ----- بکواس بند کرو..... میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں تھا..... نہ کسی کو جانتی ہوں۔ وہ بڑے وثوق سے بولی۔

اور یہ خطوط---------- گواہ ہیں---------- تم نے میرے بھائی سے شادی کا وعدہ کیا ..... اور پھر----------

سب جھوٹ ہے ..... اور پھر----------

سب جھوٹ ہے ..... تم جھوٹ بولتے ہو----------

اس شخص نے دیکھ لیا تھا کہ شہباز گاڑی سے اتر کر ادھر ہی آرہا ہے۔ لیکن وہ ٹلا نہیں۔ ادھر شہباز نے برآمدے میں قدم رکھا اور وہ مکرو شیطان جلتا ہوا سگریٹ ایش ٹرے میں چھوڑ کر پردے کی اوٹ میں ہو گیا۔

سندر تم ..... کیوں حیران کھڑی ہو..... یہ سگریٹ .....

اچانک اس کی نظر جلتے ہوئے سگریٹ پر پڑی۔

کون آیا تھا۔

وہ ششدا سا رہ گیا۔

کوئی بھی نہیں ..... لیکن پردا لرز رہا تھا۔

تم جھوٹ بولتی ہو ..... ضرور کوئی آیا ہے..... تم چھپا رہی ہو ..... ایک دم شہباز کا لہجہ بدل گیا۔

نہیں شہباز کوئی نہیں آیا..... تمہیں وہم ہے----------

بکواس مت کرو ..... یہ سگریٹ بتا رہا ہے کہ تم جھوٹ بکتی ہو---------

جھوٹ نہیں ہے یہ---------- سچ ہے ..... میں یہ برداشت نہیں کر سکتا.....

وہ چلا اٹھا.....

کیا مطلب ہے تمہارا.....

مطلب صاف ظاہر ہے ..... تمہارے فریب میں آنے سے بہتر تھا کہ تم سے شادی ہی نہ کرتا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تمہاری محبت میں دھوکا شامل ہے.....

نہیں نہیں یہ جھوٹ ہے.....

وہ سسک اٹھی۔

باکل سچ ہے ..... یہ عورت ناگن ہے ..... اس نے میرے بھائی کی زندگی ویران کی ہے۔ پردے کی اوٹ سے نورا نکلا اور پریقین انداز میں شہباز کو بھڑکا گیا..... لوہا تو پہلے ہی گرم تھا..... ایک چوٹ میں سڑ گیا۔

تم ..... کون ہو تم .....

شہباز ساکن اسے دیکھتا رہا گیا۔

میں ہی وہ بدنصیب آدمی ہوں جس کے بھائی کا اس ناگن نے خون پیا ہے..... وہ اب بھی آیا تھا..... یہ سگریٹ گواہ ہیں ..... میں خدا کی قسم کھاتا ہوں ----------

وہ بدنصیب انسان شہباز کے سامنے خداوند تعالیٰ کی قسم کھا گیا۔

اب تو کوئی گنجائش نہیں ..... اب میرا اس گھر میں رہنا مشکل ہے------

شہباز دیوانہ ہو گیا.....

www.pdfbooksfree.pk

شہباز ...... یہ گھر آپ کا ہے ...... مت جائیں چھوڑ کر ...... وہ شہباز سے لپٹ گئی ...... لیکن شہباز نے نوچ کر اسے علیحدہ کر دیا۔

ٹھیک ہے ...... میں اب اس گھر میں نہیں رہوں گی...... میں اپنا بچہ لے کر چلی جاؤں گی۔

بچہ تمہارا نہیں ہے۔

شہباز نے جھک کر سوئے ہوئے قیصر کو اٹھا لیا۔

وہ شیطان چپکے سے نکل گیا۔ پچاس ہزار رقم تو اس وقت اس کی جھولی میں ڈلنے والی تھی جب سندر اپنا گھر چھوڑ دے گی۔

سو ایسا ہی ہوا...... سندر ناساعد حالات سے سمجھوتہ نہ کر سکی...... اور تہی دست سیاہ ساڑھی میں ملبوس گھر سے نکل گئی۔

وفادار ملازم بلک بلک کر رو دیے...... تمام ترسنگین حالات عیاں نہ تھے۔

سندر لٹے لٹے قدم لئے ...... رئیس لاج کی طرف بڑھ رہی تھی...... وہ کیا تھی اور کیا بن چکی تھی...... اتنا بڑا فراڈ۔ اس قدر بڑا جھوٹ...... خبیث خدا کی قسم بھی اٹھا گیا۔۔۔۔۔۔ وہ روح تک لرز گئی......

اور رئیس لاج آ گیا......

شب کے نو بج چکے تھے۔

سندر بیٹی ...... اس وقت ...... کیا بات ہے......

خلیل سکتے میں آ گیا ..... وہ بت کی طرح خاموش دیوار سے ٹیک لگائی سندر کو گھورنے لگا......

میں برباد ہو چکی ہوں ماموں ...... میرا گھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ گرتے گرتے بچی اگر خلیل لپک کر اسے سنبھال نہ لیتا......

کس نے تمہارا گھر برباد کیا ہے۔

وہ سندر کو صوفے پر ہی لے آیا۔ جہاں وہ جائداد کا حساب کتاب کر رہا تھا

سسکتے سسکتے سندر نے پوری داستان خلیل کے گوش گذار کر دی۔ نجمہ بھی ملول و پریشان قریب ہی کھڑی تھی۔

شہباز بھیا بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔

نجمہ نے کہا ...... اور گہری نظروں سے خلیل کے تیور دیکھے ...... لیکن وہاں کوئی کسی قسم کا رد عمل نہ تھا۔

بالکل یہ کسی کی سازش ہے...... ورنہ سندر میری فرشتہ سیرت بہن کی اولاد ہے۔ سندر میری بچی میں جانتا ہوں ...... تیرا دامن اجلے پانیوں کی طرح صاف اور شفاف ہے۔ حوصلہ کرو ...... میں نبٹ لوں گا۔

خلیل نے سندر کو سینے کے ساتھ لگا لیا......

لیکن میں قیصر کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی - خدا کے لئے مجھے قیصر لا دیجئے...... شہباز نے قیصر چھین لیا ہے مجھ سے۔

وہ بلک بلک کر خلیل کے سینے سے لگی روتی رہی۔

سندر ...... میں جاؤں گی بھیا کے پاس ...... کیا کیا ہے بھیا نے ...... نجمہ سے سندر کی حالت دیکھی نہ گئی...... میں تمہیں قیصر لا کر دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نہیں نجمہ ...... ابھی نہیں ...... قیصر خود شہباز کو لائے گا...... وہ معصوم کسی طور بھی سندر کے بغیر نہیں رہ سکتا ...... ماتا کھینچ لائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سندر کی دھیمی نڈھال ہوئی سسکیاں صرف ہونٹوں تک ہی محدود رہ گئیں تھیں۔ وہ روتے روتے بے حال سی ہو گئی تھی۔

نجمہ ...... خلیل نے کہا۔

جی ...... نجمہ چونکی ...... شہباز کی حرکات پر اسے بھی افسوس ہو رہا تھا۔

سندر کو اسی کے کمرے میں لے جاؤ...... کچھ کھلاؤ ...... جاؤ ...... میری جان ...... کچھ غم نہ کرو...... میں سب معاملہ درست کر لوں گا...... ایسا سبق سکھاؤں گا ...... [illegible] کیا تم نہیں ...... خلیل نے دانت پیسے۔

www.pdfbooksfree.pk

جی ..... آپ کیا کریں گے ..... سندر بھی پوتی.....

نجمہ نے سوالیہ انداز میں خلیل کی طرف دیکھا ..... خلیل چونکا- نجمہ کی آنکھوں میں اندیشے جنم لے رہے تھے-

نجمہ ..... ادھر آؤ .....

خلیل نے نجمہ کی غلط فہمی دور کرنا چاہی-

نجمہ قریب آگئی-

تم کیا سوچ کر پژمردہ وہ گئی ہو کہ سندر کا انتقام میں شہباز کی بہن سے لوں گا..... میں تمہیں کچھ کہوں گا..... تمہیں ..... جس نے میری زندگی کو اجالے ہی اجالے دیئے..... مجھے اچھا گھر دیا ..... تمہیں کچھ کہوں گا..... وہ محبت امیز انداز میں نجمہ کے قریب ہوتے بولا-

خلیل----------

نجمہ نے محبت پاش نظروں سے خلیل کی طرف دیکھا-

مت گھبراؤ ..... بس سندر کا خیال رکھو..... جاؤ ..... وہ نجمہ کی پشت تھپتھپاتے بولا-

نجمہ مطمعین انداز میں مسکرائی اور دونوں کمرے سے نکل گئیں-

خلیل صوفے پر دوبارہ بیٹھ گیا..... ایک مضمہ تھا جو حل نہ ہو رہا تھا-

یہ کیا کیا شہباز نے اس سے ایسی امید تو نہ تھی-

وہ تمام شب اداس پریشان رہا .....

ادھر شہباز نے قیصر کو سندر کی گود سے چھین تو لیا..... لیکن اس نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا- تمام شب قیصر نے چیخ چیخ کر گذاری- ملازمہ سے اب قیصر سنبھلنا مشکل ہو چکا تھا' وہ بلک بلک کر ماں کو پکار رہا تھا- دوسری صبح اسی طرح گزر گئی- آفس سے واپسی پر شہباز سیدھا لان میں ہی اتر گیا..... جہاں ملازم شرفو قیصر کو بہلا رہا تھا-

باپ کو دیکھ کر قیصر ہمک کر اس کے پاس آگیا-

صاحب اس طرح تو قیصر بیٹا بیمار ہو جائے گا- ماں کی دوری اس سے برداشت نہیں ہوگی-

شرفو نے صاف صاف کہہ دیا-

لیکن شہباز نے ملازم کی کسی بات کا جواب نہ دیا..... وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ سندر کو گئے ہوئے آج پورے چار دن ہو گئے تھے..... خلیل تو کیا نجمہ بھی نہیں آئی- وہ گہری سوچ میں متغرق ہو گیا- اپنے کمرے میں لے جا کر اس نے قیصر کو فیڈر سے دودھ پلانے کی کوشش کی ..... لیکن ..... ایسا نہ ہو سکا ڈھیڑ سال کے بچے نے صرف اب تک ماں کا دودھ پینا سیکھا تھا- وہ تو کوئی اور چیز بھی کم ہی کھاتا تھا-

نہیں صاحب جی ..... سارا دن کچھ نہیں کھایا.....

کچھ نہیں .....

وہ پریشان ہو کر فیڈر قیصر کے منہ میں ڈالتے ہوئے بولا- ملازمہ بھی خاموش کھڑی رہی-

لیکن قیصر نے فیڈر منہ سے نکال دیا..... اور حسب عادت چلانا شروع کر دیا- صاحب جی ..... میری مانئے تو قیصر کو اس کی ماں کو دے دیجئے..... تم جاؤ.....

وہ زچ ہو کر جھلایا-

بہتر سرکار ..... ملازمہ پلٹ آئی-

وہ روتے روتے آنکھیں بند کرنے لگا- اور نڈھال سا ہو گیا----------

ارے میرے بچے تمہیں تو بخار ہے.....

وہ تڑپ گیا ..... واقعی قیصر بخار میں پھنک رہا تھا-

www.pdfbooksfree.pk

اس کا گرم گرم سانس اس بات کی نشان دہی کر رہا تھا کہ قیصر ماں کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔

خدا کے لئے صاحب قیصر کو اس کی ماں کے پاس لے چلیں۔

آیا گڑگڑانے لگی۔

میں اسے خود سنبھال لوں گا.....

وہ شدید غصے سے بولا۔

آیا خاموش ہو گئی .....

کئی روز اسی طرح گزر گئے ..... لیکن خلیل باکل سندر کو لے کر نہ آیا۔ شہباز کے لئے قیصر کو سنبھالنا بے حد مشکل ہو رہا تھا ..... اس کی ملازمت متاثر ہو رہی تھی۔ اگر خود جائے تو اس کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ آخر اسے کیا کرنا چاہئے۔ آخر ایسا کیوں ہوا..... سندر ایسی تھی..... کیا اس کے تعلقات ماضی میں تھے ..... وہ بہکایا گیا ہے ..... سب جھوٹ ہے ..... وہ سوچوں کی عمیق وادیوں میں اتر گیا۔

اس نے محبت کا ایک طویل سفر سندر کے ساتھ طے کیا تھا۔ وہ اکثر ساتھ ساتھ چلے تھے ..... کہیں بھی جھول نہیں پڑا تھا ..... اسے کبھی بھی سندر سے کسی قسم کی شکایت نہ ہوئی تھی۔ اب کیا ہو گیا..... سندر میں کچھ نہیں جانتا.....

وہ عالم پریشانی میں اپنے سر کو پلنگ کی پشت پر رکھتے سسک اٹھا۔

27

اخر تختہ الٹ دیا تم نے۔۔

بابر نے ایک گڈی نوٹوں کی نورے کی طرف پھینکی .....

انعام تو مل گیا سرکار۔

نورے نے نوٹ اچک کر پکڑتے ہوئے کہا۔

یہ بھی رکھ لو ..... تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

بابر نے دونوں بازو پھیلا کر زوردار جمائی لی اسے ہر حال میں سندر کی تباہی کار تھی۔

نورے نے جوش مسرت سے دانت نکالے اور خوب ہنسا۔

تمام شب گلشن بائی کے رقص میں مسرور وشاداں رہنے کے بعد نورے نے رجانے کے لئے جوتا پہنا۔

ارے چھوڑو یار..... صبح ہونے والی ہے..... چلے جانا.....

بابر نے کہا۔

ارے نہیں باس نوری گھر میں اکیلی ہے ..... پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔

بابر نے ہونٹوں پر زبان پھیری اسے تو آج علم ہوا تھا کہ نورا بھی ایک جوان ن کا بھائی ہے نورے نے بابر کے کہنے پر کئی گھر تباہ کئے تھے ..... اب سندر ے گھر کو بھی ایک چنگاری سے پھونک ڈالا تھا لیکن آج تک اس نے اپنی بہن کا ھی ذکر نہیں کیا تھا۔

جا رہے ہو۔

بابر نشے میں جھوم کر بولا۔

ہاں جا رہا ہوں پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔

نورا باہر نکل گیا۔

نورا تو چلا گیا لیکن بابر کو ایک آگ لگا گیا وہ تشنہ جذبات میں جل ا.....پیاس بڑھتی گئی۔

اور پھر ایک دن نورے کی عدم موجودگی میں اس کے گھر پہنچ گیا۔

شب کے گیارہ بج چکے تھے .....

بابر نے دروازے پر دستک دی ٹھک ٹھک .....

www.pdfbooksfree.pk

شکر ہے آج تو بھیا جلدی آگیا ..... اس کے ساتھ ہی نوری نے دوازہ کھول دیا اور پلٹ آئی۔

بابر نے اندر آتے ہی کنڈی چڑھا لی۔

جب بابر کی کوئی آواز نوری کی سماعت سے نہ ٹکرائی تو وہ چونک کر پلٹی.....

اور یہ دیکھ کر اس کی روح قفص عنصری سے پرواز کرتی محسوس ہوئی۔

خبردار شور نہیں کرنا ..... ورنہ گولی مار دوں گا۔

بابر نے ریوالور کی نالی نوری کی طرف کر دی ..... اور دوسرے ہاتھ سے نوری کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

وہ بھوکی شیرنی کی طرح بابر کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتی رہی۔

ادھر نورا جب کام سے فارغ ہوا تو بابر کو اڈے پر نہ دیکھ کر سیدھا اپنے گھر آگیا۔

کئی مرتبہ دروازے پر دستک دینے پر بھی کوئی آواز نہ آئی۔ لیکن اسے برتن ٹوٹنے کی بے ہنگم آوازیں آنے لگیں۔

ساری چار دیواری اس نے چھان ماری اندر جانے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ دوسری طرف تو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے دو شخص دھنکا مشتی کھیل رہے ہیں۔ نورہ کی دلروز چیخیں سنائی دے رہی تھیں ..... اس کے دماغ کی نس پھٹنے کو آگئیں۔

جب کوئی چارا نہ رہا تو اس نے پوری طاقت لگا کر کھڑکی کو توڑ دیا۔

لیکن وہ اس وقت پہنچا۔

جب حوا کی بیٹی لٹ چکی تھی۔ اس کا تقدس دھجیوں کی صورت میں بکھرا تھا۔ حوروں کی پاکیزگی لتھڑ چکی تھی۔ نوری عصمت کی بربادی سہہ نہ سکی..... اس نے گرتے ہی دم توڑ دیا۔

تمہاری موت کا پیغام آچکا ہے۔ بابر..... میں آرہا ہوں.....

نورا پوری طاقت سے گرجا۔

نورے نے دیکھا ..... بابر کھڑکی سے پھلانگ کر بھاگنا چاہتا ہے۔

نورے نے بہن کی لاش کی پرواہ کئے بغیر چھلانگ لگائی اور بابر کا تعاقب کیا جو کھڑکی پھلانگ کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

پکڑ لو..... قاتل ہے قاتل.....

نورا چلا چلا کر لوگوں کو متوجہ کر رہا تھا..... لوگ اپنی جگہوں پر غیر متحرک انداز میں کھڑے تھے ..... تاہم نورے نے بابر کو پشت کی جانب سے دبوچ لیا ..... اور اپنی ریوالور سے بابر کے سینے سے کئی گولیاں پار کر دیں..... کتے ..... خبیث---------- تیرا یہی انجام تھا-------- نورے نے شدید کراہت سے بابر کی لاش پر تھوکا---------- لیکن دوسرے لمحے پولیس اسے گرفتار کر چکی تھی۔

جرم ثابت تھا۔ نورا اقرار جرم کر چکا تھا۔ ساری کہانی اخبارات میں شائع ہو چکی تھی..... انوار احمد اپنے جواں سال بیٹے کی کرب ناک موت پر تڑپ اٹھے ..... ثروت جہاں نے سینہ پیٹ لیا۔ تمام عزیز رشتہ دار عزیز و اقارب انوار احمد کے مکان پر جمع تھے ..... بہت دن کیس چلتا رہا-----

نورے کو پھانسی کی سزا ہو گئی تھی۔

وقت مقررہ پر اس سے آخری خواہش پوچھی گئی۔

میں کسی سے ملنا چاہتا ہوں۔

کون ہے وہ ؟

عدالت نے دریافت کیا۔

شہباز نامی شخص ہے۔

چنانچہ پولیس کی حراست میں بند گاڑی ٹھکا ٹھک شہباز کی کوٹھی کے باہر رکی۔ سرکار ..... باہر پولیس ..... پولیس .....

ایک ملازم جو لان میں کھڑا تھا ..... پولیس کو دیکھ کر واپسی شہباز کے کمرے

www.pdfbooksfree.pk

میں آگیا۔

کیا بات ہے ..... پولیس کا کیا کام .....

شہباز نے سوئے ہوئے قیصر کے اوپر چادر اوڑاتے ہوئے کہا۔

شہباز دراخل ہوا۔

غالبا آپ ہی شہباز ہیں۔پولیس افسر نے کہا۔

جی---------- فرمائیے.....

شہباز دیو ہیکل نورے کو دیکھ کر اپنے ذہن پر زور دیتے بولا۔

آپ اسے جانتے ہیں.....۔

پولیس افسر نے کہا۔

جانتا تو نہیں..... ہاں البتہ ایک مرتبہ اسے اپنے ڈرائنگ روم میں بے تکلف کھڑے دیکھا تھا۔

شہباز کی آنکھوں میں وہ سارا منظر گھوم گیا۔

مجھے معاف کر دو شہباز---------تمہارے گھر کی بربادی میں میرا حصہ ہے۔ میں نے ہی بہن پر الزامات لگائے تھے..... اور اس قسم کی سزا بھگت رہا ہوں جو اس بے گناہ معصوم پر الزام لگانے کے لئے میں نے اٹھائی تھی..... سندر بہن معصوم ہے۔

وہ شہباز کے پیروں پڑ گیا۔

لیکن تم ہو کون----------

شہباز نے جھک کر اسے سیدھا کیا۔

میں نورا ہوں-------آج تک بابر کے ہاتھ پر ناچتا رہا ہوں..... اس سے بھرپور وفا کی میں نے---------لیکن وہ کوبرا سانپ مجھے ڈس گیا.....

نورا سسک اٹھا----------

اچھا---------- تم نورے ہو..... میں نے بابر کے ایما پر میرے گھر کو لوٹ لیا..... میری ہنستی بستی زندگی میں زہر گھول دیا.....

مجھے معاف کر دو شہباز بھائی----------خدا کے لئے معاف کر دو..... تاکہ میں سکون سے پھانسی کا پھندا گلے میں ڈال سکوں.....

نورا ندامت بھرے آنسو بہاتا رہا۔ جوش گریہ سے اس کا بھاری بھرکم جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔

میرے دوست---------- میں نے تمہیں سچے دل سے معاف کیا.....

جا اب خدا بھی تمہیں معاف کر دے۔

شہباز نے آگے بڑھ کر نورے کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور اس کی پیشانی پر رحم سے بھرپور بوسہ ثبت کر دیا۔

چلو----------

پولیس افسر نے کہا۔

اور پولیس نورے کو واپس لے گئی۔

وہ دیوانہ وار قیصر کے پاس آیا۔

صاحب کیا بات ہے۔

صاحب کیا بات ہے۔

ملازمہ نے کہا۔

وہ سب جھوٹ تھا ..... میں نے حوروں کے تقدس کو پامال کرنے کی کوشش کی تھی.....

ملازمہ سب کچھ سن چکی تھی۔

میں کہتی تھی سرکار ..... مالکہ ایسی نہیں ..... وہ فرشتہ ہیں ..... وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

لے آیئے سرکار ..... ان کا گھر خراب ہو رہا ہے۔ چلے سرکار لے آئیں

بیگم صاحبہ کو دوسرے ملازم بھی آ گئے۔

www.pdfbooksfree.pk

اچھا تم انتظار کرو—————— میں چلتا ہوں———— قیصر کا خیال رکھنا———— وہ پلٹ گیا۔

گاڑی کی رفتار تیز سے تیز تر کر دی۔

دھڑکتے دل کے ساتھ شہباز نے کال بیل پر انگلی رکھ دی اس وقت شب کے آٹھ بج رہے تھے۔ رحیمو بھاگا ہوا باہر آیا۔

رحیمو بہت محبت سے شہباز کا بازو پکڑ کر اندر ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

ڈرائینگ روم میں خلیل اور نجمہ بیٹھے کسی موضوع پر بحث گفتو تھے———— کیونکہ رئیس احمد کا فون آیا کہ وہ اسی ماہ آنے والے تھے ...... اور سندر کے مسلے پر خلیل حد درجہ مضطرب تھا۔

تم————

خلیل ایک دم کھڑا ہو گیا۔

شہباز روح تک لرز گیا ...... خلیل کا انداز نہایت ازیت ناک تھا......

نجمہ ایک طرف ساکن تھی ...... شوہر کی موجودگی میں وہ شہباز سے بات نہیں کر سکتی تھی۔ کس لئے آئے ہو———— جس پھول کو مسل کر تم نے گندی نالی میں پھینکنے کی کوشش کی ...... اس کی خوشبو میں کمی نہیں آئی ...... کیونکہ وہ تھی ہی خوشبو ...... اور اس نے خوش بو سے ہی جنم لیا تھا...... سندر تو ایسا گوہر ہے جو سمندر کی تہ میں بھی پاکیزہ ہے۔

واقعی یہ بہت بڑا گھرانہ ہے ...... تم چاہتے تو نجمہ کو برباد کر سکتے تھے————

شہباز ایک قدم آگے بڑھا۔

کس لئے———— تمہاری سفاکی کی سزا اس معصوم عورت کو کیوں ملتی———— جو میرے جسم کا ایک حصہ ہے————

خلیل نے نجمہ کی طرف دیکھا۔

شہباز نے نظریں جھکالیں۔

میں تمہارے ساتھ بہت کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اس معصوم نے کچھ نہیں کرنے دیا...... وہ اب بھی تم سے بے پناہ محبت کرتی ہے ...... تمہارا راستہ تکتی ہے......

میں اپنے سلوک پر شرمندہ ہوں ...... یہ سب بابر کے ایما پر ہو رہا تھا۔

بابر تو اب جہنم رسید ہوا ...... لیکن تمہیں برباد کر گیا۔

خلیل کا انداز طنزیہ تھا۔

نہیں نہیں خلیل بھائی۔ ہم برباد نہیں ہوئے...... آپ ایک مرتبہ معاف کر یں۔ میں سندر کے پاؤں پڑ جاؤں گا۔

وہ خلیل کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا۔

شہباز———————— میرے ـائی———————— خلیل نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ خلیل نے شہباز کو گلے سے لگا لیا————

بھیا۔

شہباز نے پوری طاقت سے خلیل کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

سندر کہاں ہے۔

شہباز نے جھجکتے ہوئے کہا۔

اپنے کمرے میں ہوگی ...... خلیل نے کہا۔

وہ پلٹا اور سندر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے جاتے ہی خلیل نے نجمہ کو ہاتھ بڑھا کر ساتھ لگا لیا۔ نجمہ نے اپنا سر خلیل کے شانے پر ٹکا دیا۔

ادھر شہباز سندر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اور دروازے پر پہنچتے ہی دبیز پردوں کو سرکا دیا۔

بیتاب ... فرار مضطرب اس نے پکارا۔

www.pdfbooksfree.pk

سندر ..... میری زندگی .....

شہباز------ آپ ..... اس وقت میرا قیصر-------- وہ آگے بڑھا-

ہاں سندر میں---- مجھے معاف کر دو ---- میں بھٹک گیا تھا ..... راستہ کھو گیا تھا میرا ..... مجھے بہکایا گیا تھا ..... قیصر ٹھیک ہے ..... شہباز نے ہاتھ جوڑ دیئے-

شہباز ..... میں آپ سے ناراض ہی کب تھی-

سندر نے شہباز کے ہاتھ پکڑتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں-

سندر تم واقعی بہت عظیم ہو---------

شہباز نے سندر کو سینے سے لپٹا لیا ..... اور سندر کا انداز خود سپردگی اس بات کا غماز تھا کہ شوہر کے بارے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات ختم ہو گئے ہیں-

دونوں واپس خلیل کے پاس آئے-

خلیل بھیا میں اپنی کائنات لے چلوں-

شہباز نے کہا-

ہاں ہاں----- ضرور------ لیکن میرا خیال تھا کہ رئیس بھائی آ جاتے تو----- نہیں ماموں------ میں آجاؤں گی------ اب اپنے گھر جاؤں گی

ٹھیک ہے میری بچی مجھے کیا اعتراض ہے-

خلیل نے سندر کے شانے کو تھپتھپایا-

چلئے نا شہباز قیصر کو ساتھ لے آئے-

وہ جلدی سے بولی-----

میں جان بوجھ کے نہیں لایا-

شہباز مسکرایا-

چلئے پھر-

سندر نے کہا- وہ قیصر سے ملنے کو بیتاب تھی-

چلو-

دونوں اپنی جنت میں لوٹ آئے-

قیصر------ میرے بچے ..... میری جان------- سندر نے قیصر کو اٹھا کر سینے سے بھینچ لیا-

سب ملازمین خوش تھے-

سارے گھر کی بتیاں روشن کر دو-------- ہر طرف اجالے کر دو----- مہکا دو میرے اس گلشن کو-

بڑھ کر شہباز نے قیصر کا منہ چوم لیا-

(روٹھی رت نہ مانے)

www.pdfbooksfree.pk